U64332

Title - MASAILA-E-KHILAFAT-O-JAZEERA-E-ARAB

Creator - Abul Kalaam Azad.

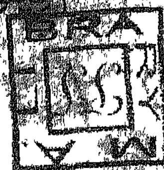
Publisher - Al Balaagh Press (Calcutta).

Date - N.A.

Pages - 160

Subjects - Islam - Masaila-e-Khilafat; Khilafat - Islami; Khutbaat - Azad, Abul Kalaam; Jazeera-e-Arab.

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم



سلسلہ مطبوعات مسئلہ خلافت

نمبر (۱)

مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب

یعنی

مولانا ابو الکلام کا خطبہ صدارت جو انھون نے پراونشل خلافت کانفرنس بنگال منعقدہ ۲۸ - ۲۹ - فروری سنہ ۱۹۲۰ء کلکتہ مین دیا - اب آل انڈیا خلافت کمیٹی کے شعبہ تبلیغ و اشاعت (کلکتہ) کی جانب سے رسالہ کی شکل مین شایع کیا جاتا ہے -

---

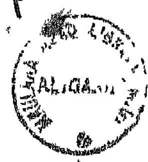
تم مسلمان جو ایک زمانے مین اللہ اور اُس کے دین برحق کے لیے سب کچھ کر سکتے تھے، کیا اب اتنا بھی نہین کر سکتے کہ اُس کے احکام اُس کے غافل بندون تک پہنچا دو؟ تم کو چین سے نہین بیٹھنا چاہیے جب تک کم از کم دس مسلمانون تک وہ سارے حکم نہ پہنچا دو جو اس رسالہ مین درج ہین - اور اُن مین سے ہر ایک کو وصیت کرو کہ اسی طرح دس آدمیون تک شریعت کے یہ احکام پہنچا دے - فلیبلغ الشاہد الغائب، فان الشاہد عسی ان یبلغ من ھو اوعی لہ منہ،

قیمت ایک روپیہ

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَنَجِّنَا
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ! (١٠ : ٨٦)

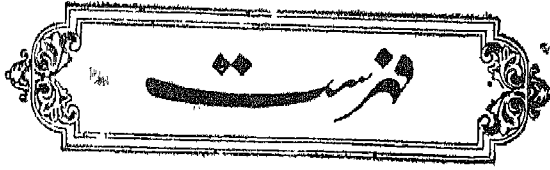
رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ
اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ
سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ ! ! (١٠ : ٨٨)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ؟ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل، فطال علیھم الامد، فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (۵۷:۱۶)

کیا مسلمانوں کے لئے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ اور اُس کے حکموں کے آگے جھک جائیں اور غفلت و نافرمانی سے باز آئیں ؟ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو مسلمانوں ہی کی طرح کتاب الٰہی دی گئی تھی (یعنے یہود) لیکن جب ایک بڑی مدّت گزر گئی تو غفلت میں رہتے رہتے اُن کے دل سخت ہو گئے۔ احساس جاتا رہا۔ غیرت و حمیت مٹ گئی۔ سچے دلوں کی وہ نرمی اور اثر پذیری نہ رہی جو صدائے حق سنتے ہی چونک اٹھتی ہے۔ فھل من مدّکر ؟



تمہید - ۱

فصل مسئلہ خلافت - ۵

فصل خلافت خاصہ و خلافت ملوکی ۹

فصل جمع و تفرقۂ قوی و مناصب - ۱۸

فصل اطاعت خلیفہ و التزام جماعت ۲۳

فصل شرائط امامت و خلافت ۳۲

فصل نصوص سنۃ و اجماع اُمت ۴۰

فصل اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا اخرہما - ۴۷

فصل اجماع اُمت و جمہور فقہاء اعلام ۴۷

فصل سنی اور شیعہ دونوں متفق ہیں ۴۹

فصل بعض کتب مشہورۂ عقائد و فقہ ۵۰

فصل من حمل علینا السلاح فلیس منا ۵۲

فصل واقعۂ امام حسین علیہ السلام ۵۳

فصل شرط قرشیۃ ۵۴

فصل دعوئے اجماع ۶۵

فصل چند لمحات تاریخیہ ۷۰

فصل خلافت و امامت سلاطین عثمانیہ - ۷۳

فصل قرون متوسطۂ و اخیرہ میں مرکزی حکمرانی - ۸۴

فصل ترکان عثمانی اور عالم اسلامی

فصل فریضۂ عظیمۂ دفاع

فصل عہد نبوت کا ایک واقعہ

فصل ایک عام غلط فہمی

فصل احکام قطعیۂ دفاع

فصل جزیرۂ عرب و بلاد مقدسہ

فصل احکام شرعیہ -

فصل جزیرہ عرب کی تحدید

فصل مسجد اقصیٰ و ارض مقدس

فصل خاتمہ سخن و نتائج بحث

فصل خلیفۃ المسلمین اور گورنمنٹ برطانیہ

فصل موجودہ و آیندہ حالت اور احکام شرعیہ

فصل ترک موالات

فصل واقعہ حاطب بن ابی بلتعہ

فصل گورنمنٹ کیلیے اصلی سوال

فصل - راہ عمل

فصل - آل انڈیا خلافت کمیٹی اور فراہمی زر اعانۃ

فصل اتبعون اہدکم سبیل الرشاد

Printed by F. D. Ahmed Mirza at the " Albalagh " Printing and Publishing House 45, Ripon Lane Calcutta, and Published by Moulvi Mohamed Akram Khan for " All India Khilafat Committee " Publishing & Circulating Branch Calcutta

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ - وسلام علی عبادہ الذین اصطفی -

مسئلۂ خلافت و بلاد مقدسہ کي نسبت مسلمانوں کے مطالبات کي تمام تر بنیاد احکام شرعیہ پر ہے - اسلیے سب سے مقدم کام یہ تھا کہ ایک مبسوط تحریر اس موضوع پر شائع کي جاتي ' جسمیں تمام احکام شرعیہ کي پوري طرح شرح و تحقیق ہوتي ' اور جسقدر شبہات اس بارے میں پیدا ہو سکتے ہیں ' اُن سب کا کما حقہ ازالہ کردیا جاتا -

مسئلہ کے بعض اطراف نہایت نازک ہیں - نظر کي ذرا سي کجي اور بصیرۃ کي تھوڑي سي کمي بھي طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا کردے سکتي ہے - چنانچہ یہ رسالہ اسي غرض سے شائع کیا جاتا ہے -

۲۸ - ۲۹ - فروري سنہ ۲۰ کو بنگال خلافت کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا - اس اجلاس کیلیے مولانا ابوالکلام نے یہ رسالہ بطور خطبۂ صدارت کے صفحۂ ۹۱- تک لکھا تھا - بعد کو بقیہ مباحث بھي انھوں نے بڑھا دیے تا کہ اس موضوع پر ایک مکمل تحریر مرتب ہو جاے - جلسہ میں مولانا نے اپني عادت کے مطابق محض زباني تقریر کي تھي ' اور اسي کے ضمن میں احکام و دلائل کا خلاصہ بھي آ گیا تھا - چنانچہ تمہید اور خاتمہ کا حصہ وهي ہے جو اُس زباني تقریر سے قلمبند کیا گیا تھا - البتہ تحریر سے بعض ایسے حصے نکالدیے گئے ' جو مسئلہ کے سیاسي و ملکي پہلو سے تعلق رکھتے تھے - مثلاً ہندو مسلمانوں کا اتحاد ' اور دنیا کا مستقبل عالمگیر امن - تا کہ یہ رسالہ صرف احکام شرعیہ کي بحث و تحقیق کیلیے خاص ہو جاے ' اور اُن مباحث کو علحدہ رسالوں کي شکل میں شائع کیا جاے -

اس رسالہ کي اشاعت سے تبلیغ و اشاعت کا پہلا کام انجام پا گیا - یعنے مسئلہ پر شرح و بسط کے ساتھہ ایک مکمل بحث ہوگئي جسکا خطاب زیادہ تر حضرات علماء سے ہے -

نیز ایک ایسا جامع رسالہ طیار ہوگیا ' جسمیں مسئلہ کا تمام ضروري مواد موجود ہے - اب جو ارباب قلم اور کارکنان مجالس خلافت تبلیغ و اشاعت کیلیے مضامین شائع کرنا چاہیں ' وہ اس مواد کو پیش نظر رکھکر مختلف پیرایوں اور شکلوں میں متعدد رسالے مرتب کرلے سکتے ہیں - ضرورت ہے کہ کثرت کے ساتھہ ایسے رسالے جلد شائع کیے جائیں -

اب اسکے بعد دلائل و مباحث کا نہیں بلکہ مجرد احکام شرعیہ کي دعوۃ و تبلیغ کا کام سامنے آتا ھے - یعني عوام کي آگاھي کیلیے چھوٹے چھوٹے رسالے نہایت آسان اور سہل عبارت میں شائع کیے جائیں - اُن میں صرف احکام و فرائض کي توضیح ھو - دلائل و مباحث نہوں -

مسئلہ کے اور متعدد اھم پہلو بھي باقي ھیں - ضروري ھے کہ وہ بھي اسي شرح و بسط کے ساتھہ لکھے جائیں -

شعبۂ تبلیغ و اشاعت نے اس بارے میں ایک پورا سلسلۂ اشاعت و مطبوعات طیار کر لیا ھے - اس سلسلہ کا یہ پہلا نمبر ھے - پریس کي دقتوں کي وجہ سے اسکي اشاعت میں تاخیر ھوگئي - اب لیتھو پریس کا مستقل انتظام ھوگیا ھے - اور انشاء اللہ یکے بعد دیگرے تمام نمبر شائع ھوتے رھینگے جنکا بڑا حصہ مولانا ابو الکلام ھي کے قلم سے نکلا ھے - ھماري کوشش ھوگي کہ ھر ھفتہ اس سلسلہ کا ایک نمبر ضرور شائع ھو جاے -

اس رسالہ کا بھي دوسرا ایڈیشن اضافۂ و نظر ثاني کے بعد لیتھو پریس میں زیر طبع ھے -

ان مطبوعات سے مقصود محض تبلیغ و اشاعت ھے - رسالوں کي قیمت جو رکھي گئي ھے ' وہ شعبۂ اشاعت کي اعانت کیلیے ھے - لیکن تمام علماء و مشائخ کرام اور غیر مستطیع حضرات میں بلا قیمت تقسیم کیے جائینگے -

تمام خلافت کمیٹیوں اور اسلامي انجمنوں کے ناظموں کو چاھیے کہ فوراً اپنے نام اور پتہ سے ھمیں مطلع فرمائیں جو ایک رجسٹر میں درج کرلیے جائینگے ' اور جو نمبر طیار ھوگا ' فوراً آنکي خدمت میں بھیجدیا جایگا -

شعبۂ تبلیغ و اشاعت نے انھي اغراض سے ایک روزانہ اخبار " زمانہ " بھي جاري کردیا ھے -

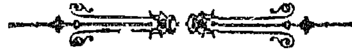
تمام خلافت کمیٹیوں کو چاھیے کہ تبلیغ و اشاعت کے معاملہ میں ھم سے خط و کتابت جاري رکھیں - اس بارے میں ھر طرح کي خدمت و اعانت کیلیے ھم طیار ھیں - خود مولانا ابو الکلام کي سرپرستي و نگراني اس شعبہ کو حاصل ھے -

محمد اکرم خان

آنریری سکریٹری خلافت کمیٹي بنگال - و شعبۂ تبلیغ و اشاعت -

ھرن باڑي لین - کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



الحمد لله نحمده و نستعینه و نستغفره و نومن به و نتوکل علیه - و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا - من یهدی الله فلا مضل له ' و من یضلله فلا هادي له - و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له - و نشهد ان سیدنا محمد عبده و رسوله - صلی الله علیه وعلی اله واصحابه وسلم

برادران و بزرگان ملک و ملت !

آپکے صوبے کي یه پہلي خلافت کانفرنس هے جسکي صدارت کي عزت مجھے دي گئي هے - آپکي کمیٹي کے معزز ارکان میں سے هر رکن یقیناً اس بات سے واقف هوگا که اس قسم کي رئیسانه اور رسمي حیثیت کا اختیار کرنا میري زندگي میں سب سے پہلا واقعه هے ' اور اس طریق عمل سے مجھے روگردان و منحرف ثابت کرتا هے جس پر نہایت اصرار کے ساتھه قائم رهنے کي همیشه کوشش کرتا رها هوں - سنه ۱۹۱۱ع میں جبکه میري موجوده پبلک زندگي کا بالکل ابتدائي عهد تها ' مجھے موقعه ملا که اپني آئنده زندگي کیلیے ایک " مذهب عمل " قرار دے لوں - خدمت ملک و ملت کے دشت نا پیدا کنار کي طرف قدم اٹھاتے هوے اصول عمل کي مختلف راهیں میرے سامنے تهیں ' اور میں چاهتا تها که میرا سفر اس دانشمند مسافر کي طرح هو جس نے سفر سے پہلے راه و منزل کے سارے مرحلوں پر غور کرلیا هے - اس طوفاني کشتي کي طرح نه هو جس نے هوا کے جھونکوں اور سمندر کي موجوں پر اپنے سفر کے رخ اور کنارے کي جستجو چھوڑ دي هو - اسوقت اپنے مذهب عمل کي نسبت جن اصولي مسائل کا میں نے قطعي فیصله کرلیا تها ' ان میں ایک خاص مسئله یه بهي تها که اپني زندگي کے هر حصه میں همیشه مجلسوں کي صدارت ' انجمنوں کے عهدوں ' اور اسي طرح کے تمام رئیسانه اور رسمي منصبوں سے یکقلم کناره کش رهونگا - یه فیصله دراصل میرے ایک بنیادي اور دیني اعتقاد کا قدرتي نتیجه تها - میں نے اپنے لیے جو راه عمل منتخب کي تهي ' وه دعوة و تبلیغ کي راه تهي - موجوده زمانے کي مصطلحه لیڈر شپ کي راه نه تهي - میرے سامنے اتباع

و اقتداء کیلیے نوع انساني کے اُن مخصوص افراد کا نمونه تھا جو دنیا میں خدا کے رسولوں اور پیغمبروں کے نام سے پکارے گئے ھیں ' اور جنکے طریق عمل کو اسلام کي اصطلاح میں " حکمت " اور " سنة " کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ھے - میں اپني راہ طلبي کا ھاتھه ابراھیم و محمد (علیهما الصلوٰة و السلام) کے رهنما ھاتھوں میں دیدینے کیلیے مضطر تھا - گریبالڈي ' میزیني ' یا گلید استن اور پارنل بننے کا عشق میرے اندر نه تھا - پس یه تو ضروري تھا که میرا وجود کسي گوشهٔ فقر و نامرادي میں خدمت و محنت کا ایک غیر دلچسپ منظر ھوتا ' یا انسانوں کے کسي ھجوم میں ایک پکارنے والے کي بے پروا پکار - لیکن یه بالکل ناممکن تھا که بیسویں صدي کے فراموش کردہ عهد نبوة و مذاھب کا ایک دلدادہ ' انجمنوں کا عهدہ دار اور مجلسوں کا باقاعدہ پریسیڈنٹ ھو - خدا کے رسولوں کا طریق خدمت و دعوة اور بیسویں صدي کے لیڈروں کا طریق ریاست و حکومت ' ایک زندگي میں جمع نہیں ھوسکتے !

حضرات ! مذھب عمل کے اس بنیادي اعتقاد نے میرے لیے قدم قدم پر مشکلات پیدا کردیں - باوجود کارکن رفیقوں کي موجودگي کے مجھے ھمیشه اپني راہ میں صحرا کے درخت کي طرح بے مونس و رفیق اور صرف اپنے سایه ھي پر قانع رھنا پڑا - یه مدنیهٔ زار عالم جو اپنے ھر گوشه میں معیتوں اور رفاقتوں کے راحت افزا جلوؤں سے معمور ھے ' میرے لیے ھمیشه سمندر رھي یا ایک صحراے ریگ زار ' لیکن کبھي ایک آبادي اور بستي کا اُس نے کام نہیں دیا ' اور نه کبھي میں اپنے تئیں اس قابل بنا سکا که اُسکي رفاقتوں کا ساتھه دے سکوں - تاھم آپ حضرات کیلیے یه عرض کرنا ضروري نہیں ھے که جہاں تک ایک ناچیز انساني ھستي ارادہ کے ساتھه عمل کو جمع کرسکتي ھے ' میں اپنے اصولوں پر قائم رھنے کیلیے ھمیشه سخت رھا ھوں ' اور موجودہ زمانے کي لیڈر شپ کي دلفریب سے دلفریب نمائشیں اور ابناء عصر کي رفاقت و معیت کي صبر آزما دلچسپیاں بھي کبھي اس بارے میں میرے لیے موثر نہیں ھوئي ھیں - اسي بنا پر جب آپکے لائق اور سرگرم سکریٹري کا تار مجھے بنارس میں ملا اور انھوں نے لکھا که کانفرنس کي صدارت تم کو منظور کرلیني چاھیے تو میں نے اداء تشکر و امتنان کے بعد اپنے آپکو اس سے معذور ظاھر کیا -

لیکن جب میں کلکتہ پہنچا اور اس بارے میں زبانی گفتگو
ي توکچھہ عرصہ کي رد و کد کے بعد میں نے منظور کرلیا - میں
راف کرتا هوں کہ یہ یقیناً اپنے دستور العمل سے ایک کھلا انحراف ھے '
ن آپ یقین کیجیے کہ اس انحراف کیلیے جس چیز نے مجھے مجبور
اُسکي حفاظت بھي میرے لیے تمام اصولوں اور قاعدوں سے زیادہ
زري تھي - یعنی اصول کي نہیں بلکہ جس مقصد کیلیے تمام اصول
، ' اُنکي حفاظت - اصول مقاصد کیلیے ھیں - مقاصد اصول کیلیے
، ھیں - پس دنیا کے اس سچے اور قدرتي قانون کي بنا پر کہ هر بڑي
ز کیلیے چھوٹي چیز کو اور همیشہ مقاصد کیلیے وسائل کو قربان
بنا چاهیے ' میں طیار هوگیا کہ مقصد کي راہ میں مقصد کے ایک وسیلے
ی اپنے طریق عمل کو خیرباد کہدوں ' اور اس مجلس کي صدارت منظور
نے سے انکار نہ کروں -

حضرات ! میں چاھتا ھوں کہ نہایت صفائي کے ساتھہ بے پردہ وہ اصلي
ب بھي عرض کردوں جس نے مجھے یکایک اپنے طریق عمل کے بر خلاف
، بات کیلیے آمادہ کردیا - آپ کو معلوم ھے کہ مجھے نظر بندي کے گوشۂ
، و عزلت سے نکلے ھوے بمشکل ابھي پورے دو مہینے ھوے ھونگے - لیکن
، تھوڑے عرصے کے اندر ھي میں نے پوري طرح اندازہ کرلیا ھے کہ موجودہ
مي وملکي مسائل کي نسبت کام کرنے والوں کے طریق عمل کا کیا حال
؟ مجھے صاف صاف عرض کردینا پڑتا ھے کہ ملک کے کار فرما طبقہ کي
ت اب سے سات سال پہلے جو رائیں میں نے قائم کي تھیں ' اور جنکي وجہ
بسا اوقات نہایت قیمتي اور محبوب رفاقتوں سے بھي مجھے دست بردار
پانا پڑتا تھا ' بدقسمتي سے ابتک اُن میں تبدیلي کا وقت نہیں آیا ھے -
سان مناظر کا کچھہ عجیب عالم ھے جسے اپنے چاروں طرف پاتا ھوں - ایک طرف
ب کي عام پبلک ھے ' اور سورج کي روشني سے بھي زیادہ یقیني صورت
، دیکھہ رھا ھوں کہ زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر حالت میں وہ کسي
یح راہ عمل پر چل کھڑے ھونے کیلیے منتظر و مستعد ھے - دوسري طرف
کرنے والوں کي جماعت ھے ' اور جس جس پہلو سے دیکھتا ھوں ' اسپر
ب وھي تذبذب و اضطراب اور تزلزل و انتشار کا عالم طاري نظر آتا ھے جو تمام
پلے دوروں میں طاري رہ چکا ھے - اب تک مقاصد سے اعراض ھے اور وسائل
، انہماک - ابتک حقیقي مصلحت بیني ' اور حیلہ جوئي و بہانہ سازي

میں امتیاز کی راہ مسدود ہے اور عزم و یقین کی جگہ ظن و شک اور خوف و ہراس کی حکومت قائم ہے - زبانوں کی لکنت گو دور ہوچکی ' اور شاید چہروں کا ہراس بھی جاتا رہا لیکن دلوں کی دہشت بدستور باقی ہے اور ایمان کی کمزوری نے ابتک ساتھہ نہیں چھوڑا ہے - زبانیں جسقدر تیز ہیں ' قدم میں اُتنی تیزی نہیں ہے ' اور اعلان جسقدر بلند آہنگی اور رعد آسائی رکھتا ہے ' عمل میں اُسقدر بلند پیمائی نظر نہیں آتی - نیند گو ٹوٹ چکی اور شاید خفتگان بستر غفلت کروٹیں بھی بدل چکے ' لیکن آنکھوں میں خمار ابتک باقی ہے ' اور دھواں بڑھتا جاتا ہے لیکن شعلوں کی چمک کہیں نظر نہیں آتی - اگرچہ خدا کے مقدس نام کی تقدیس سے اب کوئی زبان نا آشنا نہیں رہی لیکن دلوں میں خدا کے ساتھہ انسانوں کا ڈر اور نفس کا عشق بھی باقی ہے ' یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا (۴ : ۱۴۹) اور اگر حضرت مسیح نے سچ کہا ہے کہ " ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کرسکتا " اور اگر قرآن یہ فیصلہ کردینے میں سچا ہے کہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (۳۳ : ۴) یعنی

سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے !

تو یقین کرنا چاہیے کہ ہمارے دلوں کی بستی ابتک سچی خدا پرستی کی عبادت گاہ سے خالی ہے -

حضرات ! مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کیجیے اگر میں حقیقت کو اس سے بھی زیادہ بے نقاب دیکھنا چاہوں - افسوس کہ وقت کی جلدی اور قانون قدرت کی بے صبری نے ہماری غفلتوں کا ساتھہ نہیں دیا - وہ اپنی ازلی بے پروائی کے ساتھہ نتائج و عواقب کی آخری منزل تک بڑھتا چلا آیا ہے - اب موت و حیات ' بقاؤ فنا ' ایمان و کفر ' اور خدا اور ماسوی اللہ کی منزل ہمارے سامنے ہے ' اور اسلیے میں قابل ملامت نہیں ہوں اگر حسن بیان اور بلاغت اظہار کے پر پیچ آداب و قواعد کو موت و حیات کی کشمکش میں سنبھال نہیں سکتا - یہ حالات دیکھکر میں نے ارادہ کرلیا کہ اگر مجکو ایک مجلس کے صدر کی حیثیت سے اظہار مطالب کا موقعہ ملتا ہے تو میں اس سے انکار نہ کروں ' اور اگر صدارت کے حقوق و اختیارات کو اصل مقصد کیلیے استعمال کرسکتا ہوں تو اسکو ایک مفید فرصت تصور کروں - شاید اس طرح اس صحیح راہ عمل کی طرف کوئی قدم

اُٹھہ سکے جسکو بارہ سال سے اپنے سامنے رکھتا ہوں لیکن رفیقان طریق نے ہمیشہ اس سے اعراض کیا ہے، اور آج بھي جبکہ اُس اعراض کے نتائج سامنے ہیں، تذبذب و اضطراب عمل عزم و ایمان کے استحکام پر غالب نظر آرہا ہے -

حضرات ! صرف یہي ایک خیال تھا جس نے مجھے اس بات پر آمادہ کردیا کہ آپنے اپني محبت اور مہرباني سے جو عزت مجھے دیني چاهي ہے، اُس سے گریز نہ کروں - میں آپکا شکر گزار ہوں، اور آپکي دلي رفاقت و اعانت کا طلبگار - ہم سب کو اللہ کے فضل و توفیق پر اعتماد ہے جسکے بغیر کائنات هستي کا کوئي ارادہ اور کوئي عمل کامیابي اور فلاح نہیں پاسکتا -

امیر جمع ہیں احباب، درد دل کہلے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے !

و ما توفیقي الا باللہ - علیہ توکلت و الیہ انیب -

(مسئـلـۂ خـلافـــۃ)

حضرات ! اب میں اصل مقصد کي طرف متوجہ ہوتا ہوں - ہم تمام باشندگان ہند کے سامنے کرۂ ارضي کي ایک کثیر آبادي کي طرح اسوقت خلافۃ اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کا مسئلہ درپیش ہے - " خلافۃ " عربي کي ایک مصدر ہے - اُسکا مادہ ہے " خلف " - اور اسي سے ہے " خلیفہ " - خلیفہ کے لغوي معني نیابت اور قائم مقامي کے ہیں " من قولک خلف فلاں فلانا في ہذا الامر اذا قام مقامہ فیہ بعدہ " (ابن فارس) یعني اگر ایک شخص کسي دوسرے شخص کے بعد کسي ایک معاملہ میں یاکسي طاقت و اختیار میں اُسکا نائب و قائم مقام ہوا تو یہ خلافت ہوئي، اور لغۃ میں اسکو خلیفہ یعني بعد کو آنے والا اور قائم مقام کہینگے - خواہ یہ نیابت سابق کي موت و عزل کي وجہ سے ہوئي ہو، یا غیبت کي وجہ سے، یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کردینے کي وجہ سے - مفردات امام راغب میں ہے " الخلافۃ ، النیابۃ عن الغیر اِما بالغیبۃ المنوب عنہ ، و اِما لموتہ ، و اِما لعجزہ ، و اِما لتشریف المستخلف " (صفحہ ۱۵۵)

یہ لفظ بھي قران حکیم کے اختیارات لغویہ میں سے ہے - یعني عربي زبان کے اُن لفظوں میں سے ہے جنکو لغۃ میں عام معاني کیلیے استعمال کیا جاتا تھا مگر قران حکیم نے اپنے خاص مصطلحۂ شرع معاني کیلیے اختیار کرلیا - جیسے ایمان ، غیب ، تقدیر ، بعث ، صلواۃ وغیر ذلک - ایمان کے

لغوي معني يقين و طمانية اور زوال خوف و شک کے تھے ' لیکن قران حکیم نے اسکو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کیلیے استعمال کیا ' اور اب ایمان قران کي بولي میں عام لغوي معني کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار پاگئي - قران کي زبان میں خلافة اور " استخلاف في الارض " اور " وراثت وتمکن في الارض " سے مقصود زمین کي قومي عظمت وریاست اور قوموں اور ملکوں کي حکومت و سلطنت ھے - قرآن حکیم اِسکو سب سے بڑي نعمت قرار دیتا ھے جو اچھے یقین اور اچھے کاموں کے بدلے اقوام عالم کو دنیا میں ملسکتي ھے - قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضي کا مقصد یہ ھوتا ھے کہ دنیا میں نوع انساني کي ھدایت و سعادت کیلیے ایک خاص ذمہ دار قوم و حکومت قائم ھو - وہ اللہ کي عدالت کو دنیا میں قائم کرا ے ' ظلم و جور اور انسان کي ابلیسي ضلالت و طغیان سے اُس کي زمین پاک ھو جاے ' ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیۃ دنیا میں پھیل جاے ' اور اللہ کا وہ ھمہ گیر قانون عدل جو تمام کائنات ھستي میں سورج سے لیکر زمین کے اندر کے حشرات تک کیلیے نافذ و قائم ھے ' اور جسکو قران اپني زبان میں صراط مستقیم کے لفظ سے تعبیرکرتا ھے اور جس سے صرف انسان ھي روگرداني کرنے والا ھے' زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاري و ساري ھوکر کرۂ ارضي کو سعادت و امنیت کي ایک بہشت بنادے !

لغۃ کے اعتبار سے یہ اطلاق اسلیے ھوا کہ سب سے پہلے جو قوم اور قوم کا جو فرد خلیفہ ھوا ' وہ زمین پر اللہ کي عدالت قائم رکھنے میں' اللہ کي نیابت اور قائم مقامي رکھتا تھا ' اور اسکے بعد والي قوم اپنے سابق کي نائب تھي ' اور ھر خلیفہ' سابق کا قائم مقام - ظہور اسلام کے بعد جب ارضي خلافۃ کے وارث مسلمان ھوے' تو اس سلسلہ کا پہلا خلیفۃ اللہ صاحب و شارع اسلام تھا - یعني محمد الرسول اللہ صلعم - اور پھر انکے بعد جن لوگوں کے ھاتھہ اسلام کي مرکزي حکومت آئي' وہ اس خلیفۃ اللہ کے نائب اور قائم مقام ھوے - اسلیے اُن پر خلیفہ کا اطلاق ھوتا رھا اور ابتک ھو رھا ھے -

یہ زمین کي وراثت و خلافت یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کے سپرد ھوتي رھي اور وہ دنیا میں اللہ کي طرف سے دین حق کے خدمت گزاررھے- آیات ذیل میں اسي خلافت کا ذکر ھے :

وهو الذي جعلكم خلائف الارض (٦ : ١٦٥)
وهي پروردگار عالم هے جس نے تم کو زمین میں خلافت دي -

ويستخلف ربي قوماً غيركم - (١١ : ٥٧)
اگر تم نے اپنا فرض ادا نه کیا تو الله تمهاري جگه کسي دوسري قوم کو تمهاري جگه دیدیگا -

ثم جعلناكم خلائف في الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون ؟ (١٠ : ١٤)
پهر اُن قوموں کے بعد هم نے تم کو اُنکي جگه دي تاکه دیکهیں تمهارے کام کیسے هوتے هیں ؟

واذكروا اذ جعلكم خلفاء من بعد قوم نوح - (٧ : ٦٨)
اور یاد کرو جب تم کو قوم نوح کے بعد اُنکا جانشین بنایا -

يا داؤد انا جعلناك خليفة في الارض (٣٨ : ٢٦)
اے داؤد ! هم نے زمین میں تم کو خلیفه بنایا -

اسي چیز کو زمین کي وراثت سے بهي تعبیر کیا گیا :

ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصالحون (٢١ : ١٠٥)
اور زبور میں بهي همارا اعلان یهي تها که یقیناً زمین کي حکومت همارے صالح بندوں هي کي وراثت میں آتي هے -

یهي چیز زمین کي " تمکین " اور " تمکن " یعني طاقت و عظمت کا جماؤ اور قیام بهي هے جو سر زمین فراعنه میں کنعان کے ایک اسرائیلي نوجوان نے حاصل کي تهي ' جبکه وه غلامي کي حالت میں وهاں فروخت کیا گیا ' اور پهر اپنے عمل حق و صالح کي قوت سے ایک دن مصر کے تاج و تخت کا مالک هوگیا :

كذلك مكنا ليوسف - (١٢ : ٥٦)
اس طرح هم نے یوسف کي عظمت مصر میں قائم کردي -

اور اسي کا مسلمانوں سے وعده کیا گیا تها :

الذين ان مكنا هم في الارض اقاموا الصلوة و آتوا الزكواة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنكر ' و لله عاقبة الامور - (٢٢ : ٤٣)
وه لوگ که اگر هم انکي طاقت زمین میں قائم کردیں تو اُنکا کام یه هوگا که نماز قائم کرینگے ' زکواة ادا کرینگے ' نیکي کا حکم دینگے ' اور برائي سے دنیا کو روکینگے -

اس آیۃ کریمہ سے صاف طور پر یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ تمکین فی الارض یا حکومت کا مقصد اصلی قرآن حکیم کے نزدیک کیا ہے؟ معلوم ہوگیا کہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت دنیا میں قائم کی جائے ' نیکی اور راستی کا اعلان و ظہور ہو ' برائی سے نوع انسانی کے دلوں اور ہاتھوں کو روک دیا جائے !

دوسری آیۃ میں اسکو خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا :

وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملو الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ' و لیبدلنہم من بعد خوفہم أمنا - یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولائک ہم الفاسقون (۲۴ : ۵۵)

جو لوگ ایمان لاے اور نیک عمل انجام دیے ' اللہ کا انسے وعدہ ہے کہ آنہیں زمین کی خلافت دیگا - ٹھیک اُسی طرح جس طرح پچھلی قوموں کو دی جا چکی ہے - اور ایسا کریگا کہ انکے لیے اُن کا دین حق قائم ہو جائیگا اور خوف کی گھڑیاں دائمی امن کی خوشحالی سے بدل دی جائینگی -

یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی جب ہجرۃ کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کی زندگی چاروں طرف دشمنوں سے گھری ہوئی تھی اور قلت تعداد و بے سرو سامانی حال کے ساتھہ دشمنوں کے پے درپے حملوں کا یہ حال تھا کہ کسی وقت بھی ہتیار اپنے جسم سے دور نہیں کرسکتے تھے - اُسوقت بعض مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل گیا " ما یاتی علینا یوم نأمن فیہ و نضع عنا السلاح " ایک دن بھی ہم پر ایسا نہیں آیا کہ امن و بے خوفی کے ساتھہ صبح شام بسر کرتے اور ہتیار اپنے جسم سے الگ کرسکتے - ابو العالیہ راوی ہیں کہ اسپر مندرجۂ صدر آیت نازل ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ ایمان و عمل صالح کا پھل عنقریب ملنے والا ہے جبکہ خوف کی جگہ امن ہوگا ' مظلومی و بیچارگی کی جگہ قیام و فرمانروائی ہوگی ' اور سب سے بڑھکر یہ کہ زمین کی خلافت اُنھی کے قبضۂ اقتدار میں آ جائیگی - (تفسیر طبری جلد ۱۸ صفحہ ۱۲۲)

اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ قرآن حکیم کے نزدیک جو چیز " خلافت " ہے ' وہ خلافت فی الارض ہے - یعنی زمین کی حکومت

و تسلط - پس اسلام کا خلیفه هو نهیں سکتا جب تک اس آیت کے بموجب زمین پر کامل حکومت و اختیار آسے حاصل نهو - وه مسیحیت کے پوپ کی طرح محض ایک آسمانی و دینی اقتدار نهیں هے جسکے لیے دلوں کا اعتقاد اور پیشانیوں کا سجده کافی هو - وه کامل معنوں میں سلطنت و فرمانروائی هے - اسلام کے قانون میں دینی و روحانی اقتدار خدا و رسول کے سوا کوئی انسانی وجود نهیں رکھتا - ایسے اقتدار کو قرآن نے شرک قرار دیا هے - اسکا مٹانا اُس کے ظهور کا پهلا کام تها : اتخذوا احبارهم و رهبانهم ارباباً مـــن دون اللـــه - (۹ : ۳۲) اور ما کان لبشر ان یوتیه الله الکتاب و الحکم و النبوة ' ثم یقول للناس کونوا عباداً لي من دون الله ' و لکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون - (۲ : ۷۹)

الله کے تمام وعدوں کی طرح یه وعده بهی پورا هوا - آٹهه نو سال بعد جب داعی اسلام دنیا سے تشریف لیگئے تو تمام جزیرۂ عرب مسلمانوں کے قبضه میں آچکا تها اور رومیوں کے مقابله کیلیے اسلامی فوجیں مدینه سے نکل رهی تهیں - اس سلسلۂ خلافت اسلامیه کا پهلا خلیفة الله خود حضرة داعی اسلام (صلی الله علیه و سلم) کا وجود مقدس تها ' اور آپنے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ خلفاء سے تعبیر فرماکر واضح کردیا تها که وه آپکے نائب اور قائم مقام هونگے - " علیکم بسنتي و سنة خلفاء الراشدین " (ابن ماجه عن العرباض بن ساریه) و امثالها - آپکے بعد حضرة ابوبکر رضي الله عنه جب جانشین هوے تو وه خلیفۂ رسول الله تهے -

(خلافت خاصه و خلافت ملوکي)

آنحضرة کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم هوگئی - خود آنحضرت نے نه صرف ان دو سلسلوں کی پیشتر سے خبر هی دیدی تهی ' بلکه اُنکے تمام علائم و خصائص صاف صاف بیان کردیے تهے اس بارے میں جو احادیث موجود هیں ' وه کثرت طرق و شهرت متن و قبول طبقات کی بنا پر حد تواتر تک پهنچ چکی هیں - پهلا سلسلۂ خلافت خلفاء راشدین مهدیین کا تها جنکی خلافت منهاج نبوة پر تهی - وه صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشیں اور جامعیة شخص رسالة کے قائم مقام تهے - یعنی انکا طریق کار تهیک تهیک طریق نبوت کے مطابق تها اور اسلیے گویا عهد نبوت کا ایک آخری جزء - اور جس طرح وجود

نبوۃ میں مختلف حیثیتوں کا اجتماع تھا ' اسي طرح آنکي شخصیت بھي جامع و حاوي تھي - دیني دعوۃ اور شرعي اجتہاد و امر ' حکومت و فرمانروائي اور قوام و نظام شرع ' نظام شریعت اور نظام سیاست ' یہ سب آنکي ذات میں اکٹھے تھے - آنکي حکومت سچے اور حقیقي اسلامي نظام پر تھي - یعني حکومت شوري ' جسکو آجکل کي زبان میں ایک ناقص تشبیه کے ساتھہ ري پبلک کہہ سکتے ھیں - یہ سلسلہ حضرۃ علي علیه السلام پر ختم ھوگیا -

دوسرا سلسلۂ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و پادشاھت کا تھا ' جبکہ عجمي بدعتیں خالص اسلامي و عربي تمدن سے ملکر ایک نیا دور شروع کر رھي تھیں - یہ سلسلۂ خلافت اگرچہ بعد کي خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سلسلے سے اقرب تھا ' لیکن خلافت راشدہ کے حقیقي خصائص ناپید ھوگئے تھے - خلفاء بنو امیۃ سے لیکر آجتک جو سلسلۂ خلافت اسلامیہ جاري ھے' وہ اسي دوسري قسم میں داخل ھے - احادیث میں پہلے سلسلہ کو بوجہ غلبۂ طریق ھدایت و نبوۃ خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ غلبۂ سیاست و شخصیت پادشاھت کے لفظ سے بھي تعبیر کیا گیا ھے " الخلافۃ بعدي ثلاثون عاماً ثم ملک بعد ذلک " اور حدیث ابو ھریرہ " الخلافۃ بالمدینہ و الملک با لشام " ایک دوسري حدیث میں بالترتیب تین دور بتلائے گئے ھیں " نبوۃ و رحمۃ ' ثم خلافۃ و رحمۃ " و في لفظ " خلافۃ علی منہاج النبوۃ ثم یکون ملک عضوض " امیر معاویہ نے اس کي نسبت کہا تھا - ھم نے عہد ملوکي پر قناعت کرلي -

آخري حدیث کے مطابق تین دور ھوے - عہد نبوت و رحمت ' خلافت و رحمت ' پادشاھي اور استبدادي فرمانروائي - پہلا دور آنحضرۃ صلعم کي وفات پر ختم ھوگیا - دوسرا دور في الحقیقت عہد نبوت کا ایک تتمہ اور لازمي جزء تھا (جیسا کہ سلسلۂ دعوۃ و ظہور نبوت اور تکمیل کاروبار شرائع میں ھمیشہ سنۃ اللہ رھي ھے) جو حضرۃ امیر علیه السلام پر ختم ھوگیا - اسکے بعد سے مجرد عہد پادشاھي و استبدادي شروع ھوا جو آجتک جاري ھے - اس دور کي بھي بہت سي مختلف شاخیں علحدہ علحدہ احادیث میں بتلائي گئي تھیں ' اور وہ سب ٹھیک ٹھیک ظہور میں آئیں - نبوت و رحمت کي برکات کي محرومي و فقدان کا ایک تدریجي تنزل تھا ' اور بدعات و فتن کے ظہور و احاطہ کي ایک تدریجي ترقي تھي '

کالحصیر عوداً عوداً ' جو حضرت عثمان کی شہادت سے شروع ہوئي ' اور جسقدر عہد نبوت سے دوري بڑھتي گئي ' اُتني ھي عہد نبوت اور خلافت رحمت کي سعادتوں سے امت محروم ہوتي گئي - یہ محرومي صرف امامت و خلافت کبری کے معاملہ ھي میں نہیں ہوئي ' بلکہ قوام امت کي اونچي اور اُصولي باتوں سے لیکر حیات شخصي و انفرادي کي اعتقادي و عملي جزئیات تک ' ساري باتوں کا یہي حال ہوا - فتنۂ و فساد کے اس سیلاب کو صرف ایک دیوار روکے ہوے تھي جو بقول حضرۃ حذیفہ (اعلم الصحابۃ بالفتن) حضرۃ عمر (رض) کا رجود تھا - جونہي یہ بنیان مرصوص هٹي ' وہ سیلاب عظیم اُمنڈا ' اور پھر کوئي سد و بند اُسکي راہ نہ روک سکا - اسي سیلاب کو حضرۃ حذیفہ کي روایت میں " التي تموج کموج البحر " سے تعبیر کیا گیا تھا - یعني سمندر کي موجوں کي طرح اسکي موجیں اُٹھینگي - سو واقعي اُٹھیں ' اور دور خلافت و رحمت اور " خلافۃ علی منہاج النبوۃ " کي عظیم الشان عمارت اسکے طلاطم و طغیان میں آناً فاناً بہہ گئي -

احادیث میں نہایت کثرت کے ساتھہ اسلام کے ایک آخري دور کي بھي خبر دي گئي ھے جو اپنے برکات کے اعتبار سے دور اول کے خصائص تازہ کردیگا ' اور جسکا حال یہ ہوگا کہ " لا یدري اولہا خیر ام آخرها " نہیں کہا جاسکتا کہ اُمت کي ابتدا زیادہ کامیاب تھي یا اُسکا اختتام ؟ یہي وہ آخري زمانہ ہوگا جب اللہ کا اعلان اپنے کامل معنوں میں پورا ہوکر رهیگا کہ :

دین اسلام اور اُسکا رسول اسلیے آیا تا کہ تمام دینوں اور قوموں پر بالاخر غالب ہوکر رهے (کیونکہ آخري غلبہ صرف اصلح کیلیے ھے اور تمام دینوں میں اصلح صرف اسلام ھي ھے)	لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (٩:٦١)

یہي وجہ ھے کہ مایوسیوں اور نامرادیوں کي اس عالمگیر تاریکي میں بھي جو آج چاروں طرف پھیلي ہوئي ھے ' ایک مومن قلب کیلیے فتح و اقبال کي روشنیاں برابر چمک رهي ھیں - بلکہ جسقدر تاریکي بڑھتي جاتي ھے ' اُتنا ھي زیادہ طلوع صبح کا وقت قریب آتا جاتا ھے : الا ' ان نصر اللہ ھي قریب !

تفاوت ست میان شنیدن من و تو
تو بستن در و من فتح باب مي شنوم !

(عہد اجتماع و ائتلاف ' و دور اشتات و انتشار)

آپ آزردہ خاطر نہوں اگر موضوع کي وسعت چند لمحوں کيليے مجھے اپنے اطراف و جوانب کي طرف بے اختيار مائل کرلے - اس مقام کي مزيد و ضاحت کيليے بہتر ہوگا کہ دو خاص اصطلاحي لفظوں کے معاني پر آپ پہلے غور کرليں - ايک " اجتماع " اور " ائتلاف " ھے - دوسرا " اشتات " اور " انتشار " ھے - نہ صرف امة اسلاميہ بلکہ تمام اقوام و امم عالم کي موت و حيات' ترقي و تنزل ' اور سعادت و شقاوت کے جو اصولي اسباب و مراتب قران حکيم نے بيان کيے ھيں ' انکي سب سے زيادہ اھم حقيقت انھي الفاظ کے اندر پوشيدہ ھے - " اجتماع " کے معني ھيں " ضم الشئي بتقريب بعضہ من بعض " (مفردات امام راغب : ۹٥) يعني مختلف چيزوں کا باھم اکٹھا ھو جانا - اور ائتلاف " الف " سے ھے - اسکے معني ھيں " ما جمع من اجزاء مختلفة ' و رتب ترتيباً ' قدم فيه ما حقه أن يقدم ' و اخر فيه ما حقه أن يؤخر " (مفردات : ۱۹) يعني مختلف چيزوں کا اس تناسب اور ترتيب کے ساتھہ اکٹھا ھوجانا کہ جس چيز کو جس جگہ ھونا چاھيے وھي جگہ آسے ملے - جو پہلے ھونے کي حقدار ھے وہ پہلے رھے - جسکو آخري جگہ ملني چاھيے ' وہ آخري جگہ پائے - " عہد اجتماع و ائتلاف " سے مقصود وہ حالت ھے جب مختلف کارکن قوتيں کسي ايک مقام ' ايک مرکز ' ايک سلسلے ' ايک وجود ' ايک طاقت ' اور ايک فرد واحد ميں اپني قدرتي اور مناسب ترکيب و ترتيب کے ساتھہ اکٹھي ھو جاتي ھيں ' اور تمام مواد' قوى ' اعمال ' اور افراد پر ايک اجتماعي وانضمامي دور طاري ھو جاتا ھے - بحديکہ ھر قوت اکٹھي ' ھر عمل با ھمدگر جڑا اور ملا ھوا ' ھرچيز بندھي اور سمٹي ھوئي ' ھر فرد زنجير کي کڑيوں کي طرح ايک دوسرے سے متحد و متصل ھوتا ھے - کسي چيز ' کسي گوشے ' کسى عمل ميں علحدگي ' جدائي ' انتشار ' اور الگ الگ ' جزء جزء ' فرد فرد ' ھوکر رھنے والي حالت نہيں ھوتي - مادہ ميں جب يہ اجتماع و انضمام پيدا ھوجاتا ھے ' تو اسى سے تخليق و تکوين اور وجود و ھستي کے تمام مراتب ظہور ميں آتے ھيں - اِسي کو قران حکيم نے اپنى اصطلاح ميں مرتبۂ " تخليق " و " تسويہ " سے بھي تعبير کيا ھے : الذى خلق فسوى (۸۷ : ۲) بس زندگى اور وجود نہيں ھے مگر اجتماع و ائتلاف' اور موت وفنا نہيں ھے مگر اسکا ضد - يہي حالت جب افعال و اعمال پر طاري ھوتي ھے تو اخلاق کى زبان ميں اسکو " خير " اور شريعة

كي زبان ميں "عمل صالح" اور "حسنات" كہتے هيں - جب جسم انساني پر طاري هوتي هے تو طب كي اصطلاح ميں "تندرستي" سے تعبير كي جاتي هے اور حكيم كہتا هے كه يه "زندگي" هے - اور پهر يهي حالت هے كه جب قومي وملي زندگي كي قوتوں اور عملوں پر طاری هو جاتي هے تو اُسكا نام "حيات قومي و اجتماعي" هوتا هے ' اور اُسكا ظهور قومي اقبال و ترقي اور نفوذ و تسلط كي شكل ميں دنيا ديكهتي هے - الفاظ بہت سے هيں مگر معني ايک هے - مظاهر گو مختلف هيں مگر تمام كارخانۀ كائنات ميں اُس حكيم يگانۀ و واحد كي ذات كي طرح' اُسكا قانون حيات و وجود بهي ايک هي هے :

عبارا تنا شتي و حسنک واحد
وكل الى ذاک الجمال يشير!

اس حالت كا ضد "اشتات و انتشار" هے - "اشتات" "شتت" سے هے جسكے معني لغة ميں "تفريق" اور الگ الگ هو جانے كے هيں - "يقال شت جمعهم شتا و شتاتاً ' و جاؤا اشتا تاً - اى متفرقى النظام" (مفردات : ۲۵۶) قرآن حكيم ميں هے : يومئذ يصدر الناس أشتا تا (۶:۹۹) اور من نبات شتى (۵۳:۲۰) اور و قلوبهم شتى (۵۹ : ۱۴) "اى مختلفه - انتشار" "نشر" سے هے - اسكے معني بهي الگ الگ هو جانے كے هيں - يعني تفرق كے - سوره جمعه ميں هے : فاذا قضيت الصلوة فانتشروا - يعني تفرقوا - "اِشتات و انتشار" سے مقصود وه حالت هے جب اجتماع و ائتلاف كے برعكس هر بات ميں الگ الگ هو جانے ' متفرق اور پراگنده هونے ' اور باهمدگر علحدگي و بيگانگي كي حالت طاري هو جاے - مواد ميں ' قوىٰ ميں ' اعمال ميں ' افراد ميں ' هر بات ميں پہلي حالت سے ضد اور عكس كي حالت پيدا هو جاے - يه حالت جب ماده پر طاري هوتي هے تو "تكوين" كي جگه "فساد" اور "وجود" كي جگه "عدم و فنا" كا اُسپر اطلاق هوتا هے - جسم پر طاري هوتي هے تو اُسكا نام پہلے "بيماري" اور پهر "موت" هے - اعمال پر طاري هوتي هے تو اُسي كو قرآن حكيم اپني اصطلاح ميں "عمل سوء" اور "عصيان" سے تعبير كرتا هے - اور پهر يهي چيز هے كه جب قوموں اور امتوں كي اجتماعي زندگي پر طاري هوجاتي هے تو دنيا ديكهتي هے كه اقبال كي جگه ادبار' عروج كي جگه تسفل' ترقي كي جگه تنزل' عظمت كي جگه ذلت ' حكومت كي جگه محكومي ' اور بالآخر زندگي كي جگه موت اُس پر چها گئي هے !

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جابجا " اجتماع و ائتلاف " کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد ، اور اسلیے انسان کیلیے اللہ کی جانب سے سب سے بڑی رحمت و نعمت قرار دیا ہے' اور اسکو " اعتصام بحبل اللہ " اور اسی طرح کی تعبیرات عظیمہ سے موسوم کیا ہے - مسلمانوں کے اولین مادۂ تکوین امت یعنی اہل عرب کو مخاطب کرکے اور پھر تمام عرب و عجم سے فرمایا :

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا ! و اذکروا نعمت اللہ علیکم ان کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمۃ اخوانا - (۲ : ۱۰۳)

سب مل جلکر اور پوری طرح اکٹھے ہوکر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو - سب کے ہاتھہ اسی ایک حبل اللہ سے وابستہ ہوں - اللہ کے اس احسان و رحمت کو نہ بھولو کہ کیسی عظیم الشان نعمت ہے جس سے تم سرفراز کیے گئے ؟ تمہارا حال یہ تھا کہ بالکل بکھرے ہوے اور ایک دوسرے سے ٹوٹے ہوے تھے - باہمدگر دشمن و مخالف - لیکن اللہ نے اپنے رسول اور اپنی تعلیم حق کے ذریعہ تم سب کو باہم ملادیا اور اکٹھا کردیا - پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے تواب بھائی بھائی ہوگئے !

اسکے بعد فرمایا کہ اشتات و انتشار کی زندگی کو بقاؤ قیام نہیں ہوسکتا - وہ ہلاکی کی ایک آگ ہے جسکے دھکتے ہوے شعلوں کے اوپر کبھی قومی زندگی نشو و نما نہیں پاسکتی :

و کنتم علی شفا حفرۃ من النار ' فانقذکم منہا - کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تہتدون - (۲ : ۱۰۳)

اور تمہارا یہ حال تھا کہ آگ کے دھکتے ہوے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے' پر اللہ نے تمہیں بچا لیا - اللہ تعالی اپنے فضل و رحمت کی نشانیاں اسی طرح تم پر کھولتا ہے تا کہ تم کامیابی کی راہ پالو !

یہ بھی جا بجا بتلادیا کہ قوموں اور ملکوں میں اس اجتماع و ائتلاف کی صالح و حقیقی زندگی کا پیدا کردینا محض انسانی و ارضی تدبیر و سعی سے ممکن نہیں - دنیا میں کوئی انسانی تدبیر امت نہیں پیدا کرسکتی - یہ بات صرف اللہ ہی کی توفیق و رحمت اور اُسکی وحی و تنزیل کی آسمانی طاقت پر موقوف ہے کہ بکھرے ہوے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بنادے :

لو انفقت ما في الارض جميعا ' ما الفت بين قلوبهم - ولكن الله الف بينهم - انه عزيز حكيم (٨ : ٦٨)

اگر تم زمین کا سارا خزانہ بھی خرچ کردالتے جب بھی ان بکھرے ہوے اور اختلاف وتفریق میں ڈوبے ہوے دلوں کو محبت و اتحاد کے ساتھہ جوڑ نہیں سکتے تھے - یہ اللہ ھی کا فضل ھے جس نے متفرق دلوں کو اکٹھا کردیا -

اور اسی لیے قرآن حکیم ظہور شریعت و نزول وحی کا پہلا نتیجہ اجتماع وائتلاف قرار دیتا ھے ' اور بار بار کہتا ھے کہ تفرقۂ و انتشار شریعت و اسلام کے کے ساتھہ جمع نہیں ھوسکتے - اور اسیلیے یہ نتیجہ شریعت سے بغی و عدوان اور اسکو بالکل ترک کردینے کا ھے : فما اختلفوا حتی جاء هم العلم(١٣ : ٩٣) و آتیذا هم بیئات من الامر' فما اختلفوا الا من بعد ماجاء هم العلم بغیاً بینهم (١٥ : ١٦) ولا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاء هم البیئات (٣ : ١٠٤)

اور اسی بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام " جماعت " رکھا ھے ' اور جماعت سے علحدگی کو " جاهلیة " اور " حیاة جاهلی " سے تعبیر کیا ھے ' جیساکہ آگے بالتفصیل آئیگا : " من فارق الجماعه ' فمات ' فمیتة جاهلیه " وغیر ذالک ' اور اسی بنا پر کثرت کے ساتھہ وہ احادیث و آثار موجود ھیں جن میں نہایت شدت کے ساتھہ ھر مسلمان کو ھر حال میں التزام جماعت اور اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ' اگرچہ وہ غیر مستحق ھو ' نا اهل ھو' فاسق ھو' ظالم ھو' کوئی ھو' بشرطیکہ مسلمان ھو اور نماز قائم رکھے (ما اقاموا الصلوة) اور ساتھہ ھی بتلادیا گیا کہ جس شخص نے جماعت سے علحدگی کی راہ اختیار کی تو اُس نے اپنے تئیں شیطان کے حوالے کردیا - یعنی گمراهی اور ٹھوکر اسکے لیے ضروری ھے - زنجیر کا توڑنا مشکل ھے' لیکن کوئی کڑی زنجیر سے الگ ھوگئی ھو تو ایک چھوٹا سا حلقہ ھے جسکو انگوٹھے سے مسل دیا جاسکتا ھے - بندھے ھوے جھاڑو کو کون زور آور ھے جو ایک زور میں دوکردے ؟ لیکن اسی کی الگ الگ سینک کو ٹکڑے ٹکڑے کردینے کیلیے طفل شیر خوار کی انگلیاں بھی پوری طرح مضبوط ھیں - حضرة عمر اپنے خطبوں میں بار بار آنحضرة صلعم سے روایت کرتے " علیکم بالجماعه فان الشیطان مع الفذه و ھو من الاثنین ابعد " دوسری روایت میں ھے " فان الشیطان مع الواحد " یعنی جماعت سے الگ نہو - همیشه جماعت بنکر رھو - کیونکہ جب کوئی تنہا اور الگ ھوا تو شیطان اسکا ساتھی ھے - دو انسان بھی ملکر رھیں تو شیطان اُنسے دور ھے - اتحادی

وجماعتي قوت اُن میں پیدا ہوگئي - اب انپر شیطان کا داؤ نہیں چل سکتا -
یہ الفاظ مشہور خطبۂ جابیہ کے ہیں جو عبد اللہ بن دینار ' عامر بن سعد '
سلیمان بن یسار ' وغیرہم سے مروي ہے ' اور بیہقي نے امام شافعي کے
طریق سے نقل کیا کہ انہوں نے اجماع کے اثبات میں اسي روایت کو
پیش کیا تھا - اسي طرح حدیث متواتر بالمعني " علیکم بالسواد الاعظم "
اور " فانہ من شذ شذ في النار " اور " ید اللہ علی الجماعہ " اور " لا یجمع
اللہ امتي علی الضلالہ " (او کما قال) اور خطبۂ حضرۃ امیر کہ " و ایاکم
و الفرقۃ ' فان الشاذ من الناس للشیطان ' کما ان الشاذ من الغنم للذئب -
الا ' من دعا الی ہذا الشعار فاقتلوہ ولوکان تحت عمامتي ہذا " وغیر ذالک
اس بارے میں معلوم و مشہور ہیں - آخري قول دیگر روایات میں بطریق
مرفوع بھي منقول ہے -

اسي طرح نماز کي جماعت کي نسبت ہر حال میں التـــزام پر
زور دینا ' اور اگرچہ امام نا اہل ہو لیکن سعي قیام اہل کے ساتھہ التزام جماعت
کو بھي جاري رکھنا ' حتی کہ " صلوا خلف کل بر و فاجر " تو اسمیں بھي یہي
حقیقت مضمر ہے کہ زندگي جماعتي زندگي ہے - انفراد وفرقۃ ہرحال میں
بربادي و ہلاکت ہے - پس جماعت سے کسي حال میں باہر نہ ہونا چاہیے '
اور نہ بجز کفر ظاہر و صریح کے امام کي اطاعت سے منحرف ہونا چاہیے -
یہي وجہ ہے کہ اوائل عہد بنو امیہ میں جبکہ صحابۂ کرام کي جماعت ہر
ناحیۂ ملک میں موجود تھي ' تمام صحابہ نے اسپر اجماع کیا کہ گو امراء
بنو امیہ خلافت کے اہل نہیں ' طریق ہدی و سنۃ سے منحرف ہوگئے ' نظام
شوری درہم برہم ہوگیا ' بدعۃ و احداث اور صریح ظلم و جور اُنکا شیوہ ہے -
با ایں ہمہ اُنپر خروج جائز نہیں - اُنہي کي اطاعت کرني چاہیے - اُنہي
کے پیچھے نماز پڑھني چاہیے - اُنہي کو زکواۃ دیني چاہیے - حفظ ملک
و ملت کي راہ میں نکلیں تو اُنہي کے جھنڈے کے نیچے سمع و طاعۃ کے
ساتھہ جمع ہو جانا چاہیے - کما سیاتي تفصیلہ عنقریب -

اور یہي سبب ہے کہ سورۂ فاتحہ میں جو قومي دعا ہر مومن قلب
و لسان کو سکھلائي گئي ' اسمیں متکلم واحد نہیں قرار دیا گیا بلکہ جمع '
حالانکہ وہ دعا فرداً فرداً ہر مومن کي زبان سے نکلنے والي تھي : اہدنا الصراط
المستقیم - فرمایا - " اہدني " نہیں کہا گیا - یہ اسیلیے ہے کہ قران کے نزدیک
فرد اور فرد کي ہستي کوئي شے نہیں ہے - ہستي صرف اجتماع اور جماعت

گئي هے ' اور فرد کا وجود اور اعمال بهي صرف اسي ليے هيں تاکه اُنکے اجتماع و تاليف سے هئيۃ اجتماعيه پيدا هو - اسي ليے اس دعا ميں که حاصل ايمان ' و خلاصۂ قران ' و عصارۂ اسلام هے ' ضمير متکلم جمع آئي ' نه که واحد - اور اسي ليے مسلمانوں کي باهمي ملاقات کے وقت جو امتيازي دعا قرار دي گئي ' وہ بهي بصيغۂ جمع آئي اگرچه مخاطب واحد هو - يعني " السلام عليکم " - " السلام عليک " نهيں قرار ديا گيا - اسي طرح نماز سے باهر آنے کيليے بهي " السلام عليکم " بصيغۂ جمع رکها گيا - واحد کا صيغه استعمال نهيں کيا گيا -

اور اسي بنا پر شريعة نے نه صرف قومي زندگي کيليے جماعت کي پابندي بنياد حيات قرار دي ' بلکه احکام و اعمال کے هر گوشے اور هر شاخ ميں بهي يهي اجتماعي و ائتلافي حيثيت بطور اصل و اساس کے رکهي گئي - نماز کي جماعت خمسه اور جمعه و عيدين کا حال ظاهر هے - حج بجز اجتماع کے اور کچهه نهيں - زکواۃ کي بنياد هي اجتماعي زندگي کا قيام اور هر فرد کے مال و اندوخته ميں جماعت کا ايک حصه قرار ديدينا هے - علاوه بريں اُسکي ادائيگي کا نظام بهي انفرادي حيثيت سے نهيں رکها گيا بلکه جماعتي حيثيت سے - يعني هر فرد کو اپني زکواۃ خود خرچ کرديني کا اختيار نهيں ديا گيا جيسا که بدقسمتي سے آج مسلمان کر رهے هيں اور جو صريح غير شرعي طريقه هے ' بلکه مصارف زکواۃ متعين. کرکے حکم ديا گيا که هر شخص اپني زکواۃ کي رقم امام و خليفۂ وقت کے سپرد کردے - پس اسکے خرچ کي بهي اصلي صورت جماعتي هے نه که انفرادي - يه امام کا کام هے که اسکا مصرف تجويز کرے اور مصارف منصوصه ميں سے جس کام ميں زياده ضرورت ديکهے خرچ کرے - هندوستان ميں اگر امام کا وجود نه تها ' تو جس طرح جمعه و عيدين وغيره کا انتظام عذر کي بنا پر کيا گيا ' زکواۃ کا بهي کرنا تها -

اور پهر يه حقيقت اسقدر واضح هو جاتي هے جب اُن تمام مشهور احاديث پر غور کيا جاے جن ميں مسلمانوں کي متحده قوميت کي تصوير کهينچي گئي هے : " مثل المومنين في توادهم و تراحمهم و تعاطفهم کمثل الجسد الواحد - اذا اشتکی منه عضو ' تداعي له سائر الجسد با لسهر و الحمي " اور " المسلم للمسلم کالبنيان يشد بعضه بعضا " - يعني مسلمانوں کي قوميت ايسي هے جيسے ايک جسم اور اسکے مختلف اعضا - ايک عضو ميں درد هو تو سارا جسم محسوس کرتا هے ' اور اسکي سے چيني اور تکليف ميں

اس طرح حصہ لیتا ہے جیسے خود اسکے اندر درد اُٹھ رہا ہو - اور انکی مثال دیوار کی سی ہے - ہر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتی اور سہارا دیتی ہے - پھر تشبیک اصابع کرکے اسکی تصویر بتلادی - یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں رکھکر دکھلا دیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا ہوا اور متصل ہے - سو ان تمام تصریحات میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفرق اینٹوں کا نام نہیں ہے - دیوار کا نام ہے - الگ الگ اینٹ کاکوئی مستقل وجود نہیں - ہے تو اجتماعی وجود ہے - یعنی دیوار کا ایک جزء ہے ' اور انہی اجزاء کے ملنے سے دیوار متشکل ہوتی ہے -

اور یاد رہے کہ یہ جو نماز میں تسویۂ صفوف پر سخت زور دیا گیا - یعنی صف بندی پر' اور سب کے سروں' سینوں' پانؤں کے ایک سیدھہ میں ہونے پر - " لتسون صفوفکم أو لیخالفن اللہ بین وجوھکم " (بخاری) اور روایت انس کہ " سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ " (بخاری) و فی لفظ " من تمام الصلوۃ " تو اسمیں بھی یہی بھید ہے اور تشریح کا یہ موقعہ نہیں - قرآن و سنت کی تصریحات و حکمیات اس بارے میں اسقدر کثرت سے اور محتاج تفسیر و کشف ہیں کہ ایک ضخیم مجلد مطلوب - تفسیر البیان میں مفصل لکھہ چکا ہوں -

(جمع و تفرقۂ قوی و مناصب)

حضرات ! اس قانون الہی کے مطابق مسلمانوں کی قومی زندگی وعروج کا اصلی دور رہی تھا ' جب اُنکی قومی و انفرادی' مادی و معنوی' اعتقادی و عملی زندگی پر اجتماع و ائتلاف کی رحمت طاری تھی ' اور اُنکے تنزل و ادبار کی اصلی بنیاد اُسی دن پڑی' جب اجتماع و ائتلاف کی جگہ اشتات و انتشار کی نحوست چھانی شروع ہوگئی - ابتدا میں ہر مادہ مجتمع تھا ' ہر طاقت سمٹی ہوئی تھی' ہر چیز بندھی ہوئی تھی' لیکن بہ تدریج تفرقۂ و انتشار کی ایسی ہوا چلی کہ ہر بندھن کھلا ' ہر جماؤ میں پھیلاؤ ہوا ' ہر ملی جلی اور اکٹھی طاقت الگ الگ ہوکر منتشر اور تتر بتر ہوگئی - قرآن حکیم کے بتلائے ہوے قانون تنزل اقوام کے مطابق یہ حالت ہر چیز اور ہر گوشۂ وجود و عمل پر طاری ہوئی' اور ایک ہزار برس پر تین صدیاں گزرچکی ہیں کہ برابر طاری ہو رہی اور بڑھتی جاتی ہے - لوگ اسباب تنزل امت پر بحث کرتے اور پھر طرح طرح کی علتیں ٹھہراتے اور طرح طرح کے ناموں سے

موسوم کرتے ھیں ' حالانکہ دراصل قرآن و سنۃ اور عقلیات صادقہ کے نزدیک تنزل کے تمام فسادات و نتائج صرف اِسي ایک چیز کا نتیجہ ھیں - اس ایک حقیقت کو کتنے ھي مختلف ناموں سے پکار لو ' مگر اصلي علت اسکے سوا کوئي نہیں ھے -

قوتوں کے انتشار کا دور ساري چیزوں پر طاري ھوا ' لیکن یہاں صرف ایک ھي پہلو واضح کرنا مقصود ھے - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اسلامي طاقت کي اصلي شخصیت تھي - آپ جب دنیا سے تشریف لیگئے تو صرف ایک داعي شریعت یا حامل وحي ھي کي جگہ خالي نہیں ھوئي ' بلکہ اُن ساري قوتوں ' سارے منصبوں ' ساري حیثیتوں ' اور ھر طرح کے نظري و عملي اختیارات و قوی کي ' جو آپکي شخصیت مقدسہ میں اکٹھي تھیں ' اور جنکا آپکے تنہا وجود مقدس میں جمع ھونا اسلام کي شرعي و دیني خصوصیات میں سے تھا - اسلام کا داعي مسیحیت کے مقدس پہاڑي واعظ کي طرح صرف ایک اخلاقي معلم ھي نہ تھا ' اور نہ دنیا کے فاتح حکمرانوں کي طرح محض ایک جہانگیر اور عالم ستان شہنشاہ - اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جہانباني سے الگ نہیں رکھا - وہ تو یہ سکھلانے آیا تھا کہ دین اور دنیا دو نہیں ایک ھي چیز ھیں ' اور شریعت سے حکومت و سلطنت الگ نہیں ھے ' بلکہ سچي حکومت اور خدا کي مرضي کے مطابق سلطنت وھي ھے جسکو شریعت نے خود پیدا کیا ھو ' خود اپني گودوں میں پالا ھو ' اور اُسکے تاج و تخت کے اندر بیٹھکر جسم کیلیے روح کي طرح کام کر رھي ھو - پس اسلام کے داعي اول کا وجود ایک ھي وقت میں اُن تمام حیثیتوں اور منصبوں کا جامع تھا ' جو ھمیشہ دنیا کي صدھا مختلف شخصیتوں کے اندر منقسم رھي ھیں - وہ اللہ کا پیغامبر تھا ' شریعت کا مقنن تھا ' امت کا باني تھا ' ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا - وہ پتوں اور چھال سے پٹي ھوئي مسجد کے ممبر پر وحي الٰہي کا ترجمان اور انساني سعـــادت و ھدایت کا واعظ تھا ' تو اُسي کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدان جنـگ میں بھیجنے کیلیے طیار کرنے والا بھي تھا - وہ ایک ھي وقت اور ایک ھي زندگي میں جبکہ گھرونکا نظام معاشرت درست کرتا اور نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا تھا ' تو ساتھہ ھي بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ بھي روکتا ' اور مکہ کي گھاٹیوں میں سے ایک فاتح حکمراں کي طرح گزرتا تھا - غرضکہ اُسکي ایک شخصیت

کے اندر مختلف حیثیتیں اور منصب جمع تھے، اور اسلام کا نظام دینی یہی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع رہیں - جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو خلفاء راشدین کی خلافت خاصہ اسی اجتماع قوی و مناصب کی نیابت کاملہ پر قائم ہوئی، اور اسی لیے اُسکو " منہاج نبوۃ " سے تعبیر کیا گیا - یعنی یہ نیابت ٹھیک ٹھیک ہر لحاظ اور ہر پہلو سے شخص جامع نبوۃ کی سچی قائمقامی اپنے اندر رکھتی تھی - منصب نبوۃ مختلف اجزاء نظر و عمل سے مرکب ہے - ازاں جملہ ایک جزء وحی و تنزیل کا مورد ہونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا ہے - یعنی قانون وضع کرنا اور اسکے وضع و قیام کی معصومانہ و غیر مسئولانہ قوت - اس جزء کے اعتبار سے تو نبوت آپکے وجود پر ختم ہوچکی تھی اور قیامت تک کیلیے شریعت و قانون کے وضع و قیام کا معاملہ کامل ہوچکا تھا - جب نعمت کامل ہوگئی تو پھر کامل چیز ہی کو ہمیشہ باقی رہنا چاہیے - اسکی جگہ کسی دوسری چیز کا آنا نقص کا ظہور ہوگا نہ کہ تکمیل کار کا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی، ورضیت لکم الاسلام دینا (۵ : ۴) لیکن منصب نبوت اس اصلی جزء کے ساتھہ بہت سے تبعی اجزاء پر بھی مشتمل تھا، اور ضرور تھا کہ اُنکا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے - امت کے قیام اور سعادت و ہدایت کے بقاء کیلیے اُنکا سلسلہ تا قیامت جاری رہنے والا تھا اور جاری رہا - اس چیز کو مختلف احادیث میں مختلف تعبیرات سے موسوم کیا ہے - حضرۃ عمر کیلیے " محدث " (بالفتح) کا مقام بتلایا گیا - علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا - انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی - مبشرات صادقہ کو نبوت کا چالیسواں جزء قرار دیا - " لم یبق الا المبشرات " حدیث تجدید بھی اسی سلسلہ میں داخل ہے - پس خلفاء راشدین کو جو نیابت پہنچی، اُسمیں وحی و تشریع کی قائم مقامی تو نہیں ہوسکتی تھی، لیکن اور تمام اجزاء و خصائص نبوت کی نیابت داخل تھی - پھر چونکہ داعی اسلام کا وجود نبوت کے ساتھہ خلافت ارضی، حکومت و سلطنت، نظام و قوام سیاست، قیادۃ فوج و حرب، فتح و عمران ممالک، ریاست مجالس شوری، وغیرہ، جہاں بانی و حکمرانی کے تمام منصب تنہا اپنی شخصیت ہی کے اندر رکھتا تھا، اسلیے ٹھیک ٹھیک اسی طرح خلافت خاصہ میں بھی خلفاء راشدین کا تنہا وجود ان ساری نظری و عملی قوتوں اور تمام منصبوں کا جامع ہوا - وہ ایک ہی وجود کے اندر صاحب امامت

و خلافت بھي تھے ' صاحب اجتہاد و قضاء بھي تھے ' اور صاحب سیاست و نظم احکام و بلاد بھي تھے - اصلاً " امامت کبری " کا مقام اجتہاد دیني اور سیاست ملکي ' دونوں پر حاوي ھے - اسلیے آنکي امامت میں یه دونوں قسمیں اپني تمام شاخوں کے ساتھه اکٹھي تھیں - حضرۃ عمر مسجد کے دار الشوری میں مسائل شرعیه کا به حیثیت ایک مجتہد کے فیصله کرتے تھے ' عدالت میں مقدمات سنتے تھے ' اور دیوان فوجي میں فوجوں کو تنخواہ بھي بانٹتے تھے - اگر وہ نماز جنازہ کي معین تکبیرات پر صحابه کا اجماع کراتے تھے' تو راتوں کو شہر میں گشت لگاکر احتساب کا فرض بھي ادا کرتے تھے - میدان جنگ میں احکام بھي وھي بھیجتے' اور روم کے سفیر کو به حیثیت شہنشاہ اسلام اپنے سامنے بھي وھي بلاتے -

اسي طرح نبوت کا مقام ' تعلیم و تربیت امت کي مختلف قوتوں سے مرکب تھا - قران حکیم نے انکو تین اصولي قسموں میں بانٹ دیا ھے :

یتلو علیهم آیاته ' و یزکیهم ' و یعلمهم الکتاب و الحکمة (۶۲ : ۳) تلاوت آیات - تزکیۂ نفوس - تعلیم کتاب و حکمت - خلفاء راشدین ان تینوں منصبوں میں وجود نبوت کے نائب تھے - وہ منصب اجتہاد و قضاء شرع کے ساتھه قوت ارشاد و تزکیۂ و تربیت بھي رکھتے تھے - وہ ایک صاحب وحي کي طرح خدا کے کلام کي منادي کرنے والے ' ایک نبي کي طرح دلوں کا تزکیه اور روحوں کو پاک کردینے والے ' اور ایک رسول کي طرح تعلیم کتاب اور حکمت سنة سے امت کي تربیت و پرورش کرنے والے تھے - وہ ایک ھي وجود میں ابو حنیفۂ و شافعي بھي تھے (رح) اور جنید و شبلي بھي (رح) - نخعي و حماد بھي تھے ' اور ابن معین و ابن راھویه بھي (رح) - جسموں کا نظام بھي آنھي کے ھاتھوں میں تھا - دلوں کي حکمراني بھي آنھی کے قبضه میں تھي - یہي حقیقي اور کامل معني منصب نبوت کي نیابت کے ھیں - اور اسي لیے اُنکا وجود اور انکے اعمال بھي اعمال نبوت کا ایک آخري جزء تھے که " علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین" اور اسي لیے " وعضوا علیها بالنواجذ " کے حکم میں نه صرف سنة عہد نبوت ' بلکه خلافت راشدۂ و خاصه کي سنة بھي داخل ھوئي ' اور شرح اس سر الہي کي بہت طولاني ھے - یہاں محض اشارات مطلوب -

لیکن جیسا کہ پہلے سے خبر دیدی گئی تھی، اجتماع و ائتلاف کی یہ حالت حضرۃ علی علیہ السلام پر ختم ہوگئی، اور اسکے بعد سے اشتات و انتشار کا دور شروع ہوا - ازانجملہ مرکزی قوتوں اور منصبوں کا انتشار واشتات تھا، جس نے فی الحقیقت امت کا تمام نظام شرعی و اصلی درہم برہم کردیا - خلافت خاصہ کے بعد یہ ساری یکجا قوتیں الگ الگ ہوگئیں - ایک وجود کی جگہ مختلف وجودوں میں انکا ظہور اور نشوء و نما ہوا - حکومت و فرماں روائی کا ٹکرہ الگ ہوکر مجرد پادشاہی کی شکل میں آگیا - اسی کی طرف اشارہ تھا " الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم ملک " سو واقعی اسکے بعد صرف پادشاہی ہی رہگئی - اجتہاد اور قضاء شرعی کا جزء خلافت سے الگ ہوا تو مجتہدین و فقہاء کی ایک الگ جماعت پیدا ہوگئی - انہوں نے یہ کام سنبھالا - اسی طرح تعلیم و تربیت روحانی کے کارو بار سے نظام حکومت بالکل الگ ہوگیا - پہلے خلافۃ کی ایک ہی بیعت تمام مقاصد کی کفیل تھی - اب خلیفہ کا وجود محض پادشاہی کیلیے اور فقہاء کا وجود مجرد استنباط احکام و مسائل کیلیے رہگیا، تو تزکیۂ نفوس اور ارشاد قلوب کیلیے ایک دوسری بیعت مستقلاً قائم ہوئی، جو بیعت توبۂ و ارشاد ہوئی، اور اسطرح اصحاب طریقت و تصوف کی بنیاد پڑی - پہلے صرف ایک وجود تھا - وہ پادشاہ، مجتہد، مرشد و ھادی، قاضی القضاۃ، سپہ سالار جنگ، میر عدل و احتساب، سب کچھہ تھا - اب یہ ساری قوتیں الگ الگ ہوگئیں - حکومت و فرمانروائی الگ ایک وجود میں آئی - اجتہاد و تفقہ کیلیے دوسرا وجود مرکز بنا - قضاء کیلیے تیسرا - ارشاد و تزکیۂ قلوب کیلیے چوتھا - و ھلم جرا - اسطرح عہد اجتماع قوی و مناصب کے بعد دور انتشار قوی و مناصب شروع ہوکر رفتہ رفتہ کمال ظہور و بلوغ تک پہنچ گیا - حتی کہ یہ تمام قوتیں اسطرح ایک دوسرے سے بیگانہ ؤ مخالف ہوگئیں کہ یا تو ایک ہی وجود میں جمع تھیں، یا اب مختلف وجودوں میں بٹ کر بھی متفق نہ رہسکیں - صرف اختلاف تعدد و تنوع ہی نہیں رہا، بلکہ اختلاف تضاد کی شکل پیدا ہوگئی - یہی سب سے بڑی مصیبت و ھلاکت تھی جو امت پر طاری ہوئی - مسلمانوں کے تنزل و ادبار کی اصلی علت یہ ہے - وہ افسانے نہیں ہیں جن میں تم سر مست ہو - افسوس کہ سطحی و جزئی حالات کے استغراق نے اصلی اسباب و علل پر غور کرنے کی تمہیں کبھی مہلت نہ دی، اور نہ بحث و نظر میں یورپ کی تقلید سے آزاد ہوسکے کہ خالص اسلامی نظر سے اسباب ترقی و تنزل پر تدبر کرتے !

غرضکہ خلافت راشدہ کے بعد جو سلسلۂ خلافت قائم ہوا ' وہ خواہ قرشي رہا ہو یا غیر قرشي ' مجرد ملوکي و پادشاہي کا سلسلہ تھا ' اور بجز چند مستثنیٰ اوقات کے (جیسا کہ عہد حضرۃ عمر بن عبد العزیز) یہ نیابت نبوت کے آرتمام اجزاء سے یکقلم خالي تھا - منصب بٹ چکے تھے اور قوتیں منتشر ہوچکي تھیں - البتہ جو انقلاب سلطان عبد الحمید خان کے زمانے میں ہوا اور جسکا نتیجہ سلاطین عثمانیہ کي خلافت کا طریق استبدادي و شخصي سے طریق شوریٰ میں تبدیل ہوجانا ہے اور جس دور کے اولین خلیفہ سلطان محمد خان خامس اعلی اللہ مقامہ تھے ' سو بلا شبہ یہ خلافت راشدہ کي طرف عود و رجعت کا ایک مبارک قدم تھا ' جسکے لیے شوریٰ اور پارلیمنٹ کا ہونا سب سے پہلي شرط ہے - لیکن ان جزئي مستثنیات کے علاوہ عام حالات و خصائص ہر دور اور ہر سلسلے کے وہي رہے جو ایک جامع لفظ " ملک عضوض " میں بتلادیے گئے تھے ' اور اسمیں کبھي کوئي نمایاں اور پائدار تبدیلي نہ ہوئی -

(اطاعت خلیفہ والتزام جماعۃ)

اس اجمالي تمہید کے بعد سب سے زیادہ اہم مسئلہ سامنے آتا ہے - یعنے اسلام کا وہ نظام شرعي جو ہر مسلمان کو خلیفۂ وقت کي معرفت اور اطاعت پر اسي طرح مجبور کرتا ہے ' جس طرح اللہ اور اسکے رسول کي اطاعت پر ' جب تک کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے خلاف کوئي حکم نہ دے - میں چاہتا ہوں کہ کسي قدر وضاحت کے ساتھہ اس مسئلہ کي تشریح کردوں - اسلام کا قانون اس بارے میں اپني تمام شاخوں اور تعلیموں کي طرح فی الحقیقت کائنات ہستي کے قدرتي نظام کا ایک جزء اور قوام ہستي کي زنجیر فطرۃ کي ایک قدرتي کڑي ہے - کائنات کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کي قدرت و سنۃ ایک خاص نظام پر کار فرما ہے جسکو قانون " مرکزیۃ " یا قانون " دوائر " سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - یعني قدرت نے خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کیلیے ہر جگہ اور ہر شاخ وجود میں یہ صورت اختیار کر رکھي ہے کہ کوئي ایک وجود تو بمنزلۂ نقطۂ مرکز کے ہوتا ہے ' اور بقیہ اجسام ایک دائرہ کي شکل میں اسکے چاروں طرف وجود پاتے ہیں ' اور پورے دائرہ کي زندگي اور بقاء صرف اس مرکزي وجود کي زندگي اور بقا پر موقوف ہوتي ہے - اگر ایک چشم زدن کیلیے بھي دائرہ کے اجسام اپنے مرکز سے الگ ہوجائیں ' یا مرکز کي اطاعت و انقیاد سے باہر ہوجائیں ' تو معاً نظام

هستي درهم برهم هوجاے اور دائرہ کي اکيلي هستياں مرکز سے الگ رهکر کبهي قائم و باقي نه رهسکيں - مرکز سے مفارقت اور تخلف کے ساتهه هي فناؤ هلاکت آنپر طاري هوجاے - يهي وہ حقيقت هے جسکو بعض اصحاب اشارات و کشف نے يوں تعبير کيا که " الحقيقه کالکرہ " يه قانون مرکزية و دوائر نظام هستي کے هر جزء اور هر حصه ميں صاف صاف ديکها جاسکتا هے - يه نظام شمسي جو همارے اوپر هے ' ستاروں کي يه گنجان آبادي ' کروں کا يه صحرا بے کنار ' زندگي اور حرکت کا يه محير العقول طلسم ' کيا هے ؟ کس نظام پر يه پورا کارخانه چل رها هے ؟ اسي قانون مرکزية پر - متحرک سياروں کے حلقے اور دائرے هيں ' اور هر دائرہ کا نقطۂ حيات و بقا سورج کا مرکزي نقطه هے - تمام ستارے اپنے اپنے کعبۂ مرکز کا طواف کررهے هيں اور هر دائرہ کي ساري زندگي اور بقا صرف مرکز شمسي کي اطاعت و انقياد پر موقوف هے : ذلک تقدير العزيز العليم - خود هماري زمين بهي ايک ايسے هي دائرہ کي ايک کڑي هے اور شب و روز اپنے مرکز کے طواف و انقياد ميں مشغول هے - هر ستارے کے طواف و دوران کيليے حکمت الهي نے ايک خاص راہ اور ايک خاص زمانه قرار ديديا هے - اور وہ اُس سے باهر نهيں جاسکتا - سب بحکم وله اسلم من في السماوات والارض (۲ : ۸۳) اور ان الله يسجدله من في السماوات ومن في الارض والشمس والقمر والنجوم (۲۲ : ۱۹) خدا کے بنائے هوے قانون کے مطابق اپني اپني جگهوں ميں کام کررهے هيں : لاالشمس ينبغي لها ان تدرک القمر ' ولا الليل سابق النهار ' وکل في فلک يسبحون (۳۶ : ۴۱)

قانون مرکزية کا يه پهلا اور بلند ترين نظارہ تها - اب اسکے بعد جسقدر نيچے اُترتے آئينگے ' اور بلند سے بلند گوشوں سے ليکر چهوٹے سے چهوٹے گوشوں تک نظر ڈالينگے ' هر جگه زندگي اور بقا اسي قانون سے وابسته نظر آئيگي - عالم نباتات ميں درخت کو ديکهو - اسکي ايک مجتمعه وحدة کتني وسيع کثرت سے مرکب هے ؟ ڈاليان هيں ' شاخيں هيں ' پتے هيں ' پهول هيں - ليکن سب کي زندگي ايک هي مرکز يعني جڑ سے وابسته هے - جڑ سے جهاں کوئي شاخ الگ هوئي ' موت و فنا اُسپر طاري هوگئي - آفاق کو چهوڑکر عالم انفس کي طرف آؤ ' اور خود اپنے وجود کو ديکهو جسکے ديکهنے کيليے نظر اُتهانے کي بهي ضرورت نهيں - تمهارا وجود کتنے مختلف ظاهري و باطني اعضاء سے مرکب هے ؟ جسموں اور وجودوں کي ايک پوري بستي هے

جو تم میں آباد ہے - ہر جسم کا فعل ہے اور ایک خاصہ - لیکن دیکھو، یہ ساری آبادی کس طرح ایک ہی مرکز کے آگے سر بسجود ہے ؟ سب کی حیات کا مرکز صرف قلب ہے - اس سے الگ رهکر ایک عضو بھی زندہ نہیں رهسکتا " اذا صلحت ، صلحت کلها ، و اذا فسدت ، فسدت کلها "

اسلام فی الحقیقت سنۃ اللہ اور فطرت اللہ ہی کا دوسرا نام ہے - اگر نوع انسانی کی سعادت و ارتقاء کیلیے قانون اسلام اُسی فاطر السماوات والارض کا بنایا ہوا ہے جسنے تمام کائنات کی زندگی کیلیے ایک خاص نظام بنایا ، تو ضرور ہے کہ دونوں میں اختلاف نہو، بلکہ پہلا قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتی جزء نظر آے، جیسے کسی زنجیر کی ایک کڑی - پس اسلام کا نظام شرعی بھی ٹھیک ٹھیک اسی قانون مرکزیۃ پر قائم ہوا - قران نے یہ حقیقت جابجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیاء کی زندگی اپنے اپنے مراکز سے وابستہ ہے، اسی طرح نوع انسانی اور اسکی جماعت و افراد کا جسمانی و معنوی بقاء بھی قانون مرکزیۃ پر منحصر ہے - جس طرح ستاروں کی زندگی اور حرکت کا مرکز و محور سورج کا وجود ہے - اسی طرح نوع انسانی کا بھی مرکز سعادت انبیاء کرام کا وجود ہے - پس انکی اطاعت و انقیاد بقاء و حیات کیلیے ناگزیر ٹہری : وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (۴ : ۶۸) اور اسی لیے فرمایا : فلا وربك لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ، ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (۴ : ۶۹) اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة - پھر قوم و ملت کے بقاء کیلیے ہر طرح کے دائرے اور ہر طرح کے مرکز قرار دیے - اعتقاد میں اصلی مرکز عقیدۂ توحید کو ٹہرایا جسکے گرد تمام عقائد کا دائرہ قائم ہے : ان اللہ لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (۴ : ۵۲) عبادات میں صلواۃ مرکز قرار پایا جسکے ترک کے بعد تمام دائرۂ اعمال منہدم ہو جاتا ہے - " فمن اقامها اقام الدین ، و من ترکها فقد هدم الدین " - اور اسی لیے یہ بات ہوئی کہ " کان اصحاب رسول اللہ صلعم لا یرون شئیا من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوۃ (ترمذی) اسی طرح تمام قوموں اور ملکوں کا ارضی مرکز سعادت وادی حجاز کا کعبۃ اللہ قرار پایا : جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس - اور چونکہ یہ مرکز ٹہرا ، اسلیے تمام دائرہ کا رخ اسی طرف ہوا - خواہ دنیا کی کسی جہت میں مسلمان ہوں، لیکن اُنکا منہہ اسی طرف ہونا چاهیے : و حیثما کنتم فولوا وجوهکم شطرہ (۲ : ۱۴۵)

پھر جس طرح شخصی اور اعتقادی و عملی زندگی کیلیے مرکز قرار پائے ، ضرور تھا کہ جماعتی اور ملی زندگی کے بقاء کیلیے بھی ایک مرکزی وجود قرار پاتا - لہذا وہ مرکز بھی قرار دیدیا گیا - تمام امت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہرایا - اسکی معیت ، اسکی رفاقت ، اسکی اطاعت ، اسکی حرکت پر حرکت ، اسکے سکون پر سکون ، اسکی طلب پر لبیک ، اسکی دعوۃ پر انفاق جان و مال ، ہر مسلمان کیلیے فرض کردیا گیا - ایسا فرض جسکے بغیر وہ جاهلیۃ کی ظلمت سے نکلکر اسلامی زندگی کی روشنی میں آ نہیں سکتا - اسلام کی اصطلاح میں اسی قومی مرکز کا نام "خلیفہ" اور "امام" ہے ، اور جب تک یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے ، یعنے کتاب و سنۃ کے مطابق اسکا حکم ہے ، ہر مسلمان پر اسکی اطاعت و اعانت اسی طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اسکے رسول کی :

یا ایها الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم - فان تنا زعتم فی شی فردوہ الی اللہ و الرسول ، ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاخر - ذلک خیر و احسن تاویلا - (۴ : ۶۳)	مسلمانو ! اطاعت کرو اللہ کی ، اسکے رسول کی ، اور تم میں جو اولو الامر ہو ، اسکی - پھر اگر کسی معاملہ میں تم مختلف ہو جاؤ تو چاہیے کہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف لوٹو اور اسکے فیصلہ پر متفق ہو جاؤ -

صحابہ کی مستند تفسیر بالاتفاق یہ ہے کہ " اولی الامر " سے مقصود خلیفۃ و امام ہے - البتہ تبعاً امراؤ مجتہدین اور اصحاب حل و عقد بھی اسمیں داخل ہوسکتے ہیں جنسے اسلام کی حکومت شوری مرکب ہوتی ہے - خود قرآن سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے - اسی سورۂ نساء میں آگے چلکر ہے : و لو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منہم ، لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم (۴ : ۸۶) ظاہر ہے کہ یہاں " اولو الامر " سے مقصود بجز حاکم و امیر کے اور کوئی نہیں ہے - عالم یا مجتہد و فقیہ نہیں ہوسکتا - ملکی اور جنگی معاملات کا ذکر ہے - سیاق و سباق بتلا رہا ہے کہ معاملہ فقہ و مسائل کا نہ تھا - جنگ کا تھا - علاوہ اسکے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ خود یہ آیۃ جس واقعہ کی نسبت اتری ، وہ امیر و امام کی اطاعت ہی کا معاملہ تھا - صحیح مسلم میں ہے " قال ابن جریج : نزل یا ایها الذین آمنوا اطیعو اللہ

و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم في عبد الله بن حذافه بن قیس بن عدی السہمي' بعثه النبي صلعم في سریة " تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقیه امام بخاري کا بھي مذھب یھي ھے - کتاب الاحکام میں اسي آیة کریمه کو ایک باب کا عنوان قرار دیا ھے اور اسمیں حضرت ابوھریرہ کي مشہور روایت لاے ھیں: " من اطاع امیري فقد اطاعني و من عصی امیري فقد عصاني " اس سے معلوم ھوا که اس آیة میں " اولو الامر " کي اطاعت سے مقصود امیر کي اطاعت ھے -

" فان تنازعتم " الخ سے یه حقیقت بھي واضح ھوگئي که اسلامي خلیفه کا وجود مسیحیت کے پوپ سے کس درجه مختلف ھے جو اسلام کے نزدیک اربابا من دون الله میں داخل ھے - مسیحیت کا خلیفه ' ارضي خلیفه نہیں ھے - آسماني و دیني فرمانروا ھے جو مذھب کي آخري طاقت اپنے قبضه میں رکھتا ھے - بر خلاف اسلامي خلیفه کے جسکے وجود کي اصلي بنا خلافت ارضي یعني حکومت و سلطنت ھے - وہ صرف شریعت اور اُمت کي حفاظت کرنے والا اور احکام شریعت نافذ کرنے والا ھے - یعني محض ایک قوت نافذہ ھے - نه که مقننه - اسکي ذات کو اصل شریعت اور اسکے احکام میں کوئي دخل نہیں - اگر ایسا نه ھوتا تو فردوہ الی الله و الرسول نه فرمایا جاتا - یعني اگر کوئي ایسي صورت پیش آجاے جسمیں نزاع و اختلاف پیدا ھو' تو پھر اسکے آخري فیصله کي قوت خلیفه کا حکم نہیں ھے بلکه مرکز اولی و حقیقي کا -یعني قران و سنت کا - اور خود خلیفه بھي اسکي اطاعت پر اسي طرح مجبور ھے جس طرح جماعت امت کا ھر عام فرد -

احادیث صحیحه سے اسکي مزید توضیح ھوگئي ھے - اس بارہ میں اس کثرت کے ساتھه احادیث و آثار موجود ھیں' اور عہد صحابه سے لیکر عہد تدوین کتب تک مختلف طبقات روات و حفاظ میں اسقدر اُنکي شہرت رهچکي ھے که اسلام کے عقیدۂ توحید و رسالت کے بعد شاید ھي کوئي اور چیز اس درجۂ تواتر و یقین تک پہنچي ھوگي - سب سے پہلے میں مسند امام احمد وغیرہ کي ایک روایت نقل کرونگا جسمیں بالترتیب اسلام کا جماعتي نظام بیان کیا گیا ھے " قال صلی الله علیه وسلم : انا امرکم بخمس ' الله امرني بهن : الجماعة ' و السمع و الطاعه ' و الهجرة ' و الجهاد في سبیل الله - فانه من خرج من الجماعة قید شبر ' فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه الا ان یراجع ' و من دعا بدعوي جاهلیة فهو من جثي جهنم - قالوا یا رسول الله و ان صام وصلی ؟

قال و ان صلی و صام و زعم انه مسلم - فادعو المسلمین باسمائهم علی ما سما هم الله - المسلمین المومنین عبـــاد الله " اخرجه احمد و الحاکم من حدیث الحارث الاشعری علی شرط الصحیحین - قال ابن کثیر هذا حدیث حسن وله الشواهد -

یعنی فرمایا - میں تم کو پانچ باتوں کیلیے حکم دیتا هوں جنکا حکم مجھے الله نے دیا هے - جماعت ' سمع و طاعة ' هجرة ' اور الله کی راہ میں جهاد - یقین کرو که جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بهر بهی باهر هوا تو اس نے اسلام کا حلقه اپنی گردن سے نکال دیا ' اور جس نے اسلام کی جماعتی زندگی کی جگه جاهلیة کی بے قیدی کی طرف بلایا تو اسکا ٹهکانا جهنم هے - لوگوں نے عرض کیا - کیا ایسا شخص جهنمی هوگا اگرچه روزہ رکهتا هو اور نماز پڑهتا هو؟ فرمایا هاں - اگرچه روزہ رکهتا هو' نماز پڑهتا هو' اور اپنے زعم میں اپنے تئیں مسلمان سمجهتا هو -

اس حدیث میں پانچ باتیں بتلائی هیں :

پہلی چیز "جماعت" هے - یعنی تمام امت کو ایک خلیفه و امام پر اکٹها هوکر اور اپنے مرکز قومی سے ملحق هوکر رهنا چاهیے - الگ الگ نہیں رهنا چاهیے - آگے چلکر کثرت کے ساتهه وہ حدیثیں ملینگی جن سے معلوم هوگا که جماعت سے الگ هوکر رهنے کو اسلام نے غیر اسلامی اور ابلیسی راہ قرار دیا هے' اور ابهی آپ سن چکے هیں که انفرادی زندگی کو قران کوئی زندگی هی نہیں مانتا - اسلامی زندگی جماعت هے -

دوسری بات " سمع و الطاعه " هے - یعنی خلیفه کی کامل درجه کی اطاعت - ایسی اطاعت که بس سننا اور آسیر بلا چون و چرا چلنا -

تیسری بات " هجرة " هے - هجرة هجر سے هے جسکے معنی ترک کردینے اور چهوڑ دینے کے هیں - اسلام کی اصطلاح میں جب کبهی کوئی فرد یا جماعت سعادت و صداقت کے کسی مقصد اعلی کیلیے اپنی دنیوی محبوبات و مالوفات ترک کردے - مثلاً دولت کو' آرام و راحت کو' عزیز و اقرباء کے قرب کو' وطن و مکان کو' تو اسکا نام هجرة الی الله اور ذهاب الی الله هے - خدا کے هر رسول اور انکے پیروں کو قیام حق کی راہ میں یه منزل طے کرنی پڑی : انی مهـــاجر الی ربی - اور انی ذاهب الی ربی - چونکه وطن و مکان کا علاقه ایک ایسا علاقه هے جسکے

ترک کرنے میں اهل و عیال ' مال و متاع ' دوست و احباب ' هر طرح کے علاقوں کو ترک کردینا پڑتا هے ' اور اسکي محبت و الفت کي زنجیر اور ساري زنجیروں سے بھاري هے ' اسلیے ترک وطن کي هجرة اعلى اور جامع قسم کي هجرة هوئي' اور زیاده تر اطلاق مهاجرة کا تارکین وطن هي پر کیا گیا - " ولکل امري ما نوي - فمن کانت هجرته الى الله و رسوله ' فهجرته الى الله و رسوله - و من کانت هجرته لدنیا یصیبها ' او امراة یتزوجها ' فهجرته الى ما هاجر الیه " (بخاري عن عمر رض) مفردات راغب میں هے - " الهجر والهجران مفارقة الانسان غیره ' اما بالبدن او باللسان او بالقلب - و المهاجره ' مصارمة الغیر و متارکته " (۵۵۸)

پانچویں چیز "جهاد في سبیل الله" هے - "جهاد" جهد سے هے جسکے معني " استفراغ الوسع في مدافعة العدو ظاهراً و باطناً " هیں (مفردات راغب) یعني دشمن اور دشمن کي تمام قوتوں کے دفع کرنے میں انتها درجه کي کوشش کرنا - یه کوشش زبان سے بهي هوتي هے - مال سے بهي هوتي هے - جان سے بهي هوتي هے - جس قسم کي کوشش کي ضرورت هو - هر قسم جهاد في سبیل الله میں داخل هے - " و جاهدوا المشرکین باموالکم و انفسکم و السنتکم " (رواه ابوداؤد و احمد و نسائي و ابن حبان عن انس)

یه کهنا ضروري نهیں که یهي پانچ چیزیں دنیا میں قوموں اور ملکوں کے بقاؤ قیام کي اصلي بنیاد هیں - دنیا میں کوئي قوم زنده نهیں رهسکتي جسکي قومي هستي ان پانچ عنصروں سے مرکب نهو - سعي و عمل کا کوئي گوشه هو ' کامیابي بغیر ان اصول خمسه کے ممکن نهیں - ایک مٹھي گیہوں کے حصول سے لیکر قطب شمالي کي تحقیق تک ' اور چاندي سونے سے لیکر خدا اور اسکي محبت تک ' کوئي چیز بغیر جماعت ' اطاعت ' هجرة اور جهاد کے حاصل نهیں هوسکتي - دنیا نے آجتک جو کچھه پایا هے اور نوع انساني نے جسقدر بهي حاصل کیا هے ' غور کروگے تو وه سب انهي پانچ سچائیوں کے ثمرات و نتائج هیں - ایک هي چیز مختلف بهیسوں اور ناموں میں آکر عقلوں کو الجها دیتي هے ' ورنه حقیقت هر حال میں ایک هي هے - دنیا ان پانچ بنیادي حقیقتوں کو مختلف ناموں سے پکارتي اور مانتي هے - دنیا میں کوئي عقل نهیں جو انکي منکر هوسکے - البته نام کے اختلاف نے معاني پر پرده ڈال دیا هے - اگر ان کي تشریح کروں تو پوري ایک کتاب بن جاے - مسلمانوں نے جو کچھه پایا تھا انهي پر عمل کرکے ' اور جسقدر کهویا انهي کو چهوڑکر -

یہاں ایک اور اہم اور قابل غور امر یہ بھی ھے کہ اس حدیث اور نیز دیگر احادیث میں ھمیشہ جماعت اور اطاعت خلیفہ کی زندگی کو اسلامی زندگی قرار دیا ھے اور اسکے عکس کو جاهلیۃ - جاهلیۃ کی زندگی میں ہلاکت کا اصلی تخم کیا تھا ؟ قرآن نے واضح کیا ھے کہ تفرقہ اور باہم دگر علحدگی ' اور کسی ایک مرکزی قوت کے ماتحت نہونا - اسلام نے ظاهر هوکر زندگی کی جو تخم ریزی کی ' وہ کیا تھی ؟ باھمی اتحاد و ائتلاف - تمام افراد کو ایک متحدہ جماعت بناکر نفس واحدہ کردیا اور سب کے سر ایک ھی چوکھٹ پر جھکادیے - و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء ' فالف بین قلوبکم ' فاصبحتم بنعمتہ اخوانا - وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا " الخ -

پس جاهلیۃ کا دوسرا نام تفرقہ هوا ' اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت - یہی وجہ ھے کہ تمام احادیث میں یہ حقیقت واضح کی گئی ' اور اعلان کیا گیا کہ جو شخص جماعت اور اطاعت امام سے الگ هوگیا تو گویا جماعت اسلام سے خارج هوگیا - اسکی موت اسلام پر نہیں بلکہ جاهلیۃ پر هوئی - اگرچہ نماز پڑھتا هو ' روزہ رکھتا هو ' اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا هو -

جمہور اهل اسلام کا یہ ایک ایسا متفقہ عقیدہ ھے کہ اسکو اسلامی عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش ایسی ھی کوشش هوگی جیسی عقیدۂ توحید کے اثبات کی کوشش - جمہور اهل اسلام نے خوارج کے خلاف ابتدا سے جس چیز پر اجماع کیا ' اور انکی سب سے بڑی علامت قرار پائی ' وہ یہی التزام جماعت و اطاعت امام فی المعروف کا مسئلہ ھے - اگرچہ غیر مستحق خلافۃ مسلط هوگیا هو - البتہ اطاعت فیما وافق الشرع میں ھے - لا فی ما خالفہ -

" من اطاعنی فقد اطاع اللہ ' و من اطاع امیری فقد اطاعنی ' و من عصی امیری فقد عصانی " (صحیحین عن ابی هریرہ) جس نے میری اطاعت کی ' اس نے اللہ کی اطاعت کی ' اور جس نے میرے امیر کی (یعنی میرے نائب کی) اطاعت کی ' اسنے خود میری اطاعت کی ' اور جس نے امیر سے روگردانی کی ' اس نے میری اطاعت سے انکار کیا - حاصل یہ کہ امیر المومنین کی اطاعت عین رسول کی اطاعت ھے - مسلم کی ایک روایت میں " امیری " کی جگہ صرف " الامیر " ھے - یعنی جو شخص مسلمانوں کا امام هو اسکی اطاعت -

" اسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليكم عبد حبشي كان راسه زبيبة "
(صحيحين عن انس) اگر ایک حقیر صورت حبشي غلام بهي تمهارا امير
بنا دیا جاے تو چاهیے که اسکي سنو اور اطاعت کرو -

معلوم هوتا هے که یه جمله بار بار اور کثرت سے خطبوں میں آپ فرماتے
تھ - اسي لیے مختلف لفظوں میں اور مختلف مواقع کي نسبت
مروی هے - حجة الوداع کے عظیم الشان اور یادگار عالم موقعه پر جبکه دو تین
ماه کے بعد آپ دنیا سے تشریف لیجانے والے تھ اور ایک آخري اور وداعي
پیام دنیا کو سنا رهے تھ ' فرمایا " و لو استعمل عليكم عبد يقودكم بكتاب الله '
اسمعوا و اطيعوا " (مسلم) اگر ایک حبشي غلام بهي تم پر امیر بنادیا جاے
اور وہ کتاب الله کے ساتهه تم پر حکومت کرے ' تو اُسکي سنو اور اطاعت کرو !

" من خرج من الطاعة و فارق الجماعة ' فمات ' مات ميتة جاهلية "
و عن ابن عباس " من راي من اميره شيئا يكرهه ' فليصبر ' فانه من فارق
الجماعة شبرا ' فمات ' فميتته ميتة جاهلية " و في لفظ " فانه ليس احد
من الناس خرج من السلطان شبرا فمات عليه ' الا مات ميتة جاهليه "
(متفق عليه) يعني جس نے جماعت کا ساتهه چهوڑ دیا - خلیفه کي
اطاعت سے باهر هوگیا ' اور اسي حالت میں بغیر توبه کے مرگیا ' تو اُسکي
موت جاهلیة کي موت هوئي (اسلام سے پہلے اهل عرب پر جو زمانه گزرا هے '
اسکو عہد جاهلیة کہتے هیں - پس مطلب یه هوا که عرب جاهلیة کي طرح
گمراهي پر موت هوئي) دوسري روایت میں هے - اگر کوئي شخص اپنے
امیر کو ایسي بات کرتے دیکھے جو اُسے پسند نه آے تو چاهیے که صبر
کرے - اسکي اطاعت سے باهر نہو - کیونکه جو کوئي سلطان اسلام کي اطاعت
سے بالشت بهر بهي باهر هوا اور اُسي حالت میں مر گیا ' تو اُسکي موت
جاهلیة کي حالت پر هوئي - حضرة ابن عمر کي روایت میں هے " من خلع
يدا من طاعة ' لقي الله يوم القيامه و لا حجة له ' ومن مات و ليس في عنقه بيعة '
مات ميتة جاهلية " جس نے خلیفه کي اطاعت سے هاتهه کهینچا ' یعنی
اطاعت نه کي ' تو قیامت کے دن وہ الله کے سامنے حاضر هوگا اور اسکے لیے
کوئي بچاؤ نہوگا - اور جو مسلمان دنیا سے اس حال میں گیا که خلیفه کي
بیعت و اطاعت کے حلقه سے اُسکي گردن خالي هوئي ' تو یقین کرو که
اسکي موت جاهلیة کي موت هوئي -

" من فارق الجماعة شبرا فكانما خلع ربقة الاسلام من عنقه " (ترمذي)
جو جماعت سے باهر هوا تو گويا وه اسلام کي پابندي سے باهر هوگيا - ايک روايت ميں هے " دخل النار" (اخرجه الحاکم علی شرط الصحيحين) يعني جو خليفه کي اطاعت سے باهر هوا ' اسکا ٹھکانا دوزخ هے -

" کانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء - کلما هلک نبي ' خلفه نبي - و انه لا نبي بعدي - و سيکون خلفاء فيکثرون - قالوا - فما تا مرنا ؟ قال - فوا بيعة الاول فالاول ' ثم اعطو هم حقهم فان الله سائلهم عما استرعا هم (متفق عليه) بني اسرائيل کي رهنمائي و رياست انبياء کرتے تھے - ايک نبي گيا تو دوسرا اسکي جگه مامور هوا - ليکن ميرے بعد کوئي نبي نهيں هے - البته خلفاء هونگے - لوگوں نے عرض کيا - هم کو انکي نسبت کيا حکم هوتا هے ؟ فرمايا - جس سے پہلے بيعت کي يعني جس کي حکومت پہلے مان لي گئي ' اسکي اطاعت مقدم هے - پھر کسي دوسرے کو خليفه نه مانو - اور فرمايا - انکا تم پر جو کچھه حق هے ' وه انکے حوالے کرو - يعني انکي طاعت کرو - زکواة و خراج وغيره انهي کو دو -

انکے علاوه بے شمار احاديث هيں - اجماع کے شواهد اور کتب عقائد و فقه کے اقوال نقل نهيں کرتا که مشهور و معروف هيں ' اور احاديث کے بعد انکي ضرورت نهيں -

(شرائط امامت و خلافة)

تمام نصوص و دلائل کتاب و سنة اور اجماع امة پر غور کرنے سے معلوم هوتا هے که شريعت نے شرائط امامت و خلافة کے بارے ميں دوصورتيں اختيارکی هيں - اور قدرتی طور پر يهی دو صورتيں اس مسئله کي هوسکتی تهيں -

اسلام نے اس بارے ميں نظام عمل يه مقرر کيا تها که امام کے انتخاب کا حق امت کو هے - اور طريق انتخاب جمهوري تها نه که شخصي و نسلي - يعنے قوم اور قوم کي اصحاب الراے جماعت (اهل حل و عقد) کو شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خليفه منتخب کرنا چاهيے - بحکم و امرهم شوری بينهم بنياد تمام امور کي شرعاً شوریٰ يعني باهمي مشوره هے - نه که نسل و خاندان - خلافت راشده کا عمل اسي نظام پر تها - خليفهٔ اول کا انتخاب عام جماعت ميں هوا - خليفهٔ دوم کو خليفهٔ اول نے نامزد کيا اور اهل حل و عقد نے منظور کرليا - خليفهٔ سوم کا انتخاب جماعت شوریٰ

نے کیا - خلیفۂ چہارم کے ھاتھہ پر خود تمام جماعت نے بیعت کي - نسل ' خاندان ' رلي عہدي ' کو اسمیں کوئي دخل نہ تھا - اگر دخل ھوتا تو ظاھر ھے کہ خلافت خلیفۂ اول کے خاندان میں آجاتي ' یا دوم و سوم کے خاندان میں ' حالانکہ ایسا نہیں ھوا - خلیفۂ دوم نے یہ بات بھي گوارا نہ کي کہ اُنکا فرزند اصحاب شوری میں شامل ھو -

پس پہلي صورت یہ ھے کہ اگر صحیح نظام شرعي قائم ھو جو خالص جمہوري ھے ' اور قوم کو اپنا خلیفہ منتخب کرنے کا موقعہ ملے ' تو کیسا شخص منتخب کرنا چاھیے ؟ اور اُسمیں کیا کیا اوصاف ھونا چاھیئیں ؟

دوسري صورت یہ ھے کہ اگر یہ نظام باقي نہ رھا ھو - قوم کي راے اور انتخاب کو اُسمیں دخل نہو - محض طاقت اور تسلط کي بنا پر کوئي خاندان یا کوئي ایک طاقتور فرد تخت خلافت پر قابض ھو جاے ' تو اُس صورت میں از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاھیے ؟ اگر وہ اھل نہیں ھے ' شرائط خلافت اُسمیں نہیں پاے جاتے - یا ظالم و جابر ھے ' تو اُس صورت میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے ؟ اُسکي اطاعت کرني چاھیے ' یا اُس پر خروج کرنا چاھیے ؟ وہ شرعاً خلیفۃ المسلمین ھوسکتا ھے یا نہیں ؟ اُسکے ماتحت وہ تمام کام انجام پاسکتے ھیں یا نہیں جو ازروے شرع خلیفۂ اسلام کي موجودگي پر موقوف ھیں ؟ اُسکو زکواۃ دیني چاھیے ؟ اسکے پیچھے جمعہ پڑھنا چاھیے ؟ اسکے تمام احکام کي اطاعت کرني چاھیے ؟

یہ مسئلہ امت کي اجتماعي زندگي کا بنیادي مسئلہ تھا ' اور ممکن نہ تھا کہ شریعت اسکي پوري پوري تشریح و توضیح سے خاموش رھتي - اس بارے میں نصوص سنۃ بے شمار اور بالکل واضح ھیں - اسي لیے جب خلافۂ راشدہ کے بعد بنوامیہ کي حکومت ظلم و جبر کے ساتھہ قائم ھوئي ' تو صحابۂ کرام کو اپنے طرز عمل کے فیصلے میں ذرا بھي تامل و تذبذب نہ ھوا - بالکل اُس شخص کي طرح جو پہلے سے ایک خاص وقت کا سمجھا بوجھا ھوا منتظر ھو ' فوراً یکسوئي کے ساتھہ فیصلہ کرلیا - جو کچھہ اُنھوں نے بتلایا اور کیا ' اُسي پر اجماع امت کي مہر لگ گئي ' اور تیرہ سو برس سے جمہور اھل اسلام کا وھي متفقہ اعتقاد و عمل قرار پایا - بلاشبہ پہلي صورت میں بعض اسلامي فرقوں کو اختلاف ھوا ' مگر اس بارے میں سب متفق ھوگئے -

پہلي صورت ميں شريعت نے اہليت و صلاحيت کے وہ تمام شرائط اپنے انتہائي اور کامل مرتبہ ميں قرار دیے ھيں جو ايک ايسے مرکزي اور اهم ترين منصب کيليے قدرتي طور پر ہونا چاهيئيں - کيا باعتبار قوت علمي کے - اور کيا بہ لحاظ قوت عملي کے - اور چونکہ يہ منصب متعدد حيثيتوں سے مرکب ھے ' اسليے ہر حيثيت کے لحاظ سے ضروري اوصاف بتلاے گئے - مثلاً اسلام ' علم و نظر ' عمل و تقوى ' شجاعت و صولة ' عدالة و ايثار ' قدرت و نفوذ ' طاقت و شوکت - چنانچہ عام کتب عقائد ميں صديوں سے مسلمان پڑھتے پڑھاتے آے ھيں : " و يشترط ان يکون من اهل الولاية المطلقة الکاملة بان يکون مسلماً ' حراً ' ذکراً ' عاقلاً ' بالغا ' سائساً بقوة رائه و رويته ' و معونة باسه و شوکته ' قادراً بعلمه و عدالته و کفايته و شجاعته على تنفيذ الاحکام ' و حفظ حدود الاسلام ' و انصاف المظلوم من الظالم عند حدوث المظالم " الخ - (۱) کذا في شرح المواقف ' و النسفي ' و التمهيد ' و شرح فقه الاکبر للقاري ' و شرح المقاصد - و من کتب المحدثين شرح عقيدہ ابن عقيل ' و فتح الباري ' و شرح منظومة الاداب ' و خلاصه ابن مفلح ' و نيل الاوطار ' و بدل المرام للشوکاني ' وغيرهم -

جس وقت تک خاندان عباسيه کي خلافت باقي رهي ' يعني خلافت خاندان قريش و عرب ميں رهي (سنه ۶۴۰ھ مطابق سنه ۱۲۴۳ع - تک) علماء اسلام کي ايک بڑي جماعت کا يه خيال رها کہ بہ موجب حديث " ان هذا الامر في قريش " خليفه کو قرشي ہونا چاهيے - يعني اگر مسلمان خليفه مقرر کريں ' تو جہاں اور بہت سي باتيں اسميں ہونا چاهيئيں ' وهاں يه بات بھي هو کہ خاندان قريش ميں سے هو -

(۱) يعني ايسے شخص کو خليفه منتخب کرنا چاهيے جس ميں حسب ذيل اوصاف پاے جائيں - مسلمان هو ' آزاد هو ' مرد هو ' عاقل و بالغ هو ' صاحب راے و نظر هو ' تدبير و انتظام کي پوري قوت رکھتا هو ' احکام شريعت کا محافظ هو ' انکے جاري و نافذ کرنے اور اسلامي ممالک کي حفاظت اور دشمنوں کي روک تھام کيليے جسقدر علمي و عملي قوتوں کي ضرورت ھے ' وہ سب اُس ميں موجود هوں - اتباع شريعت ' عدل و انصاف ' شجاعت و همت ' شوکت و صولت ' ساري صفتيں هوني چاهيئيں -

اسي طرح جماعت امامیه اس طرف گئي که خلافت خاندان نبوت یعني بني فاطمه کے مخصوص آئمۂ اهل بیتؑ میں رهني چاهیے - اُنکے اعتقاد میں آنحضرۃ صلعم کے بعد حضرۃ علي علیه السلام کو خلیفه هونا چاهیے تها - اور اُنکے بعد اُنکي نسل کے آئمۂ عترۃ رضي الله عنهم کو -

زیدیه اسطرف گئے که بني فاطمه یعني تمام سادات مستحق خلافت هیں - آئمۂ عترۃ کي خصوصیت ضروري نهیں - اور شرطوں کے ساتهه صرف اسقدر کافي هے که امام سید یعني بني فاطمه میں سے هو -

لیکن دوسري صورت (یعني اگر نظام شرعي کي جگه ملکي قبضۂ وتسلط کي صورت پیدا هو جاے ' اور جمهور کو انتخاب و نصب کا موقعه نه ملے ' تو اُس صورت میں از روے شرع مسلمانوں کو کیا کرنا چاهیے ؟) سو اسکي نسبت چونکه خود احادیث صحیحه اور اجماع صحابه و عترۃ بالکل صاف صاف موجود تها ' اسلیے بلا اختلاف یه اسلامي اعتقاد قرار پایا که جب ایک مسلمان منصب خلافت پر قابض هوجاے اور اُسکي حکومت جم جاے' تو هر مسلمان پر از روے شرع واجب هے که اُسي کو خلیفۂ اسلام تسلیم کرے - اُسي کے سامنے گردن اطاعت جهکادے - بالکل اُسي طرح جیسے ایک اهل و مستحق خلیفه کے آگے جهکنا چاهیے - اطاعت و اعانت کی وہ تمام باتیں جو منصب خلافت کے شرعي حقوق میں سے هیں ' ایسے خلیفه کو حاصل هوجاتي هیں - اُس سے روگرداني کسي مسلمان کیلیے جائز نهیں - اُسکے مقابلے میں خروج اور دعوے کا حق کسي کو نهیں پهنچتا اگرچه کیسا هي افضل اور جامع الشروط هو - جو کوئي ایسا کرے ' مسلمانوں پر واجب هے که اُسکے مقابلے اور قتل میں خلیفه کا ساتهه دیں - وہ شرعاً باغي هے - اُسکو قتل کردینا چاهیے -

شریعت نے دوسري صورت میں یه حکم کیوں دیا ؟ اسکي علت و مصلحت اسقدر کهلي هے که شرح و تفصیل کي حاجت نهیں - شریعت اور اُمت کا قائم و باقي رهنا خلافت کے وجود و قیام پر موقوف تها - ساري باتیں شاخ هیں - جڑ یهي مقام و منصب هے - پس اسکے لیے ایک نظام شرعي مقرر کیا گیا جو بهتر سے بهتر اور افضل و اعدل نظام هوسکتا تها - یعني اسلامي حکومت کي بنیاد جمهور اور شوریٰ کے انتخاب پر رکهي - شخص' نسل ' تسلط و اقتدار اور بادشاهي و ملوکي کو اسمیں دخل نهیں - ساتهه هي اس منصب کي اهلیت کیلیے تمام ضروري شرطیں اور صفتیں

بتلادیں کہ اپنا خلیفہ بناؤ تو ایسے شخص کو بناؤ - ایسے کو نہ بناؤ جو اُسکی اهلیت نہ رکھتا هو - پهر پورے زور کے ساتهه اسکا بهي اعلان کردیا کہ لوگوں کو خود خلیفہ بننے اور امارت و سرداري حاصل کرنے کا خواهشمند نہ هونا چاهیے - نہ دعویدار بنکر دوسروں سے لڑنا چاهیے - آنحضرة همیشه اس عهد پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے کہ " لا ینازع الا مر اهله " جس کام کا جو اهل هوگا اسي پر وہ کام چھوڑ دینگے - دنیا اگر اس چھوٹے سے جملہ پر عمل کرے تو روے زمین کے سارے جھگڑے ختم هوجائیں - امام بخاري نے کتاب الاحکام میں باب باندها هے " ما یکرہ من الحرص علی الامارة " (۱) اور

(۱) حق یہ هے کہ بقول علامۂ ابن خلدوں صحیح بخاري کي شرح و تفسیر کا قرض ابتک امت کے ذمہ باقي هے - بے شمار شرحوں اور حاشیوں کے بعد بهي ابتک ابن خلدوں کا قول ویسا هي صحیح هے ' جیسا فتح الباري اور عیني وغیرہ سے پہلے تها - اس کتاب کے عجائب و دقائق قیامت تک ختم نہونگے - هر کتاب ' هر باب ' ابواب کي هر ترتیب ' اور هر هر عنوان و ترجمہ ' اس فقیہ الارض و اعجوبۃ الدهر کي فقاهۃ رباني کي ایک آیۃ باهرہ و حجۃ قاهرہ هے - اسي مسئلۂ خلافت کو سامنے لاؤ ' اور دیکهو ' کس دقۃ نظر کے ساتهه محض ترتیب ابواب هي میں اسلام کا نظام شرعي واضح کردیا هے اور ساري مشکلات حل کردي هیں ؟ سب سے پہلي بات یہ تهي کہ اسلام کا نظام مرکزیۃ اس بارے میں کیا هے ؟ تو پہلا باب " اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولي الامر منکم " کا باندها ' اور " من اطاع امیري فقد اطاعني " الخ کي روایت درج کرکے بتلا دیا کہ مرکز کتاب اللہ هے ' رسول هے ' اور پهر خلیفۂ و امام هے - " اولو الامر " خلیفہ کے سوا کوئي نہیں - اُسکي اطاعت (بشرطیکہ کوئي خلاف شرع حکم نہو) مثل خدا و رسول کي اطاعت کے فرض هے - پهر باب باندها " الا مراء من قریش " اور اسمیں ابن جبیر والي روایت لاے " ما اقاموا الدین " جب تک قریش دین کے قائم رکهنے کي اهلیت رکهینگے ' خلافت اُنهي میں رهیگي - اسطرح واضح کردیا کہ ایک خاص مدت تک قرشي خلافت کي پہلے سے خبر دیدي گئي تهي ' مگر خلیفہ کا قرشي هونا کوئي شرط اصلي و تشریعي نہیں هے - صرف پیشین گوئي اور هونے والے واقعات کا بتلا دینا هے جیساکہ بے شمار معاملات کي نسبت خبریں دي گئي هیں - اور پهر جو کچهہ بهي هے " ما اقاموا الدین " کے ساتهه مشروط هے - اسکے بعد ایک نہایت هي اهم اور دقیق نکتہ کي طرف متوجہ هوے اور باب باندها " أجر من قضی

ابو موسیٰ کي روایت لاے ھیں جس میں آپنے فرمایا : " انا لا نولی ھذا من سألہ ' و لا من حرص علیہ " جو شخص خود اس چیز کا طالب ھو یا اسکي حرص رکھتا ھو ' اسکو میں یہ کام سپرد نہ کرونگا - یعنی امت کو اپنا عملي نمونہ دکھلا دیا کہ جو دعویدار خود خلافت کا سائل و حریص ھو ' اسکو خلافت کیلیے منتخب نہ کرو -

مسئلۂ خلافت کا اصلي نظام شرعي یہ ھے - اگر یہ قائم ھو تو دنیا امن و سکون کي بہشت بن جاے - لیکن چونکہ معلوم تھا کہ ابھي وہ وقت نہیں آیا - یہ نظام تیس برس سے زیادہ قائم رھنے والا نہیں ' اسلیے شرع

[بقیہ نوٹ صفحہ ۳٦]

بالحکمۃ " افسوس اس باب کے ربط و ترتیب کي اصلي علت لوگ نہ سمجھے - منصب خلافت کے اثبات کے بعد یہ چیز سامنے آني تھي کہ اعمال خلافت کي بنیاد کیا ھے ؟ اور اسکا طریق کس منہاج سے ماخوذ ھے ؟ امام صاحب واضح کرنا چاھتے ھیں کہ بنیاد آسکي طریق " حکمت " پر ھے - یعنی انبیاء کرام کے طریق تربیت امم پر جو " سنت " کا اصلي اور وسیع مفہوم ھے ' اور قرآن حکیم کي اصطلاح میں " حکمت " سنۃ نبوۃ ھي کا دوسرا نام ھے - ترجمۂ باب میں اسپر قرآن سے دلیل بھي لاے : و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون - حکم و قضا " ما انزل اللہ " کے مطابق ھونا چاھیے - اگر خلاف ھو تو فسق ھے - " ما انزل اللہ " کتاب و سنۃ ھے : و یعلمھم الکتاب والحکمۃ - پس ثابت ھوا کہ اعمال خلافت کي بنیاد حکمت و منہاج نبوۃ پر ھوني چاھیے - اس بارے میں جو زیادہ واضح و مفصل احادیث تھیں ' چونکہ آنکي شروط کے مطابق نہیں لي جاسکتي تھیں ' اور بنیاد استدلال کي صرف مرفوع ھي پر رکھتے ھیں ' اسلیے آثار و موقوفات بھي نہیں لے سکتے تھے ' پس مشہور حدیث " لا حسد الا في اثنتین " الخ درج کرکے قضاء بالحکمۃ کي اھمیت و مطلوبیت واضح کردي - جب یہ مقدمات طے ھوچکے ' تو اب دکھلانا تھا کہ اس مرکز کي اطاعت کس طرح امت پر فرض کردي گئي ھے ؟ پس باب باندھا " السمع و الطاعۃ للامام ما لم تکن معصیۃ " امت کا سننا اور اطاعت کرنا امام کے حقوق میں سے ھے - بجز آس حکم کے کہ معصیت ھو - اسمیں وہ تمام حدیثیں لاے ھیں جن میں صریح حکم موجود ھے کہ خلیفہ اھل ھو یا نا اھل ' جامع الشروط ھو یا فاقد

و ملت كي حفاظت كيليے ضروري تها كه نظام اصلي پر زور دينے كے ساتهه آن وقتوں كيليے بهي صاف صاف احكام ديديے جائيں‘ جب انتخاب و نصب خلافت كے بارے ميں شريعت كا ٹهرايا هوا طريقه باقي نه رهے‘ اور جمهوري حكومت كي جگه شخصي و استبدادي طريقه قائم هو جاے -

ظاهر هے كه اس صورت ميں دو هي راهيں سامنے آتي هيں- اگر ايسے لوگونكي خلافت تسليم كرلي جاے تو اس سے امت كي جمعية ‘ جان و مال كا امن ‘ ممالك اسلاميه كي حفاظت ‘ احكام شرع كا اجراء ‘ جماعت كا قيام و بقا ‘ اور اسي طرح كے مصالح و فوائد حاصل هوتے هيں كيونكه بلا كسي نزاع كے اسلامي حكومت قائم هو جاتي هے - مگر ساتهه هي غير مستحق كي خلافت اور غير نظام شرعي كے قائم هو جانے كي خرابياں بهي پيدا هو جاتي هيں -

---

[بقيه نوٹ صفحه ٣٦]

الشروط ‘ عادل هو يا جابر ‘ مكروهات كا حكم دے يا محبوبات كا ‘ جب تك وه مسلمان هے - نماز قائم ركهتا هے ‘ اسكي اطاعت كرني چاهيے - كسي مسلمان كيليے اسكي اطاعت سے باهر هونا جائز نهيں - اسكے بعد بالترتيب تين باب آتے هيں - ” من لم يسأل الامارة أعانه الله “ دوسرا ” من سأل الامارة وكل اليها “ تيسرا ” ما يكره من الحرص على الامارة “ حاصل ان تينوں عنوانوں كا يه هے كه جهاں شارع نے امت كو خليفة و امام كي ضروري صفتيں اور شرطيں بتلا دي هيں ‘ وهاں اِس سے بهي روكديا هے كه كوئي شخص خود امامت و سرداري كا خواهاں هو اور اسكے ليے كوشش كرے - حتى كه عبد الرحمن بن سمره سے كها ” جو اهل اور احق هو ‘ اسي كا ساتهه دو - خود اپنے ليے خواهاں نه هو - اگرچه اسكے ليے قسم توڑني اور كفاره بهي دينا پڑے “ پس ان تمام ابواب كي يكے بعد ديگرے ترتيب سے واضح هوگيا كه اس بارے ميں نظام شرعي كي قدرتي ترتيب يه هے :

(١) امت كيليے حسب نص ” و اولى الامر منكم “ مركز اجتماع و جماعت خليفه كا وجود هے - اسكي اطاعت فرض هے - (٢) خبر ديدي گئي تهي كه جب تك عرب و قريش ميں صلاحيت رهيگي ‘ خلافت پر قابض رهينگے - چنانچه ايسا هي هوا - (٣) بنياد معاملۂ خلافت كي ” حكمت “ پر هے - وه حكمت كه ” و يعلمهم الكتاب و الحكمة “ يه [illegible] سنة نبوت هے كا نام قرآن كي اصطلاح ميں

لیکن اگر ایسوں کي خلافت تسلیم نه کي جاے' اُن پر خروج کرنے کي اجازت دیدي جاے' اور اطاعت امت کا مستحق صرف اهل اور جامع الشروط خلیفه هی قرار دیا جاے' تو پهر دائمی کشمکش ' خون جنگ و قتال ' دعوؤں کا ٹکرانا ' قوتوں کا تزاحم ' همیشگی کی بد امنی ' کبھی ختم نه هونے والي طوائف الملوکی اور انارکی ' امت کی تباهی ' ملکوں کی خرابی ' نظام جماعت کا اختلال ' احکام شرع کی تعطیل ' مسلمانوں کے جان و مال سے امن کا اُٹھه جانا ' دشمنان اسلام کا اس باهمدگر کشمکش سے فائده اٹھانا ' اور اسی طرح کي بے شمار هلاکتوں اور بربادیوں کا پهیل جانا لازمي تها - مگر ساتهه هی اسکی امید بهي تهي که شاید ان بربادیوں کے بعد اصلی نظام خلافت قائم هو جاے اور نا اهلوں کی جگه کسی اهل اور ساري شرطیں رکھنے والے آدمی کو خلافت دلائی جاسکے -

پہلی صورت میں مصلحت کا بقا ؤ حصول ' مگر خرابیوں کا امکان تها -

دوسري صورت میں خرابیوں کا وقوع ' مگر مصالح کا امکان تها -

اسلام نے پہلي صورت اختیار کی ' اور پوري قوت و اصرار کے ساتهه دوسري راه مسدود کردي - یعنی مصالح کے امکان پر اُنکے وقوع کو ترجیح دي -

---

[بقیه نوٹ صفحه ۳٦]

" حکمت " هے - پس ضرور هے که خلیفه کے تمام کاموں کي بنیاد طریق سنة پر هو - بدعة و احداث پر نه هو - یهي معني منهـاج نبوت کے هیں - (۴) جب خلافت منعقد هوگئي تو تمام امت پر اسکي اطاعت فرض هے - في ما احب و یکره' ما لم یؤمر بمعصیة (٥) امت کو چاهیے که احق و اهل کو منتخب کرے - لیکن مستحق کو نه چاهیے که خود خلافت کي خواهش کرے - جس نے ایسا کیا ' الله کے حضور شرمندگي پائیگا - نتیجه یه نکلا که جب لوگ خود خواهش نه کرینگے ' اور حق انتخاب جمهور کو هے ' تو کسي طرح کي بهي کشمکش نهوگي - نه بهت سے دعویداروں میں باهم جهگڑا هوگا - امن و سکون کے ساتهه یه معامله انجام پا جائیگا -

یه تها صحیح نظام شرعي' جسکے علم و فهم کیلیے صرف صحیح بخاري هي کافي هے ' اور اسلام کي کونسي حقیقت هے جسکے لیے صحیح بخاري کافي نهیں ؟ لیکن افسوس که نظام شرعي قائم نه رها - مجلس شوریٰ کي جگه میدان جنگ میں خلافت کا فیصله هوا ' اور محض تسلط و جبر سے دعویدار قابض هونے لگے - چنانچه پہلے هي سے اسکي خبر دیدي گئي تهي -

کیا دنیا میں ایک دماغ اور ایک عقل صحیح بھی ایسی ہوسکتی ھے جو شریعت کے اس فیصلہ کو غلط بتلاسے ؟ اللہ کی شریعت کا اصل اصول جلب مصالح اور دفع مفاسد ھے - یعنی ھمیشہ فوائد حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا - اور جب مصالح کے ساتھہ مفاسد بھی جمع ھو جائیں تو جس راہ میں مصالح زیادہ ھوں اور خرابیاں کم' اُسیکو اختیار کرنا - تمام احکام کا محور یہی اصل ھے - پس اگر پہلی راہ اختیار کی جاتی اور خلیفہ کی اطاعت کیلیے خلیفہ کا جامع الشروط اور بطریق صحیح منتخب ھونا شرط قرار دیدیا جاتا ' تو اسکا کیا نتیجہ نکلتا ؟ نصب و انتخاب کیلیے نظام شرعی تو درھم ھوچکا تھا - ھر دماغ میں حرص و دعوا ' اور ھر ھاتھہ میں تلوار تھی - یہی نتیجہ نکلتا کہ ایک عام طوائف الملوکی اور انارکی پھیل جاتی - ھر شخص یہ کہکر کہ خلیفہ اھل و مستحق نہیں ھے' بغاوت کیلیے اُٹھہ کھڑا ھوتا - تمام امت میں خون اور موت کی وبا پھیل جاتی - شہروں کا کوئی محافظ نہ رھتا - آبادیوں کا کوئی حاکم نہ ھوتا - نہ مجرموں کو کوئی سزا دینے والا ' اور نہ ڈاکوؤں سے کوئی بچانے والا - زکواۃ کس کو دی جاتی ؟ جمعہ کون قائم رکھتا ؟ سرحدوں کی کون حفاظت کرتا ؟ باوجود اسلام کے اس صریح حکم اور مسلمانوں کے متفقہ اعتقاد کے ' جو کچھہ تاریخ اسلام کا حال رہا ھے ' ظاھر ھے - مدعیان سلطنت کی باھمی پیکار اور جماعتوں کے باھمی نزاع نے کسطرح اسلامی فتوحات کی بڑھتی اور پھیلتی ھوئی قوت روکدی ؟ اور پھر جو کچھہ حاصل ھوچکا تھا ' اسکو بھی کھونا شروع کردیا ؟ حتی کہ جو قوم دنیا کی تمام قوموں کی وارث ھونے کیلیے آئی تھی' دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی قوم بھی اُسکی وارث بنگئی' اور اسلامی خلافت کے اجزاء حیات ٹوٹ ٹوٹ کر اور کٹ کٹ کر دنیا کی نئی نئی سلطنتوں اور ملکوں کیلیے سروسامان و مواد کا کام دینے لگے ! فما کان اللہ لیظلمھم ' و لکن کانوا انفسھم یظلمون ! (۹ : ۳۹)

(نصوص سنۃ و اجماع امت)

سب سے پہلے احادیث پر نظر ڈالنی چاھیے - اگر داعی اسلام (صلی اللہ علیہ و سلم) کی نبوت کی صداقت کی اور کوئی دلیل نہ ھوتی ' تو صرف یہی ایک بات بس کرتی تھی کہ آنے والے واقعات کی تمام تفصیلات کس طرح اول روز ھی بتلا دی گئی تھیں ؟ اور ایک ایک جزئی حالت کا کیسا کامل نقشہ صدیوں پہلے کھینچ دیا تھا ؟ یہ معاملہ اسقدر

يقيني اور هر طرح کے شک و شبه سے ما ورا هے که اگر دنيا اس پر يقين لانے کيليے طيار نهيں تو اسکے يه معني هيں که دنيا کے پاس ماضي کي جسقدر معلومات موجود هے اُن ميں سے کوئي بات بهي يقيني نهيں - نه تو اس دنيا ميں سکندر نامي کوئي پادشاه کبهي گزرا ' نه روما نامي کوئي سلطنت قائم هوئي ' اور نه هم بيسويں صدي کے انسان اسکے ليے مجبور هيں که نپولين کا وجود اور واٹر لو کي جنگ کا وقوع تسليم کريں !

بهر حال احاديث کے ديکهنے سے معلوم هوتا هے که تمام هونے والے واقعات پيشتر سے معلوم تهے اور هر حالت اور هر وقت کيليے صاف صاف حکم ديديا گيا تها - احاديث کے اس حصه کا نهايت دقت نظر کے ساتهه مطالعه کرنا چاهيے - هر دور کي خاص حالت هے اور اسليے خاص حکم -

سب سے پہلے وه حديثيں سامنے آتي هيں جن ميں خلافة خاصة و راشده کا ذکر کيا هے ' اور چونکه يه خلافة ٹهيک ٹهيک طريق نبوة و سنة پر قائم هونے والي تهي ' اسليے امت کو وصية کي هے که نه صرف اُنکي اطاعت کي جاے ' بلکه اُنکے تمام اجماعي باتوں اور کاموں کو مثل اعمال نبوة کے " سنة " سمجها جاے اور اُسکي پوري طرح پيروي کي جاے -

مشهور حديث عرباض بن ساريه " قام فينا رسول الله صلعم ذات يوم ' فوعظنا موعظة بليغة ' و جلت منها القلوب . و ذرفت منها العيون ' . فقيل يا رسول الله ! وعظتنا موعظة مودع فاعهد الينا بعهد - فقال عليكم بتقوى الله ' و السمع و الطاعه و ان كان عبداً حبشيا ' و سترون من بعدي اختلافاً شديدا ' فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين - عضوا عليها بالنواجذ " (ابن ماجه و ترمذي) اور حديث " خير القرون قرني ' ثم يلونهم " الخ اور " اما طبقتي و طبقة اصحابي فاهل علم و ايمان " الخ رواه البغوي عن انس - يعني آنحضرة (صلعم) نے خطبه ديا اور فرمايا - ميں تم کو وصيت کرتا هوں که الله سے ڈرو ' اپنے امام کا حکم سنو اور مانو اگرچه وه ايک حبشي غلام هو - اور ديکهو ! ميرے بعد بڑے سخت جهگڑے هونے والے هيں ' پس چاهيے که فتنوں سے بچو اور هميشه ميري سنت اور ميرے بعد کے جانشينوں کي سنت پر کاربند رهو ' اور اسکو اسطرح مضبوطي سے پکڑ لو جيسے کوئي شخص دانتوں سے کوئي چيز پکڑ ليتا هے - اور فرمايا : بهتر زمانه ميرا هے ' پهر وه جو ميرے بعد کا هے - اور فرمايا : ميرا اور

میرے یاروں کا طبقہ علم اور ایمان کا طبقہ ھے - اسي طرح حضرت ابن مسعود کي حدیث " ما من نبي بعثه الله في امته قبلي' الا کان له حواریون و اصحاب ' یاخذون بسنته و یقتدون بامره " الخ (مسلم) و غیر ذالک -

غرضکہ اس پہلے دور کیلیے دو حکم دیے گئے تھے - ایک اطاعت کا ' دوسرا اقتداء اور پیروي کا -

لیکن اسکے بعد وہ حدیثیں سامنے آتي ھیں جن میں خلافت کے دوسرے دور کا ذکر کیا گیا ھے - اس دور میں پہلا حکم تو بدستور باقي رھتا ھے' لیکن دوسرا حکم بالکل بدل جاتا ھے - یعنے اُمت کو اس دور کے خلفاء و سلاطین کي اطاعت کي تو ویسي ھي وصیت کي جاتي ھے' جیسے پہلے دور کیلیے کي تھي' لیکن اُنکے کاموں کي پیروي اور اقتداء کا حکم نہیں دیا جاتا ' بلکہ بتدریج ترک و مخالفت کا حکم دیا جا رھا ھے - اس سے صاف واضح ھوجاتا ھے کہ اس دور میں جو لوگ خلافت پر قابض ھو جائینگے' اُنکي خلافۃ شریعت کے مطلوبہ نظام پر نہ ھوگي ' اور نہ اُنکا چلن قرآن و سنت کے مطابق ھوگا - اُن میں اچھے بھي ھونگے - برے بھي ھونگے - اسلیے امت کو اب صرف اطاعت کا اور اُنکي خلافت کے آگے سر جھکا دینے کا حکم دیا جا رھا ھے - اُنکے طور طریقوں کي پیروي اور اُنکے کاموں کو شرعي کام سمجھہ لینے کا حکم نہیں دیا جاتا - صاف صاف وصیت کي جاتي ھے کہ جب وہ لوگ برائیاں پھیلائیں ' تو جس کي طاقت جہاں تک کام دے ' برائیوں کے روکنے کي پوري کوشش کرے - ھاتھہ سے کام لے - زبان کو حرکت میں لاے - یہ دونوں درجے نصیب نہ ھوں تو کم از کم دل ھي دل میں برائي کو برا سمجھے - " و ذالک اضعف الایمان " - لیکن برے کاموں کو اُنکي عظمت کے دباؤ سے اچھا نہ سمجھہ لے اور نہ اُنکا ساتھہ دے - " و لیس وراء ذالک من الایمان حبۃ خردل " (۱)

(۱) احادیث کا یہ حصہ نہایت اھم اور غور طلب ھے - مختلف حدیثوں میں مختلف دوروں اور لوگوں کا ذکر ھے ' اسلیے احکام بھي مختلف ھیں - اس نکتہ پر جسکي نظر نہ گئي وہ احکام و علائم کو مختلف و متضاد دیکھکر یا تو حیران ھوا - یا سخت غلطیوں میں مبتلا ھوگیا - عہد نبوۃ سے لیکر آخر تک مختلف دور آنے والے تھے - ھر دور کے خصائص و حالات دوسرے سے مختلف تھے - پس اُنکے احکام میں بھي اختلاف ھوا -

عن عبادہ بن الصامت - قال " بایعنا رسول اللہ صلعم علی السمع و الطاعہ فی منشطنا و مکرھنا و عسرنا و یسرنا واثرہ علینا ' و ان لا ننازع الامر اھلہ '

[بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲]

مشترکات و مختلفات کو الگ الگ کردینا چاھیے - پھر ھر حدیث اور ھر حکم کو اُسکی جگہ دینی چاھیے - ایسا نہ کرنے سے لوگوں کو بڑی بڑی غلط فہمیاں ھوئیں - بہتوں کو یہ لغزش ھوئی کہ " اطاعت " اور " اقتدا " کا فرق نہ سمجھے - جن حدیثوں میں " اقتداء " کی ممانعت بلکہ خلاف کرنے کا حکم پایا ' اُنکو " منع اطاعت " اور جواز خروج پر محمول کرلیا - خوارج اور معتزلہ کے ایک گروہ کو یہی دھوکا ھوا - ایک دوسری جماعت نے یہ غلطی کی کہ حکم اطاعت کو عام مطلق سمجھہ لیا ' اور منع اقتداء و تأسی اور وجوب امر بالمعروف نے جو تخصیص کردی تھی ' وہ اُنکی سمجھہ میں نہ آئی - یعنی اس دھوکے میں پڑگئے کہ جب امراء و حکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ھے ' خواہ اُنکے اعمال کیسے ھی خراب ھوں ' تو پھر چاھیے کہ نہ کسی برائی پر ٹوکیں ' نہ منکرات کے خلاف جد و جہد کریں - ھر حال میں چپ چاپ بیٹھکر اطاعت کرتے رھیں - یہ جو صدیوں سے عام علماء اسلام نے اصحاب اقتدار کے خلاف امر بالمعروف یکقلم ترک کردیا ھے ' تو نفس خادع اُنکو بھی یہی دھوکا دے رھا ھے - بعض حدیثوں میں آیا ھے کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ ھے - ان لوگوں نے چونکہ " اطاعت " اور " اقتداء " کا فرق نہیں سمجھا تھا ' اسلیے یہ مطلب سمجھے کہ پادشاھوں اور امیروں کو برائی پر ٹوکنے اور اُنکے خلاف حق کے اعلان میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ھیں - یہی چیز فتنہ ھے - پس اس فتنہ سے بچنا چاھیے - نتیجہ یہ نکلا کہ حق و باطل میں کوئی تمیز باقی نہ رھی - تمام زبانیں گونگی اور - تمام دل مردہ ھوکر رھگئے - حالانکہ دونوں جماعتوں نے ٹھوکر کھائی - دونوں نے حدیثوں کا صحیح مورد اور محل نہ سمجھا - ایک صورت یہ ھے کہ مسلمان کسی کو اپنا قومی پادشاہ مان لیں ' اور ایک پادشاہ کی جیسی فرماں برداری رعایا کو کرنی چاھیے ' ٹھیک ٹھیک ویسی ھی فرماں برداری کریں - کوئی بات ایسی نہ کریں جس سے ثابت ھو کہ اُسے اپنا حاکم نہیں سمجھتے - اسکا نام " اطاعت " ھے - دوسری صورت یہ ھے کہ کسی انسان کو دینی و اخلاقی اعتقاد و عمل میں اپنا پیشوا مان لینا ' اور راستی و حق پرستی کے اعتبار سے اُسکی زندگی کو اپنے لیے

الا ان تروا کفرا بواحا عندکم فیه من الله برهان " متفق علیه - عبادہ بن الصامت کہتے ھیں - هم سے رسول الله (صلعم) نے اس بات پر بیعت لي

[بقیہ نوٹ صفحہ ۴۲]

نمونہ بنا لینا ' اور اُسکے قدم بہ قدم چلنے کي کوشش کرنا - اسکا نام " اقتداء " اور " تأسي " هے - دونوں صورتیں الگ الگ ھیں - بلاشبہ " اطاعت " ایک عام حالت هے اور اسمیں " اقتداء " کي حالت بھي داخل هے ' لیکن " اقتداء " اطاعت سے زیادہ خاص هے ' اور ضروري نہیں کہ ہر اطاعت اقتداء بھي ہو - احادیث میں خلفاء راشدین کي نسبت امت کو " اطاعت " اور " اقتداء " دونوں کا حکم دیا گیا ' لیکن بعد کے خلفاء و سلاطین کو صرف " اطاعت " کا مستحق بتلایا - " اقتداء " کا نہیں - کیونکہ معلوم تھا کہ اُنکے کام اچھے نہ ھونگے - شریعت و عدالت سے منحرف هو جائینگے - اور چونکہ نظام جماعت کے قیام کے ساتھہ احکام کتاب و سنت اور عدل و صداقت کي حفاظت کا انتظام بھي ضروري تھا ' اسلیے امر بالمعروف و نہي عن المنکر کا فرض هر حال میں باقي رھا - اور حکم دیا گیا کہ ایسے وقتوں میں سلطان اسلام کو اپنا امام مانکر پوري پوري اطاعت کرو ' لیکن پادشاہ کي اطاعت کے یہ معنی نہیں کہ سفید کو سیاہ اور دن کو رات مان لو - حق حق هے - باطل باطل - برائي جب دیکھو ' ٹوکو - ظلم جب کیا جاے ' روکو - اس کام میں ایک پادشاہ اور ایک مزدور ' دونوں برابر ھیں - " لا طاعة لمخلوق في معصیة الخالق ' قاعدۂ کلیہ هے ' اور و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر حکم عام و مطلق - کسي مخلوق کي ایسي اطاعت نہیں کي جاسکتي جس میں خالق کے حکم سے نافرماني کرني پڑے - اور یہ جو جابجا کہا کہ اطاعت نہ کرنے میں فتنہ هے - تو یاد رهے کہ " اطاعت " نہ کرنے میں ' نہ کہ " اقتداء " نہ کرنے میں ' اور امر بالمعروف و نہي عن المنکر میں - یعنی خلیفۂ اسلام سے بغاوت نہ کرو - اسمیں جمعیت امت کیلیے بڑا هي فتنہ هے - یہ مطلب نہیں کہ برائي کي مخالفت اور حق کے اعلان میں فتنہ هے - حق کا اعلان تو همیشہ اور هر حال میں دنیا کیلیے نظم و امن هے - وہ کبھي فتنہ نہیں هوسکتا - اگر حق کي پکار فتنہ هوجاے تو پھر نظام هستي منقلب هو جاے : و لو اتبع الحق اهوائهم لفسدت السماوات و الارض و من فیهن ! (۲۳ : ۷۴)

که هر حال اور هر طرح کي زندگي ميں امام کي اطاعت کرينگے - حکومت و سرداري کو اسکے کرنے والوں پر چھوڑ دينگے ' اور کبھي اس بارے ميں کوئي جھگڑا نہيں کرينگے - الا يه که بالکل کھلا کھلا کفر امام سے ظاهر هو - ايسي بات ميں جسکے ليے الله کي کتاب ميں حکم و دليل موجود هے - سو اُسوقت کسي کي اطاعت بهي الله کي اطاعت سے نه روک سکيگي - يعني جب تک امام سے صريح کفر نه سرزد هو' هر حال ميں اُسکي اطاعت واجب هے -

" خيار ائمتکم الذين تحبونهم و يحبونکم' وتصلون عليهم و يصلون عليکم ' و شرار ائمتکم الذين تبغضونهم و يبغضونکم ' و تلعنونهم و يلعنونکم ' قال قلنا - أفلاننابذ هم عند ذلک ؟ قال لا ' ما أقاموا فيکم الصلوة ' الا من ولي عليه وال فرآه شيئاً من معصية الله فليکره ما يأتي من معصية الله ' و لا ينزع عن يداً من طاعة " رواه احمد و مسلم -

و عن حذيفة أنه (صلعم) قال " يکون بعدي آئمة لا يهتدون بهدى ولا يستنون بسنتي ' و سيقوم فيکم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان انس - قال قلت - کيف اصنع يا رسول الله ان أدرکت ذلک ؟ قال - تسمع و تطيع و ان ضرب ظهرک و اخذ مالک فا سمع و اطع " رواه مسلم و احمد -

يعني فرمايا : تمهارے بهتر حاکم وه هيں که اُنکي محبت تمهارے دلوں ميں هو اور تمهاري انکے دلوں ميں - تمهاري زبانوں سے اُنکے ليے رحمت کي صدا نکلے اور اُنکي زبانوں سے تمهارے ليے - اور بدترين حاکم وه هيں که تمهارے دلوں ميں اُنکي دشمني هو' اور وه تمهيں دشمن سمجهتے هوں - تم اُن پر لعنت بهيجو - وه تم پر - صحابه نے عرض کيا - يا رسول الله ! کيا ايسے حاکموں سے هم نه جهگڑيں ؟ فرمايا نهيں - جب تک وه تم ميں نماز قائم رکهيں - اُنکي اطاعت هي کرو ! هاں جو بات گناه کي ديکهو اُسے پسند نه کرو مگر امام کي طاعت سے هاتهه نه کهينچو - نيز فرمايا - ميرے بعد ايسے امام هونگے جو ميرا طور طريق چهوڑ دينگے - ميري سنة پر نهيں چلينگے - عنقريب تم پر ايسے لوگ حکمراں هونگے که اُنکا جسم تو انسانوں کا هوگا مگر دل شيطان کا سا - راوي نے پوچها - اگر هم نے ايسا زمانه پايا تو کيا کريں ؟ فرمايا - سنو اور اطاعت کرو - اگر وه تمهاري پيٹهه پر تازيانے لگائيں اور تمهارا مال چهين ليں ' تب بهي اُنکي سنو اور اطاعت کرو !

" ستکون بعدي اثرة و امور تنکرونها " قالوا - فما تأ مرنا ؟ قال " تؤدون الحق الذي عليکم' و تسألون الله الذي لکم " متفق عليه عن ابن مسعود '

و اخرجه ایضاً الحرث بن وهب و أ ورده الحافظ فی التلخیص ' و عن جابر بن عتیک مرفوعاً عند ابي داؤد بلفظ " سیاتیکم رکب مبغضون ' فاذا أتوکم فرحبوا بهم وخلوا بینهم و بین ما یبتغون- فان عدلو' فلا نفسهم ' و ان ظلموا ' فعلیها"

و عن وائل بن حجر- قال سمعت رسول الله صلعم ورجل یسأله - فقال - أرایت إن کان علینا امراء یمنعونا حقنا ویسألونا حقهم ؟ قال " اسمعوا وأطیعوا ' فانما علیهم ما حملوا ' و علیکم ما حملتم " (مسلم والترمذي و صححه)

" علی المرء المسلم السمع والطاعه فیما أحب وکره ' الا ان یومر بمعصیة ' فان امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة " (شیخان وغیرهما عن ابن عمر)

سبکا خلاصه وهي هے جو اوپر گزرچکا - آخري روایت میں فرمایا - ایک مسلمان کا فرض هے که خواه گوارا هو یا ناگوار ' مگر امام کا کہا سنے اور مانے - هاں اگر وه ایسا حکم دے جسکي تعمیل میں گناه هو ' تو پھر اُس حکم میں نه تو سننا هے اور نه ماننا - کسي بڑے سے بڑے مخلوق کي خاطر بھي خدا سے نافرماني نهیں کي جاسکتي - یه اسلام کا ' اور در اصل تمام سچي تعلیموں اور سچے انسانوں کا عالمگیر قاعدۀ کلیه هے -

اور یهي وجه هے که صدقات و زکواة وغیره مالیات کي ادائیگي کي نسبت حکم دیا گیا که اگرچه وصول کرنے والے حکام ظالم و جابر هوں ' یا بیت المال کا روپیه نا جائز طور پر خرچ کر رهے هوں ' لیکن اگر امام کي طرف سے مامور هیں تو اُنکي اطاعت کرني چاهیے - جس شخص نے زکواة ایسے عامل کو دیدي ' اُسکي زکواة ادا هوگئي - البته قوم کو کوشش کرني چاهیے که ایسے عامل معزول کیے جائیں - لیکن جب تک معزول نهوں ' نظام شریعت کے قیام کیلیے ضروري هے که اُنکے احکام کي تعمیل کي جاے - بشیر بن خصاصبه کي روایت میں هے که لوگوں نے کہا " ان قوماً من اصحاب الصدقة یعتدون علینا " عمال صدقه لینے میں هم پر ظلم کرتے هیں- کیا حق سے زیاده نه دینے میں اُنکا مقابله کریں ؟ فرمایا نهیں - (ابو داؤد) سعد بن وقاص کي روایت میں فرمایا " ادفعوا الیهم ما صلوا " ابن ابي شیبه میں حضرة ابن عمر کي نسبت هے که کسي نے کہا - زکواة کسے دیں ؟ کہا وقت کے حاکموں کو- سائل نے کہا " اذا یتخذون بها ثیابا و طیبـــاً " وه تو زکواة کا روپیه اپنے کپڑوں اور زینت میں خرچ کر ڈالتے هیں - فرمایا " و ان " اگرچه ایسا کرتے هوں مگـر زکواة حاکم هي کو دو- اسي بنا پر محدثین نے باب باندھا " براءة رب المال بالدفع الی السلطان مع العدل

و البحور " اور اسي ليے جمہور فقہا کا يہي مذہب قرار پايا کہ اگر حکام جور کو زکواۃ دي گئي تو ادا ہوگئي - آئمۂ اہل بيت و عترۃ نے بھي قولاً و فعلاً اس سے اتفاق کيا جيسا کہ حضرۃ امام باقر (عليہ و علی آبائہ السلام) سے اصول ميں منقول ھے - اور اسي ليے محققين اماميہ و فقہاء زيديہ بھي اس فيصلہ مين جمہور کے ساتھہ ھيں -

(اذا بويع الخليفتين فاقتلوا اخرھما)

اگر ايک خليفہ کي حکومت جم چکي ھے اور قائم ھے اور دوسرا مدعي کھڑا ھو ' تو اُسکا حکم يہ ھے کہ وہ باغي ھے - فرمايا اُسے قتل کردو - اُسکي زندگي تمام اُمت کے نظم و امن کيليے فتنہ ھے - وہ امت ميں پھوٹ ڈالنا اور جمے ھوے انتظام کو درھم برھم کرنا چاھتا ھے - والفتنۃ اشد من القتل -

عن عرفجۃ الاشجعي - قال سمعت صلعم يقول " من أتاکم و امرکم جميع علی رجل واحد ' يريد ان يشق عصاکم أو يفرق جماعتکم ' فاقتلوہ " (احمد و مسلم)

اسي ليے جمہور اہل اسلام نے اتفاق کيا کہ خليفہ خواہ اہل ھو يا نا اہل ' ليکن اگر اسکي حکومت قائم ھے تو جو اُس پر خروج کرے ' اُسکا حکم باغي کا حکم ھے - اُس سے لڑنا اور اُسکي جماعت کو قتل کرنا جائز ھے بشرطيکہ تبليغ و دعوۃ اور دفع شکوک کے بعد بھي باز نہ آے - ايک گروہ نے کہا کہ نہ صرف جائز بلکہ بحکم فقاتلوا التي تبغي (۴۹ : ۹) واجب ھے - " و قد حکي في البحر عن العترۃ جميعاً ان جہادھم افضل من جہاد الکفار الی ديارھم ' ان فعلہم في دار الاسلام کفعل الفاحشۃ في المسجد " (نيل الا وطار - جلد ۷ صفحہ ۸۰) يعني تمام آئمہ اہل بيت و عترۃ سے منقول ھے کہ ايسے باغيوں سے جہاد کرنا کفار پر حملہ کرنے سے بھي افضل ھے -

(اجماع امت و جمہور فقہاء و اعلام)

بنو اُميہ کے امراء کي حکومت ظلم و بدعت کے ساتھہ قائم ھوئي اور اُسوقت ايک جم غفير صحابۂ کرام و ائمۂ اہل بيت نبوۃ کا موجود تھا - عہد عباسيہ کي پوري پانچ صدياں گذر گئيں ' اور يہي زمانہ تمام علوم شرعيہ کي تدوين و ترتيب کا تھا - تمام آئمۂ و اعلام اور فقہاء مذاھب اسي عہد ميں پيدا ھوے اور عقائد و مسائل نے آخري ترتيب و تنظيم پائي - ليکن ان تمام عہدوں ميں سب کا اتفاق اسي بات پر رہا جو اوپر گزر چکي - عقائد ضروريہ او و ارکان اربعہ کے بعد شايد ھی کسی اسلامی اعتقاد پر اس درجہ محکم

و یقیني اجماع و تعامل ثابت کیا جاسکے - صحابه کا حال معلوم ہے - مروان مدینه کا گورنر تھا اور حضرت ابو ہریرہ مسجد نبوي میں موذن تھے - مروان کي عبـــادت سے بد ذوقي کا یه حال تھا که سورۂ فاتحه کے بعد آمین کہنا اور مقتدیوں کو شرکت کا موقعه دینا بھي اسکي جلد بازي پر شاق گزرتا تھا - ابو ہریرہ اس سے وعدہ لے لیتے " لا تفتني بآمین" قرأت میں ایسي جلدي نه مچائیو که میري آمین ضائع جاے ' لیکن نماز اُسي کے پیچھے پڑھتے اور اُسکي اطاعت سے انکار نه کرتے - اس سے بڑھکر یه که امراء بنو امیه علانیه ظلم و ستم کرتے تھے - بدعات کا یه حال تھا که جس سنت کو چاھتے ' اپني ہواء نفس سے بدلڈالتے - لوگ اُنکي یاوہ گوئي سننا پسند نہیں کرتے تھے - عید کے دن خطبه دیتے تو لوگ اُٹھکر چلے جاتے که خطبۂ عید کي سماعت واجب نہیں - یه حال دیکھکر مروان نے چاھا - عید کے دن نماز سے پہلے خطبه دیدے تا که نماز کے انتظار کي وجه سے مجبوراً لوگوں کو خطبه سننا پڑے - حالانکه یه صریح سنت مستمرۂ و اجماعي کے خلاف تھا - حضرت ابوسعید خدري نے بلا تامل اسپر ٹوکا - ایسي بے شمار باتیں کي جاتي تھیں - صحابۂ کرام نہایت بے باکي سے امر بالمعروف کا فرض ادا کرتے اور ہمیشه ٹوکتے - لیکن خلیفه اُنہي کو مانتے اور اطاعت اُنہي کي کرتے - کسي صحابي نے بھي اطاعت سے پہلے اسکي جستجو نه کي که خلیفه میں ساري شرطیں خلافت کي پائي جاتي ہیں یا نہیں ؟ اگر اسکي جستجو کرتے تو سب سے پہلي شرط یعني بطریق انتخاب شرعي و شوریٰ منتخب ہونا ہي مفقود تھا - باقي شرطیں تو سب اسکے بعد کے دیکھنے اور جانچنے کي ہیں - حضرۃ سید التابعین سعید بن المسیب کہا کرتے - بني مروان انسانوں کو بھوکا مارتے ہیں اور کتوں کو کھلاتے ہیں (۱) اور پھر اُنکے ہاتھوں ہر طرح کے مظالم و شدائد بھي سہتے ' مگر ساتھه ہي به حیثیت سلطان اسلام کے اُنہي کي اطاعت بھي کرتے - مامون و معتصم کے عہد میں علماء سنۃ پر جو جو مظالم و شدائد ہوے ' معلوم ہیں - حضرۃ امام احمد بن حنبل نے اسي کوڑوں کي ضرب اور برسوں تک قید خانے میں رہنا گوارا کرلیا لیکن مامون و معتصم کي دعوۃ بدعت کي پیروي نه کي - با ایں همه اطاعت کا مستحق اُنہي کو سمجھا ' اور اپنے نامۂ وصیۃ میں یہي لکھا " و الدعاء لائمۃ المسلمین بالصلاح ' و لا تخرج علیهم بالسیف ' و لا تقاتل هم في الفتنه " کذا نقل عنه ابن الجوزي في سیرته -

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ امام ذهبي - ۱ : ۴۷ -

اسي طرح تمام آئمۂ اهلبيت کا زمانه خلفاء بنو اميۂ و عباسيه کے عہدوں ميں گزرا - يه معلوم هے که وه خلافة کا مستحق صرف اپنے هي کو يقين کرتے تهے نه که بنو اميۂ و عباسيه کو - با ايں همه کسي نے بهي اُنکے خلاف خروج نه کيا اور نه اطاعت سے انکار کيا - سب اسي پر متفق هوے که حکومت اُنکي قائم هوچکي هے ' اسليے سلطان وقت وهي هيں - خاندان اهل بيت ميں سے جس کسي نے خروج کيا ' آئمه نے برابر اپني مخالفت اُن سے ظاهر کي - جيسا که حضرة زيد کے واقعه اور امام جعفر صادق عليه السلام کے انکار سے ثابت و معلوم هے - حضرة امام علي رضا کو مامون الرشيد نے اپنا ولي عهد قرار ديا - امام موصوف نے ولي عهدي قبول کرلي - يعنے تسليم کرليا که مامون خليفه هے' اور اُسکو اپنے استخلاف اور ولي عهدي کا حق پہنچتا هے - اگر وه خود خليفه نه تها تو دوسرے کو ولي عهدي کيونکر مل سکتي تهي ؟ آئمۂ اهل بيت کي پوري تاريخ ميں ايک واقعه بهي موجود نهيں که انهوں نے لوگوں کو بنو اميۂ و عباسيه کي اطاعت سے روکا هو - بلکه برخلاف اسکے کتب حديث اماميه (مثلاً اصول کافي وغيرة) ميں بے شمار تصريحات موجود هيں که باوجود اظهار استحقاق خود ' و شکوۂ غصب و تعدي' عدم اطاعت و خروج سے هميشه مانع رهے -

(سني اور شيعه دونوں متفق هيں)

يهيں سے يه حقيقت بهي واضح هوگئي که حضرات اماميه اور اهل سنت ميں مسئلۂ خلافة کي نسبت جو مشهور اختلاف هے ' وه پهلي صورت ميں هے ' نه که دوسري صورت ميں - يعني اس بارے ميں هے که اگر امت خليفه وُ امام منتخب کرے تو کس کو اور کيسے کو منتخب کرے ؟ شيعه کهتے هيں که اسکا استحقاق صرف آئمۂ اهل بيت کو هے - وهي امام هوسکتے هيں - اهل سنة کهتے هيں که يه شرط ضروري نهيں - ليکن اگر اصلي نظام باقي نه رها هو اور غلبۂ و تسلط سے کوئي شخص اور خاندان اسلام کي مرکزي سلطنت پر قابض هوگيا هو' تو اُسکي اطاعت پر جسطرح اهل سنة کي تمام جماعتيں متفق هيں' ٹهيک اُسي طرح شيعه بهي متفق هيں - اهل سنة کے نزديک خلافة کي تمام شرطيں صرف خلفاء راشدين هي ميں جمع تهيں اور اُنکا انتخاب صحيح نظام شرعي کے مطابق هوا تها - اُنکے بعد پهر نه هوا - اماميه کے نزديک ابتدا هي سے نه هوا - ليکن اطاعت دونوں عهدوں ميں اهل سنة نے بهي ضروري قرار دي - شيعوں نے بهي ضروري قرار دي -

نتیجه یه نکلا که ایک قائم و نافذ اسلامي سلطنت کي اطاعت پر سني و شیعه ' دونوں متفق هیں - یهي حال زیدیه وغیره فرقوں کا هے ' اور بجز خوارج کے کسي اسلامي فرقه کو اس سے اختلاف نہیں -

(بعض کتب مشهورۂ عقائد و فقه)

بہتر هوگا که اس موقعه پر چند مشهور کتب عقائد اور فقه و حدیث کے اقوال بهي نقل کردیے جائیں' تاکه جو لوگ علوم شرعیه سے نا واقف هیں ' انکو معلوم هو جاے که یه بات مسلمانوں کے عقائد کي ایک ماني هوئي بات هے اور تمام اسلامي مدرسوں میں صدیوں سے پڑهي پڑهائي جا رهي هے - شرح مقاصد میں هے : " و اما اذا لم یوجد من یصلح ذالک ' او لم یقتدر علی نصبه لاستیلاء اهل الباطل و شوکة الظلمه و ارباب الضلال ' فلا کلام في جواز تقلید القضاء و تنفیذ الاحکام و اقامة الحدود و جمیع ما یتعلق بالامام من کل ذي شوکة " اور شروط امامة بیان کرکے لکهتے هیں " نعم ' اذا لم یقتدر علی اعتبار الشرائط ' جاز الابتداء للاحکام المتعلقه بالامام ' علی کل ذي شوکه تغلب او استولي " اور اسي میں هے " فان لم یوجد من قریش من یجمع الصفات المعتبره ' ولي کناني ' فان لم یوجد ' فرجل من ولد اسماعیل ' فان لم یوجد فرجل من العجم " -

مرقات شرح مشکواة میں هے " و اما الخروج علیهم و قتالهم ' فمحرم و ان کانوا فسقة ظالمین " اور حدیث " من اتاکم و امرکم جمیع علی رجل وا حد " کي شرح میں لکهتے هیں " ای له اهلیة الخلافة ' او التسلط و الغلبه " -

شامي میں هے " و یثبت عقد الامامة اما باستخلاف الخلیفة ایاه کما فعل ابوبکر ' و اما ببیعة جماعة من العلماء او من اهل الراے " -

مسامرہ میں هے " و المتغلب تصح منه هذه الامور (ای ولایة القضاء و الامارة و الحکم بالاستفتاء و نحو ها) للضرورة ' و صار الحال عند التغلب کما لم یوجد قرشي عدل ' او وجد و لم یقدر (ای لم توجد قدرة علی تولیته لغلبة الجورة) اذ یحکم في کل من الصورتین بصحة ولایة من لیس بقرشي و من لیس بعدل للضرورة " -

اور شرح مواقف میں امامت کي شرطیں بیان کرکے لکهتے هیں : لکن للامة ان ینصبوا فاقد ها ' دفعا للمفاسد التی تندفع بنصبه " (٦٦٣)

سب سے زیادہ مشرح بحث حافظ عسقلانی نے فتح الباری میں کی ہے " وقد اجمع الفقہاء علی وجوب طاعة السلطان المتغلب والجہاد معہ ' وان طاعته خیر من الخروج علیه لما فی ذلک من حقن الدماء وتسکین الدھماء ' ولم یستثنوا من ذلک الا اذا وقع من السلطان الکفر الصریح فلا یجوز طاعته فی ذلک بل تجب مجاهدته لمن قدر علیها کما فی الحدیث " (جلد : ۲۱۲)

حافظ نوادی شرح مسلم میں لکھتے ہیں " وهذه الاحادیث فی الحث علی السمع والطاعه فی جمیع الاحوال ' وسببهما اجتماع کلمة المسلمین ' فان الخلاف سبب لفساد احوالهم فی دینهم ودنیاهم - وقوله صلعم : وان کان عبد امجدع الاطراف - یعنی مقطوعها ' والمراد اخس العبید - اے اسمع واطیع للامیر وان کان دنی النسب * * * * * ویتصور امارة العبد اذ ولاه بعض الائمه ' او یغلب علی البلاد بشوکته " الخ - (جلد ۲ : ۱۲۵)

اور قاضی شوکانی درر البهیه میں لکھتے ہیں " وطاعة الائمة واجبة الا فی معصیة الله ' ولا یجوز الخروج علیهم ما اقاموا الصلوة " (شرح درر : ۴۱۴)

اور حجة الله البالغه میں ہے " ان الخلیفة اذا انعقدت خلافته ' ثم خرج آخر ینازعه ' حل قتله "

اور ازالة الخفاء میں ایک مفصل اور دقیق بحث مسئلۂ خلافت و حقیقت خلافت پر کرتے ہوے (جس سے بہتر اور جامع بحث شاید ہی کسی دوسری جگہ ملسکے) لکھتے ہیں " و حرام ست خروج بر سلطان بعد ازان که مسلمین برو‌ے جمع شدند ' مگر آنکه کفر بواح از وے دیده شود ' اگرچه آن سلطان مستجمع شرائط نه باشد و این مضمون متواتر بالمعنی ست " (جلد - ۱ : ۱۳۷)

حاصل ان تمام عبارتوں کا وہی ہے جو اوپر گزر چکا - یعنی ہر زمانے میں امت کیلیے ایک خلیفه ہونا چاہیے جو صاحب طاقت و اقتدار ہو - اگر امت منتخب کرے تو اسکے لیے فلاں فلاں شرطیں ہیں - لیکن اگر کسی مسلمان کی حکومت قائم ہوگئی ہے اور وہی صاحب اقتدار و شوکت ہے تو اُسی کو خلیفه ماننا چاہیے - خواہ تمام شرطیں اُسمیں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں ' اور اُسکی اطاعت و حمایت ہر مسلمان پر واجب ہے -

(من حمل علينا السلاح فليس منا)

بخاري و مسلم میں ھے " من حمل علينا السلاح فليس منا " (رواه ابن عمر، و سلمه، و ابو موسى الاشعري - و في رواية سلمه " من سل علينا السيف ") يعني جس مسلمان نے مسلمانوں کے مقابلے میں هتيار اُٹھایا (کفار کے ساتھه ھوکر) یعنی حمله کیا یا لڑائي کي ، وہ مسلمانوں میں سے نہیں ھے -

یه حدیث نہایت اھم ھے، اور من جمله قواعد و کلیات کے ھے - اسي لیے امام مسلم کتاب الایمان میں لاے تاکه حقیقت ایمان و کفر کي تحقیق میں اس سے مدد لیں ، اور حافظ نوا وي نے ایک مستقل عنوان قرار دیکر باب باندھا -

آنحضرۃ صلعم کے طرز تکلم و خطاب پر غور کرنے سے معلوم ھوتا ھے که " لیس منا " اور " لیس مني " وعید کا ایک ایسا جمله تھا جو آن موقعوں پر آپ استعمال فرماتے ، جہاں صریح و قطعي کفر کي جگه کفر سے کوئي بہت ھي قریب اور اسلامي زندگي سے بہت ھي بعید حالت کا بتلانا مقصود ھوتا تھا - عام معاصي و فسوق سے یه حالت زیاده سخت مگر کفر قطعي سے کم ھوتي تھي - جن جن احادیث میں یه لفظ آیا ھے ، اُن سب پر غور کیا جاے ، اور ایمان و کفر کے عملي مراتب کي حقیقت بھي پیش نظر ھو، تو یه بات واضح ھو جائیگي - صاحب شریعت نے جن کاموں کیلیے جو احکام دیے اور جو الفاظ استعمال کیے ، ھمیں حق نہیں ھے که تاویل و توجیهه کرکے اُنکے لغوي مفہوم کا اصلي زور و اثر گھٹانے کي کوشش کریں - ایسي کوششیں جن لوگوں نے کیں ، اُنھوں نے مسلمانوں کو اسلام و ایمان کي عملي زندگي سے محروم کردیا (۱) - " لیس منا " کے صاف معني یه ھیں که " وہ ھم میں سے نہیں " یعني مسلمانوں میں سے نہیں - اس سے ثابت ھوا که مسلمانوں کي کسي جماعت پر بطور جنگ و قتال کے هتيار اُٹھانا جبکه وہ غیر مسلمانوں سے لڑ رھے ھوں ، ایک ایسا فعل ھے جسکے کرنے کے بعد انسان مسلمانوں میں شمار ھونے کے قابل نہیں رھتا - مسلمانوں

---

(۱) قال النواوي " و کان سفیان بن عیینه یکره قول من یفسره بلیس منا بلیس علی ھدینا ، و یقول بئس ھذا القول - یعني بل یمسک عن تاویله " (شرح مسلم مطبوعه احمدي - صفحه ۶۹

کي جماعت سے خارج هو جاتا هے - لوگوں کا خواہ کچھہ هي قیاس هو' لیکن الله کے رسول کا صریح فیصله یهي هے ' اور قرآن و سنت کے تمام احکام اسي کي تائید میں هیں -

(واقعه امام حسین علیه السلام)

بعض لوگوں کو یه شبه هوسکتا هے که اگر سلطان اسلام کو خلیفه مان لینا چاهیے گو نا اهل هو' تو پهر حضرۃ امام حسین علیه السلام نے یزید بن معاویه کي حکومت کے خلاف کیوں خروج کیا ؟ اور کیوں اُنکو برسر حق اور شهید ظلم و جور تسلیم کیا جاتا هے ؟

پس گو بحث کے اس حصے کا طول بقیه مطالب کي تشریح میں مخل هورها هے ' لیکن چونکه اس معامله میں عام طور پر ایک سخت غلط فهمي پهیلي هوئي هے ' اسلیے صاف کردینا ضروري هے - یه بالکل غلط هے که حضرۃ امام حسین اُس حالت میں لڑے' جبکه وہ یزید کي حکومت کے مقابلے میں خود مدعي امامت اور طالب خلافت تھے - جو لوگ ایسا سمجھتے هیں ' اُنهوں نے واقعۂ کربلا کا دقت نظر کے ساتھه مطالعه نهیں کیا - حالات میں اچانک ایسي تبدیلیاں هوئي هیں که اس غلط فهمي کا پیدا هوجانا عجیب نهیں - حضرۃ امام جب مدینه سے چلے ' تو اُنکي حیثیت دوسري تھي - جب کربلا میں حق پرستانه لڑکر شهید هوے ' تو اُنکي حیثیت دوسري تھي - دونوں حالتیں مختلف هیں - دونوں کا حکم شرعاً مختلف - جب وہ مدینه سے چلے هیں تو حالت یه تھي که نه تو ابھي یزید کي حکومت قائم هوئي تھي - نه اهم مقامات و مراکز نے اسکو خلیفه تسلیم کیا تھا - ابتدا سے معاملۂ خلافت میں سب سے پهلي آواز اور قوۃ انعقاد اهل مدینه کي رهي هے' پهر حضرۃ علي کے زمانے میں مدینه کي جگه کوفه دار الخلافۃ بنا - لیکن اهل مدینه اُسوقت تک متفق نهیں هوے تھے - اور کوفه کا یه حال تھا که تمام مخلوق یکقلم مخالف اور حضرۃ امام حسین سے بیعت کرنے کیلیے پیهم اصرار و الحاح کررهي تھي - انهوں نے خود خلافت کي حرص نه کي ' بلکه ایک ایسے زمانے میں جب تخت حکومت سابق حکمراں سے خالي هوچکا تھا اور نئے کي حکومت ابھي قائم نهیں هوئي تھي ' ایک بهت بڑي مرکزي و موثر آبادي (یعني کوفۂ و عراق) کے طلب و سوال کو منظور کر لیا - البته اس منظوري میں یه مصلحت بھي ضرور پیش نظر تھی، که

یزید جیسے نا اھل کي حکومت سے اُمت کو بچایا جاے - لیکن جب وہ کوفہ پہنچے ' تو یکایک نظر آیا کہ حالت بالکل بدل چکي ھے - تمام اھل کوفہ ابن زیاد کے ھاتھہ پر یزید کیلیے بیعت کرچکے ھیں ' اور سرزمین عراق کي وہ بے وفائي و غداري جو حضرة امیر کے عہد میں بارھا ظاھر ھوچکي تھي ' بدستور کام کر رھي ھے - یہ حال دیکھکر معاملۂ خلافت سے وہ بالکل دست بردار ھوگئے ' اور فیصلہ کر لیا کہ مدینہ واپس چلے جائیں - لیکن ابن سعد کي فوج نے ظالمانہ محاصرہ کر لیا اور مع اھل و عیال کے قید کرنا چاھا - وہ اس پر بھي آمادہ ھوگئے کہ مدینہ کي جگہ دمشق جائیں اور براہ راست یزید سے اپنے معاملے کا فیصلہ کرائیں ' مگر ظالموں نے یہ بھي منظور نہ کیا -

اب امام کے سامنے صرف دو راھیں تھیں - یا اپنے تئیں مع اھل و عیال قید کرادیں - یا مردانہ وار لڑکر شہید ھوں - شریعت نے کسي مسلمان کو مجبور نہیں کیا ھے کہ ناحق ظالموں کے ھاتھہ اپنے تئیں قید کرادے - اُنھوں نے دوسري راہ کمال عزیمة دعوة کي اختیار کي ' اور خود فروشانہ لڑکر حالت مظلومي و مجبوري میں شہید ھوے - پس جس وقت کربلا میں میدان جنگ گرم ھوا ھے ' اُسوقت حضرة امام حسین مدعي خلافت و امامت نہ تھے - نہ اس حیثیت سے لڑ رھے تھے - اُنکي حیثیت محض ایک مقدس اور پاک مظلوم کي تھي جسکو ظالموں کي فوج ناحق گرفتار کرنا چاھتي ھے - وہ اپنے آپکو زندہ گرفتار کرادینا پسند نہیں کرتا ' اور طاقتور ظلم کے مقابلے میں حق کي بے سروسامان استقامت کا ایک یادگار منظر دنیا کو دکھلا دینا چاھتا ھے - تعجب ھے کہ یہ غلط فہمي صدیوں سے پھیلي ھوئي ھے - جسکو مفصل اور محققانہ بحث دیکھني ھو ' وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کي منہاج السنہ جلد ۲ - کا مطالعہ کرے -

(شـــرط قـــرشیـــة)

مندرجۂ بالا فصول سے یہ بات واضح ھوگئي کہ انتخاب خلیفۂ و امام کیلیے متعدد شرطیں ھیں - ازانجملہ ایک عرصہ تک علماء کي راے رھي کہ خلیفہ کو خاندان قریش میں سے ھونا چاھیے - لیکن اگر امت کیلیے انتخاب کا موقعہ باقي نہ رھا ھو تو خلیفہ تسلیم کر لینے کیلیے بجز اسلام اور انعقاد حکومت (یعني حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے) کے اور کوئي شرط نہیں ھے - خلفاء راشدین کے بعد سے جامع الشروط کوئي بھي سلسلۂ خلافت قائم نہ ھوا - بنو امیہ و عباسیہ میں اگر ایک شرط قرشیۃ کي

پائي جاتي تهي ' تو اور بهت سي اهم شرطيں مفقود تهيں - بنيادي شرط يه هے كه حكومت تلوار كے زور سے نه منوائي جاے بلكه امت كے انتخاب و اجماع سے هو' سو يه شرط كسي كي خلافت ميں بهي نه تهي - پهر خليفه كو عادل و منصف هونا چاهيے - حكومت نظام شورى كے ساتهه كرني چاهيے - سنة رسول الله اور سنت خلفاء راشدين پر عامل هونا چاهيے - بجز عمر بن عبد العزيز كے كوئي بهي ان سب كا جامع نه تها - عباسيه كے بعد حكومت عجميوں كے هاتهه آئي ' اور پهر مصر كے عباسي خلفاء كے بعد تركوں كا خاندان عثمانيه خلافت پر قابض هوا - آخري مصري خليفه نے خود سلطان سليم كے هاتهه پر بيعت كي - يه خلافت بلا نزاع آجتك قائم اور تمام عالم اسلامي كيليے شرع و امت كا مركزي اقتدار هے - اگر بنو اميه و عباسيه ميں پانچ شرطيں نهيں پائي جاتي تهيں تو ان ميں چهه نه سهي - يعني يه عرب بهي نهيں اور قرشي بهي نهيں - ليكن چونكه سوال خليفه كے انتخاب كا نهيں هے بلكه ايك قائم و نافذ خلافت كے ماننے كا ' اسليے شرائط كي بحث يهاں كوئي اثر هي نهيں ركهتي -

منجمله شروط خلافت كے ايك متفق عليه شرط حريت كي هے - يعني خليفه آزاد هو - غلام نهو - مصلحت و ضرورت بهي اسكي ظاهر هے' مگر معلوم هے كه تمام دنيا كي تاريخ ميں صرف ايك مسلمانوں هي كي تاريخ اسكي مثال پيش كر سكتي هے كه غلاموں نے امامت كي هے ' امارت كي هے' پادشاهت كي هے - اور تمام سادات و قريش اور عرب و عجم نے انكے آگے اطاعت كا سر جهكايا هے - خود مشهور حديث هے " اسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليكم عبد حبشي كان راسه زبيبه " اور روايت ابوذر عند مسلم كه " و ان كان عبدا مجدع الاطراف " اور روايت ابن حصين كه " و لو استعمل عليكم عبد يقودكم بكتاب الله' اسمعوا له و اطيعوا " يعني اگر ايك ذليل سے ذليل حبشي غلام بهي تمهارا امير هو جاے تو اسكي سنو اور اطاعت كرو - حافظ نووي اسكي شرح ميں لكهتے هيں " و المراد اخس العبيد - اى اسمع و اطيع و ان كان دني النسب ' حتى لو كان عبد اسود مقطوع الاطراف ' فطاعته واجبة ' و يتصور امارة العبد اذا ولاه بعض الائمه ' او يغلب على البلاد بشوكته و اتباعه ' و لا يجوز ابتداء عقد الولاية له مع الاختيار ' بل شرطها الحرية " (جلد ٢ : ١٢٥) يعني يه جو فرمايا كه اگرچه حبشي غلام هو' تو مقصود اس سے يه هے كه اگرچه امير نهايت ذليل نسب و خاندان كا هو' ليكن اگر

امیر ہوگیا ہے تو اطاعت کرو - اور اسی بنا پر غلام امیر ہوسکتا ہے اگر کسی امام نے مقرر کردیا ہو - یا خود وہ شہروں پر غالب آکر مسلط ہوگیا ہو - البتہ جائز نہیں کہ ابتدا میں کسی غلام کو امیر منتخب کیا جاے - کیونکہ آزاد ہونا شرائط امامت میں سے ہے "

جب غلبۂ و تسلط کی صورت میں خود حافظ نواوی (جو شرط قرشیۃ کے سب سے بڑے حامیوں میں سے ہیں) نص حدیث کی بنا پر تسلیم کرتے ہیں کہ ایک دنی النسب ' خسیس الحال ' حبشی غلام امیر ہوسکتا ہے اگرچہ آزاد ہونا شرط ابتدائی ہے' تو پھر ظاہر ہے کہ ایک غالب و مسلط اور منظم و قائم خلیفہ کی خلافت کیلیے شرط قرشیۃ کا موجود نہ ہونا کیوں مخل ہو اگرچہ قرشیۃ ایک شرط ابتدائی مان لی جاے ؟

پس یہ مان لینے کے بعد بھی کہ قرشی ہونا شرائط شرعیہ میں سے ہے' ترکان عثمانی کی خلافۃ مسلمۂ و منعقدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ' اور شرائط کی پوری بحث موجودہ مسئلہ سے یکقلم غیر متعلق ہے ' تاہم تحقیق مقام کے خیال سے بہتر ہے کہ اس شرط کی حقیقت پر بھی ایک فیصلہ کن نظر ڈال لی جاے -

سو واضح ہو کہ جہانتک قرآن و سنت اور آثار صحابہ کے دلائل کا تعلق ہے ' کوئی نص قطعی موجود نہیں' جس سے ثابت ہو کہ اسلام نے معاملۂ خلافت و امامت صرف خاندان قریش کیلیے شرعاً مخصوص کردیا ہے - احادیث اس بارے میں جسقدر موجود ہیں ' سب صحیح ہیں - یہ بھی حق ہے کہ حضرۃ ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اسکو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا - یہ بھی حق ہے کہ صحابہ میں ہمیشہ اس بات کی شہرت رہی - یہ بھی غلط نہیں کہ جب تک خاندان عباسیہ باقی رہا ' لوگ اسکو بطور ایک شرط کے سمجھتے رہے - با ایں ہمہ ان ساری باتوں کی حقیقت وہ نہیں ہے جو اب سمجھی جاتی ہے - ان ساری باتوں کے سچ ہونے کے ساتھہ یہ بھی سچ ہے کہ اسلام نے خلافت کو نہ کسی قوم میں مخصوص کیا ' نہ کسی خاندان میں ' اور نہ کسی خاص نسل میں - اسلام جو اس طرح کی تمام قومی و نسلی امتیازات کے مٹانے اور ہمیشہ کیلیے صرف انسانیت کی بے قید و عام عظمت کے قائم کرنے اور " عمل " کے قانون الہی کے آخری اعلان کیلیے آیا تھا ' اُسکی نسبت ساری باتیں مان لی جاسکتی ہیں لیکن یہ محال ہے کہ اُسنے خاندان و نسل کا کوئی امتیاز

قائم کیا ھو ' بلکہ اس سے بڑھکر اسلام کے دامن صداقت پر کوئي دھبہ نہیں ھوسکتا کہ اُسپر کسي طرح کے بھي اختصاص نسل و قوم کي تہمت لگائي جاے - یہ کیونکر ممکن ھے کہ امتیاز نسب کے جس بت کو توڑنا اُسکا سب سے بڑا کارنامہ ھو' اُسي کے ٹکڑوں کو پھر جوڑنا اُسکي طرف منسوب کیا جاے ؟

تفصیل و دلائل کي ضرورت نہیں - یہ بات ھر اُس شخص پر جو اسلام سے کچھہ بھي واقفیت رکھتا ھے ' روشن ھے کہ نسلي و خانداني امتیازات کي نسبت عام اسلامي احکام کا کیا حال ھے ؟ اسلام کا ظہور عرب میں ہوا جنکے غرور قوم و نسب کا یہ حال تھا کہ وھاں کا ایک چرواھا اپنے نسبي و خانداني شرف کے سامنے قیصر و کسری کو بھي ذلیل و حقیر سمجھتا تھا - - عرب کے علاوہ بقیہ دنیا بھي طرح طرح کے قومي و وطني امتیازات کي پرستش کررھي تھي - اسلام نے اپني دعوۃ کي سب سے پہلي اور کاري ضرب اسي غرور نسل و قوم کے بت پر لگائي ' اور اللہ کے اس قانون فطرۃ کي منادي بلند کي کہ بنیاد ھر طرح کی فضیلت کي عمل ھے نہ کہ کوئي اور شے :

یا ایھا الناس ! انا خلقنا کم من ذکر و انثی ' و جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹ : ۱۴) اور فرمایا : لا تزر وازرۃ وزر اخری ' و ان لیس للانسان الا ما سعی ' و ان سعیہ سوف یری (۵۳ : ۴۶)

آنحضرۃ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زندگي بھر قول و فعل یہ رھا کہ " لیس منا من دعی الی عصبیۃ " اور " لیس منا من قاتل علی عصبیۃ " اور " لیس منا من مات علی عصبیۃ " و امثالھا - یعني وہ ھم میں سے نہیں جو نسل و قوم کي خصوصیت کے تعصب کي طرف لوگوں کو بلاے - وہ ھم میں سے نہیں جو اس تعصب کي حالت میں دنیا سے جاے - وہ ھم میں سے نہیں جو اس تعصب کی بنا پر لوگوں سے جنگ کرے ! دنیا کو چھوڑنے سے پہلے حجۃ الوداع میں جو آخري پیام امت کو سنایا ' اُسمیں بھي سب سے پہلي چیز یہي تھي - یعنے نوع انساني کي عام مساوات کا اعلان : " لا فضل لعربي علی عجمي ' و لا لعجمي علی عربي - کلکم ابناء آدم " اور فرمایا " لیس لا حد فضل علی احد الا بدین و تقوی - الناس کلھم بنو آدم ' و آدم من تراب " یعني اسلام کا ظہور و قیام نوع انساني کي مساوات اور باھمدگر

برابري کا اعلان هے - اب نه کسي عرب کو عجمي پر' اور نه کسي عجمي کو عرب پر ملک و قوم کي وجه سے فضیلت ملسکتي هے - سب ایک هي آدم کي اولاد هیں ' اور وهي سب سے بڑا هے جو عمل میں بڑا هو -

عملاً یه حال تها که آپنے اپني زندگي میں سب سے آخري اور ذمه داري کے لحاظ سے نہایت اهم فوجي مہم جو بهیجي' اسکي سرداري اُسامه بن زید کو دي ' اور معلوم هے که زید آپکے غلام تهے - بعضوں پر یه بات گراں گزري تو فرمایا " لقد طعنتم في امارة ابیه و قد کان لها اهلاً ' و ان اسامه لها اهل " تم لوگ پہلے زید کي سرداري پر بهي طعن کرچکے هو حالانکه وه اس کام کا اهل تها ' اور اب اُسامه سردار بنایا گیا هے اور وه اس کام کا اهل هے " - " اهل " کے لفظ پر زور دیا - یعني طعن بیکار هے کیونکه بنیاد معاملهٔ امارت و سرداري کي صرف اهلیت و قابلیت هے - اور کوئي نہیں - حضرة عائشه کا قول مشہور هے " لوکان زید حیاً ' ما استخلف رسول الله غیره " (۱) اُسامه کو جس لشکر کي سرادري دي گئي' جانتے هو اسمیں کیسے کیسے لوگ ماتحت کیے گئے تهے ؟ بڑے بڑے مہاجرین و قریش - جن میں سب سے پہلے حضرة ابوبکر صدیق کا نام نظر آتا هے - وهي ابوبکر (رض) جو چند دنوں کے بعد رسول الله کے جا نشیں هونے والے هیں !

بندۂ عشق شدي ' ترک نسب کن جامي
کیں دریں راه فلاں ابن فلاں چیزے نیست !

---

(۱) الله الله ! اس بارے میں اسلام و پیروان اسلام کے معاملات کیسے خود فروشانه و عجیب رهے هیں ؟ آج مسلمانوں کو جو طرح طرح کے خانداني امتیازات و تفریقات کي بت پرستانه پرستش کررهے هیں ' کیونکر یاد دلایا جاے که ایک زمانے میں بجز الله اور آسکے رسول کے رشته کے نه کوئي رشته مقبول تها ' نه عمل کي بزرگي کے سوا کوئي بزرگي تسلیم کي جا سکتي تهي - حضرة عمر کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعه مجهے نہیں بهولتا - آنکے لڑکے عبد الله نے ایک بار شکایت کي که تقسیم اموال وغیره میں اُسامه بن زید سے مجهے کم درجه پر کیوں رکها جاتا هے ؟ حضرة عمر نے کہا " کان ابوه احب الی رسول الله من ابوک' و کان احب الی رسول الله منک " اسلیے که تیرے باپ سے زیاده آسکا باپ الله کے رسول کو پیارا تها ' اور اسلیے که وه خود بهي تجهسے زیاده رسول الله کے نزدیک محبوب تها !

بلال حبشي ، صہیب رومي ، سلمان فارسي (رض) کا جو حال تھا ، معلوم ھے - بلال کو عمر فاروق جیسے قرشي نے " ھمارا آقا و سردار " کہا - اور صہیب کو دیکھتے تو کہتے " نعم العبد صہیب ! لو لم یخف اللہ لم یعصہ " مرنے کے وقت وصیۃ کي کہ نماز جنازہ وھي پڑھائیں - سلمان کا یہ حال تھا کہ حضرۃ علي علیہ السلام فرماتے " سلمان منا اھل البیت " اسي چیز کا نتیجہ تھا کہ ایک صدي کے اندر ھي اندر عرب کي نسلي عصبیۃ کا نام و نشان باقي نہ رھا ، اور وہ زمانہ آگیا جب بزرگي و فضیلت کے ھر میدان میں سرداري و ریاست عجمیوں اور غلام زادوں کے ھاتھہ میں تھي - عرب انکے علم و عمل کے آگے اسي طرح جھکے ھوے تھے ، جس طرح ایک قرشي و ھاشمي کے آگے جھک سکتے تھے - حتی کہ خلیفۂ ھشام بن عبد الملک کو امام زھري سے کہنا پڑا " واللہ لیسودن الموالي العرب ، و یخطب لھم علی المنابر ، و العرب تحتھم ! "

پھر کیا ایسي حالت میں ایک لمحہ کیلیے بھي باور کیا جاسکتا ھے کہ اسلام کا داعي تمام دنیا کو تو قومي و نسلي امتیازات کي غلامي سے نجات دلانا چاھتا ھو اور مساوات عامہ کي طرف بلا رھا ھو ، لیکن (نعوذ باللہ) خود اسدرجہ خود غرض ھو کہ قیامت تک کیلیے پادشاھي و خلافت کو صرف اپنے ھي ملک کیلیے ، اور اپنے ملک ھي کیلیے نہیں ، خاص اپنے ھي وطن کیلیے ، اور صرف اپنے وطن ھي کیلیے نہیں ، خاص اپنے قبیلے کیلیے ، اور پھر صرف قبیلہ ھي کیلیے نہیں ، بلکہ صرف اپنے ھي خاندان کیلیے مخصوص کردے ؟ وہ ساري دنیا سے کہے کہ تمھارے سارے بناے ھوے حق جھوٹے ھیں - سچا حق صرف عمل اور اھلیت کا ھے - لیکن خود اپنے لیے یہ کر جاے کہ نہ تو عمل اور نہ اھلیت ، بلکہ صرف قوم ، صرف نسل ، اور صرف خاندان ؟

کیا اسلام کیلیے اس سے بھي بڑھکر کوئي عجیب بات ھوسکتي ھے ؟

خیر ، یہ بات کتني ھي عجیب ھوتي ، لیکن ھم باور کرلیتے اگر فی الحقیقت قرآن و سنت نے واقعي ٹھہرا دي ھوتي - ھمارے نزدیک کسي اسلامي اعتقاد کي صحت و عدم صحت کا معیار صرف یہ ھے کہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت ھو - نہ کہ ھماري عقلوں اور

سمجھوں کا احاطہ و ادراک - لیکن استعجاب کي ساري بنیاد ھمارا عقلي و قیاسي استبعاد نہیں ھے - یہي ھے کہ کسي نص سے ایسا ثابت نہیں ' اور چونکہ ثابت نہیں ' اسلیے ھم جانتے ھیں کہ اسلام کیلیے کوئي ایسي بات ثابت بھي نہیں ھوني چاھیے -

شارع کے بیانات ' انسان کي عام بول چال کي طرح مختلف قسموں کے واقع ھوے ھیں - ازانجملہ ایک صورت احکام و اوامر اور تشریع کي ھے - دوسري قسم اخبار و اطلاعات کي - یہ دوسري قسم مجرد بیان واقعہ و حال ھے' اور اگر آیندہ کي نسبت ھے تو پیشین گوئي ھے ؛ حکم اور تشریع نہیں ھے - یعني صرف ایک اطلاع ھے کہ ایسا ھوگا - یہ نہیں ھے کہ ایسا کرنا چاھیے - قریش کي خلافت کي نسبت جسقدر روایات موجود ھیں' سب دوسري قسم میں داخل ھیں - نہ کہ پہلي قسم میں - اور جب اس حدیث کے تمام طریقوں اور لفظوں کو جمع کرکے دیکھا جاے ' تو بلا کسي اضطراب کے یہ حقیقت روشن ھو جاتي ھے -

یہ حدیث صحاح میں حضرۃ ابو ھریرہ ' جابر بن عبد اللہ ' جابر بن سمرہ ' معاویہ بن سفیان ' وغیرھم مختلف صحابہ سے مروي ھے ' اور عمدہ طریق وہ ھیں جو بخاري و مسلم نے اختیار کیے ھیں - لیکن کسي طریق سے بھي کوئي ایسا لفظ مروي نہیں جس سے ثابت ھو کہ مقصود پیشین گوئي نہ تھا - تشریع و امر تھا - " تشریع " یعني بہ حیثیت احکام شریعت کے کسي حکم کا دینا اور شرعي قانون ٹھہرا دینا -

عن ابي ھریرہ " الناس تبع لقریش في ھذا الشان - مسلمھم لمسلمھم و کافر ھم لکافر ھم " (مسلم) دوسرے طریق میں زیادہ وضاحت ھے " مسلمھم تبع لمسلمھم ' و کافر ھم تبع لکافر ھم " (مسلم) جابر کي روایت میں " الناس تبع لقریش في الخیر و الشر " ھے - امام نووي اسکي شرح میں لکھتے ھیں " معناہ فی الاسلام و الجاھلیـــۃ - لانھـم کانـوا في الجاھلیـۃ رؤساء العرب و اصحاب حرم اللہ و اھل الحج ' و کانت العرب تنتظر اسلامھم ' فلما اسلموا و فتحت مکہ ' تبعھم الناس ' و جاءت و فود العرب من کل جھۃ ' و دخل الناس في دین اللہ افواجا " (جلد ۲ : ۱۱۹) پس معلوم ھوا کہ اس حدیث کو مسئلۂ خلافت کے اختصاص و شرائط سے کوئي تعلق نہیں - مقصود یہ ھے کہ عرب میں خاندان قریش حج کے اھتمام اور بیت اللہ کي مجاورۃ کي وجہ سے تمام قبائل کي سرداري رکھتا تھا ' اور ھر کام میں سب

کی نظریں اُسی پر اُٹھتی تھیں - جب تک مکہ فتح نہوا اور قریش مسلمان نہ ہوے، تمام عرب کے قدم رکے رہے - جونہی قریش مسلمان ہوے، سب نے اُنکی پیروی کی، اور اپنے اپنے وفد بھیجنا شروع کردیے - حتی کہ تمام عرب مسلمان ہوگیا - پس فرمایا " الناس تبع لقریش " لوگ جاهلیة اور اسلام، دونوں حالتوں میں قریش کے تابع ہوے - وہ بگڑے رہے تو سارا عرب بگڑا رہا، وہ سنورے تو سب سنور گئے - اور یہ بالکل حق و معلوم ہے - ہمیشہ اور ہر ملک میں سردار جماعتوں اور بڑے لوگوں کا ایسا ہی اثر تمام ملک پر ہوتا ہے - اچھی بری، ہر طرح کی باتوں میں لوگ اُنہی کی پیروی کرتے ہیں - حضرة ابوبکر کی روایت سے یہی حدیث مسند امام احمد میں یوں مروی ہے " بر الناس تبع لبرهم، و فاجرهم تبع لفاجرهم " اور بیہقی نے حضرة علی سے روایت کیا " کان هذا الامر فی حمیر فنزعه الله منهم و جعله فی قریش " لیکن اس سے یہ کہاں نکلا کہ مسلمانوں کا خلیفہ بجز اُنکے کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا ؟ اسلام صرف عرب ہی کا اسلام نہ تھا جس میں ممتاز قریش تھے - اسلام تمام عالم کیلیے اسلام ہے جسکی سرداری و ریاست صرف علم و عمل حق ہی کو ملسکتی ہے، اور یہ سرداری اسلام ہی نے دلائی ہے !

امام مسلم نے جابر بن سمرة سے ایک اور حدیث روایت کی ہے : " ان هذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیهم اثنا عشرة خلیفة، ثم تکلم بکلام خفی علی - قال فقلت لا بی ما قال ؟ قال کلهم من قریش " حاصل اسکا اور اسکی هم معنی روایتوں کا یہ ہے کہ آپ آیندہ کی نسبت خبر دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں، ضرور ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں - سب قریش سے ہونگے - اس طرز بیان کی وضاحت نے ظاہر کردیا کہ اس بارے میں جو کچھہ کہا جا رہا ہے، اس سے صرف ائندہ کی نسبت اطلاع مقصود ہے - حکم و تشریع نہیں ہے -

ان سب کے بعد وہ حدیث آتی ہے جسکو امام بخاری نے باب " الامراء من قریش " کی بنیاد قرار دیا ہے - تمام روایات کے ساتھہ یہ حدیث سامنے رکھی جاے تو پوری طرح اصلیت روشن ہوجاتی ہے - امیر معاویہ کی مجلس میں ایک مرتبہ ذکر آیا کہ عبد الله بن عمرو کہا کرتے ہیں " سیکوں ملک من قحطان " قحطان میں سے ایک پادشاہ ہوگا - امیر معاویہ یہ سنکر غضب ناک ہوے اور خطبہ دیا : " بلغنی ان رجلاً منکم یحدثون احادیث لیست

في كتاب الله و لا تؤثر عن رسول الله " الخ - مجهه تک یه بات پہنچي هے کہ تم میں سے کچهه لوگ هیں جو ایسي باتیں کہتے هیں جو نہ تو قرآن میں هیں نہ رسول سے ثابت هیں - " اني سمعت رسول الله یقول : ان هذا الامر في قریش ' لا یعادیهم احد ' الا کبه الله علی وجهه ' ما اقاموا الدین " میں نے رسول الله سے سنا هے کہ یہ بات (یعني حکومت) قریش میں رهیگي جب تک وه دین قائم رکهینگے - جو اُنکي مخالفت کریگا ' اُلٹا رسوا هوگا - یعني کامیاب نہوگا -

اس روایت نے سارا معامله حل کردیا - معلوم هوگیا کہ ایک خاص وقت تک کیلیے یہ پیشین گوئي تهي ' اور حرف به حرف پوري هوئي - یعني آپنے بتلا دیا تها کہ قریش میں جب تک دین قائم رکهنے کي قابلیت رهیگي ' حکومت اُنهي کے قبضے میں رهیگي - جو اُنکے خلاف اُٹهیگا ' ناکام رهیگا - چنانچہ ایساهي هوا - جب تک عرب و قریش میں صلاحیت رهي ' اسلامي خلافت کے رهي مالک رهے - جب اسکے اهل نہ رهے ' عجم و ترک نے یہ بار اُٹهالیا - بحکم ان یشا یذهبکم و یات بخلق جدید ' وما ذلک علی الله بعزیز (۱۶ : ۳۰) اور یستبدل قوما غیرکم الخ - باقي رها امیر معاویہ کا ابن عمرو پر انکار ' تو یہ بهي صحیح نہ تها - وہ صرف یہ بات سنکر گهبرا اُٹهے کہ دوسري پادشاهت بننے والي هے - اصلیت پر غور نہیں کیا - قحطاني والي حدیث بطریق رفع ثابت هے ' اور قریش والي حدیث میں " ما اقاموا الدین " کي قید موجود هے - دونوں میں کوئي تعارض نہیں - اسي بنا پر ائمۂ حدیث نے حدیث قحطاني اور حدیث قریش میں تطبیق دیتے هوے صاف صاف لکهدیا کہ امارۃ قریش والي روایت تشریع نہیں هے - محض خبر هے - اور وہ بهي " ما اقاموا الدین " کے ساتهه مقید - شیخ الاسلام لکهتے هیں " هذا انکار من معاویہ بلا تامل ' و الا ' فقد جاء حدیث القحطاني مرفوعاً ' و ما ذکر في المعارضہ ' فهو حجۃ لما فیہ من التقیید بقوله : ما اقاموا الدین " اور حافظ عسقلاني نے فتح میں ابن التین کا قول نقل کیا هے " الذي انکرہ معاویہ في حدیث ما یقوبہ لقوله ما اقاموا الدین ' فربما کان فیهم من لا یقیمہ فیتسلط القحطاني علیہ و هو کلام مستقیم " یعني امیر معاویہ کا سرے سے انکار اُنکي بے غوري کا نتیجہ تها - ورنہ قحطاني و الی بات ثابت هے - امیر معاویہ نے جو حدیث معارضہ میں پیش کي ' اُسکا آخري ٹکڑہ خود اُنهی پر حجۃ هے اور ابن عمرو کي تصدیق کر رها هے - یعني اُسمیں " ما اقاموا

الدین " کی قید ھے - اس سے ثابت ھوا کہ جب قریش میں ایسے لوگ نہ رھینگے جو دین قائم رکھہ سکیں تو پھر کوئی غیر قرشی مسلط ھو جائیگا -

صحیح بخاری کے ترجمۂ باب سے صاف واضح ھوتا ھے کہ امام بخاری کا بھی مذھب یہی ھے - انھوں نے باب باندھا ھے " الامراء من قریش " قریش میں امارت اور امراء - اس مضمون کا باب نہیں باندھا کہ امارت ھمیشہ قریش ھی میں ھونی چاھیے -

امام بخاری نے ایک دوسری روایت بھی ابن عمر کی درج کی ھے جو مسلم وغیرہ میں بھی ھے " لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان " یعنی یہ چیز قریش ھی میں رھیگی جب تک دو آدمی بھی اُن میں باقی رھینگے -

اس روایت سے ھمارے بیان کی اور مزید تصدیق ھوگئی - حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ھے - اگر اسکا یہ مطلب قرار دیا جاے کہ جب تک دو انسان بھی خاندان قریش میں باقی رھینگے خلافت اُنھی کے قبضہ میں رھیگی ' تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ھے - دو کی جگہ ھزاروں قرشی انسان موجود رھے اور خلافت قریش سے نکل گئی - پس ضرور ھے کہ " ما بقی منھم اثنان " کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دی جاے - اور وہ یہی ھے کہ اگر قریش میں دو آدمی بھی ایسے باقی رھینگے ' جو خلافت کے اھل ھونگے ' تو کبھی خلافت کے شرف سے یہ خاندان محروم نہ ھوگا - مگر جب انقلاب حال سے ایسا وقت آ جائے کہ دو آدمی بھی اھل نہ رھیں ' تو مشیت الٰہی اپنے قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرمادیگی ' اور قریش خلافت سے محروم ھو جائینگے - چنانچہ تاریخ شاھد ھے کہ ایسا ھی ھوا - معتصم کے بعد سے عباسیہ کا زوال شروع ھوگیا تھا - آخر میں یہانتک پہنچ گیا کہ حکومت دوسروں کی تھی ' عباسی خلیفہ صرف اپنے عشرت کدوں کیلیے تھا - تاھم اقتدار خلافت اُنھی کا رھا - کسی کو جرأت نہ ھوئی کہ خلافت کا دعوا کرسکے - کیسی کیسی طاقتور اور باجبروت عجمی و ترکی اور سلجوقی حکومتیں قائم ھوئیں ؟ لیکن سب اپنا بڑا سے بڑا شرف یہی سمجھتے رھے کہ مقام خلافت سے اُنھیں خدمت و یاوری خلافت کا کوئی لقب ملجاے ' اور بس - ایک قرشی ' فاطمی ' عباسی بھی اگر کسی ھنگامۂ و قتال سے بچکر نکل جاتا ' تو جس گوشۂ عالم میں تن تنھا پہنچ جاتا ' ایک عالم

اُسکے ساتھہ هو جاتا اور اپني حکومت قائم کرلیتا - گویا هر قرشي کے وجود میں ایک خلافت پنہاں تھي - ایک اموي شہزادہ شام کے قتل عام سے بچکر نکلا اور افریقہ هوکر یورپ جا پہنچا - وهاں پانچ صدیوں تک کیلیے اسپین کي عظیم الشان اسلامی سلطنت قائم هوگئي - لیکن جب عرب و قریش کے تنزل و ادبار کا وہ آخري وقت آ گیا کہ دو قرشي بھي دنیا میں حکمراني کے اهل و لائق باقي نہ رهے ' تو تاریخ خلافت نے معاً صفحہ اُلٹ دیا ' اور یکقلم غیر عربي و غیر قرشي خلافت کا دور شروع هوگیا -

و کان وعداً مفعولا !

باقي رهي مشہور حدیث " الائمة من القریش " اور یہ استدلال کہ حضرة ابوبکر نے سقیفۂ بني ساعدہ کے مجمع میں بر خلاف انصار پیش کي اور سب نے تسلیم کرلیا ' تو اس سے بھي شرعاً اختصاص قریش کے دعوے کو کوئي مدد نہیں ملسکتي - اولاً ' یہ الفاظ اور حضرت ابوبکرؓ والي روایت بطریق اتصال ثابت هي نہیں - فتح الباري میں هے " الائمة من القریش - رجالہ رجال الصحیح و لکن في سندہ انقطاع " ثانیاً ' اس سے بھي یہ کہاں ثابت هوتا هے کہ خلافت کا شرعاً حق بجز قریش کے اور کسي مسلمان کو نہیں ؟ یہ بھي آیندہ کي نسبت خبر هے ' اور اُنھي حدیثوں کا ایک ٹکڑہ جو دوسرے طریقوں سے صریح پیشین گوئي کے لفظوں میں پڑہ چکے هو - حضرة ابوبکر نے یہ بات اس لیے پیش کي کہ پیشتر سے هونے والے واقعات کی خبر دیدي گئي هے - پس ایسا هي هونا ضروری هے - اسکے خلاف بات نہ اُٹھاؤ - یہ سنکر انصار مایوس هوگئے اور تسلیم کرلیا - ثالثاً " الناس تبع لقریش " والي روایت سے مدد لي جاے تو بالکل کھل جاتا هے کہ سقیفہ میں حضرت ابوبکر کا استدلال صرف قریش کي بزرگي و عظمت اور عرب میں اُنکي ریاست و سرداري سے تھا - نہ کہ شرعاً شرائط امامت سے - وہ بتلانا چاهتے تھے کہ خود آنحضرت نے فرمادیا هے کہ جاهلیة اور اسلام ' دونوں میں لوگ قدرتي طور پر قریش کي سرداري سے متاثر هیں اور رهینگے ' اسلیے یہ معاملہ بھي اُنھي کے قبضہ میں رهیگا - چنانچہ حضرة ابوبکر کا یہ مشہور جملہ اس مطلب کو زیادہ واضح کر رها هے جو سقیفہ میں کہا تھا " ان العرب لا تعرف هذا الامر لغیر هذا الحـــــي " یعنے اهل عرب قریش کے سوا اور کسي قبیلہ کي سرداري سے آشنا نہیں - پس یہاں سرے سے شرائط شرعیہ کا سوال هي نہ تھا -

صرف ملکي و وقتي مصالح کي بنا پر استدلال تھا کہ کس قبیلہ و خاندان سے امام ھونا چاھیے جسکي سرداري عرب کے تمام قبائل بلا چون و چرا تسلیم کر لیں ؟

اس امر کا کوئي ثبوت موجود نہیں کہ صحابہ خلافت کا شرعاً مستحق صرف قریش ھي کو یقین کرتے تھے ' بلکہ اسکے خلاف شواھد موجود ھیں - امام احمد نے حضرۃ عمر کا قول نقل کیا ھے - اگر معاذ بن جبل میری وفات تک زندہ رھے تو اپنے بعد انھي کو خلیفہ بناؤنگا - یہ ظاھر ھے کہ معاذ قرشي نہ تھے - انصار مدینہ میں سے تھے - اگر خلافت کیلیے قرشیۃ شرط ھوتی تو حضرۃ عمر جیسا محرم اسرار خلافت کیونکر انکي خلافت کا تصور بھي کرسکتا تھا ؟ مسند امام احمد میں حضرۃ عمر کا ایک اور قول بھی ابو رافع کی روایت سے موجود ھے " لو ادرکني احد رجلین ثم جعلت ھذا الامر الیہ ' لوثقت بہ - سالم مولی حذیفہ و ابو عبیدۃ الجراح " اگر سالم مولی حذیفہ اور ابو عبیدۃ الجراح میں سے کوئي ایک میري وفات تک زندہ رھتا اور خلافت اسکے سپرد کردیتا ' تو مجھے اس بارے میں پورا اطمینان و اعتماد ھوتا - اگر حضرۃ عمر صدھا صحابۂ و مہاجرین قریش کی موجودگي میں سالم مولی حذیفہ کو خلافت سپرد کردینے کا ارادہ کر سکتے ھیں ' تو پھر کیسے باور کیا جاسکتا ھے کہ شرعاً خلافت غیر قرشي کو نہیں ملسکتی اور صحابہ کا اس پر اجماع ھوگیا تھا ؟

(دعواے اجماع)

اب صرف ایک بات رھگئی - یعنی علماء اسلام کا شرط قرشیۃ پر زور دینا ' اور قاضي عیاض کا دعوئے اجماع ' تو اس بارے میں چند امور قابل غور و نظر ھیں :

اولاً ' یہ ظاھر ھے کہ قریش میں خلافت ھونے کي نسبت جو کچھہ فرمایا گیا ' وہ محض آیندہ کي پیشتر سے اطلاع تھي - یعنی پیشین گوئي تھي - اور پیشین گوئیوں کا یہ حال ھے کہ جب تک انکا ظھور کامل طور پر نہ ھو جاے ' انکے معاني و مطالب کي نسبت کسي قطعي بات کا اختیار کرنا مشکل ھے - اجتہاد و قیاس کیلیے کسي چیز میں اتني وسعت نہیں جسقدر پیشین گوئیوں میں ھوتي ھے - علی الخصوص جبکہ عموماً پیشین گوئیاں نہایت اجمال و اختصار کے ساتھہ ھوتي ھیں ' اور اس باب میں انکا ایک خاص مبہم انداز بیان ھے - پس چونکہ یہ پیشین گوئي تھي ' اسلیے مشکل تھا کہ جب تک تمام واقعات پوري طرح ظاھر نہ ھو جائیں ' انکا ٹھیک

ٹھیک مطلب متعین کیا جا سکے - خلافت کا یہ حال رہا کہ گو ابتدا سے بہت مدعی اُٹھے' مگر ساتویں صدی ہجری تک قریش ھی میں رھی ' اور اسی بات کی احادیث میں خبر بھی دی گئی تھی - جن علماء کی رائے پیش کی جاتی ھے ' وہ سب وہی ھیں جنکا ظہور ساتویں صدی اور اُس سے پیشتر یعنی عہد خلافت قریش میں ہوا - پس ضرور تھا کہ معاملۂ خلافت کو ابتدا سے قریش ھی میں محدود دیکھکر یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ خلافت اسی خاندان سے شرعاً بھی مخصوص ھے اور یہی مطلب تمام احادیث کا ھے - اگر وہ بعد کا حال دیکھتے تو معلوم کر جاتے کہ مقصود تشریع و حکم نہ تھا - محض خبر دی گئی تھی - وہ ان حدیثوں کا مقصود صرف اپنے وقت تک کے حالات کی روشنی ھی میں دیکھہ رھے تھے ' اور اسکے لیے ھر طرح مجبور و معذور تھے -

حافظ نواوی شرح مسلم میں لکھتے ھیں " و قد ظہر ما قالہ صلعم - فمن زمنہ الی الان الخلافۃ فی قریش من غیر مزاحمۃ لہم فیہا ' و تبقی کذالک ما بقی منہم اثنان" (جلد ۲ : ۱۱۹) یعنی جیسا فرمایا تھا ' ویسا ھی ہوا - آنحضرۃ صلعم کے زمانے سے ابتک خلافت بغیر کسی رکاوٹ کے قریش ھی میں رھی ' اور آیندہ بھی ھمیشہ اُنہی میں رھیگی جبتک دو قرشی بھی دنیا میں باقی رھینگے -

حافظ نواوی کا سال وفات سنہ ٦٧٦ھ ھے - اور سال پیدایش سنہ ٦٣١ یا اس سے بھی پہلے - آخری خلیفۂ بغداد المستعصم کو ھلاکو نے سنہ ٦٥٦ میں قتل کیا - پس گو اُنکی وفات فتنۂ تاتار کے بعد ہوئی ' لیکن تصنیف و تالیف کا زمانہ مستعصم کی خلافت ھی کا زمانہ ھے - اسلیے وہ اپنے زمانے تک خلافۃ کو صرف قریش ھی میں قائم دیکھکر احادیث باب کے اِسی مطلب پر قانع اور جمے ہوے ھیں ' اور اسی لیے " ما بقی منہم اثنان " کا بھی یہی مطلب سمجھتے ھیں کہ جب تک خاندان قریش کے دو انسان بھی دنیا میں باقی رھینگے ' خلافت اُنہی میں رھیگی - لیکن اگر اُنکو اپنے بعد کا حال معلوم ہوتا تو کیا ایسا دعوا کرسکتے تھے ؟ کیا اُس صورت میں اپنی تمام رائے پر نظر ثانی نہ کرتے ؟ وہ کیا جانتے تھے کہ عنقریب صفحہ اُلٹنے والا ھے اور خلافۃ نہ صرف قریش سے ' بلکہ عرب ھی سے رخصت ہو جانے والی ھے - جو علماء اس انقلاب کے بعد پیدا ہوے ' اور انہوں نے وہ زمانہ پایا جب " ما اقاموا الدین " کا ظہور پوری طرح ہوچکا تھا - یعنی

خلافت قریش کے خاندان سے نکل چکی تھی ' تو یہ حالات دیکھکر اُنکي راے بدل گئي ' اور قاضي عیاض والے اجماع کا دعوا باقي نہ رہا - علامۂ ابن خلدون (المتوفی سنہ ۷۳۲) مقدمۂ تاریخ میں شرط قرشیۃ پر بحث کرتے ہوے لکھتے ہیں : " لما ضعف امر قریش ' و تلاشت عصبیتھم بما نالھم من الترف و النعم و بما انفقتھم الدولۃ في سائر اقطار الارض ' عجزوا عن حمل الخلافۃ ' و تغلبت علیھم الاعاجم و صار الحل و العقد لھم ' فاشتبہ ذلک علی کثیر من المحققین ' حتی ذھبوا الی نفي اشتراط القرشیۃ و عولوا علی ظواھر في ذلک مثل قولہ صلعم : اسمعوا و اطیعوا و ان امر علیکم عبد حبشي ما اقام فیکم کتاب اللہ " یعنی جب قریش کي قوت کمزور ہوگئي - عیش پرستیوں میں پڑکر اپني عصبیۃ مٹا دي - خلافت کا بوجھہ اُٹھانے سے عاجز آ گئے ' تو عجمیوں نے اُنپر غلبہ حاصل کرلیا ' اور خلافت کا فیصلہ اُنھي کے ھاتھوں میں چلا گیا - یہ انقلاب دیکھکر بہت سے محققین کے نزدیک قرشیۃ کي شرط مشتبہ ہوگئي - یہانتک کہ انہوں نے اس شرط سے انکار کردیا - انتہی -

اشاعرہ کے امام الائمہ قاضي ابوبکر باقلاني نے یہي مذھب اختیار کیا تھا کہ قرشیۃ کي شرط ضروري نہیں ھے - یہي ابن خلدون لکھتے ھیں " و من القائلین بنفي اشتراط القرشیۃ ' القاضي ابوبکر الباقلاني "

تیرھویں صدي کے مشہور مجدد فقہ و حدیث ' و مجتہد العصر ' و مصلح امت ' امام شوکاني یمني کي بھي یہي تحقیق ھے - وبل الغمام میں شرط قرشیۃ کے دلائل نقل کرکے لکھتے ھیں " لا ریب ان في بعض ھذہ الالفاظ ما یدل علی الحصر ' و لکن قد خصص مفہوم الحصر احادیث وجوب الطاعۃ لغیر القرشي " الی ان قال " و الاخبار منہ صلعم بان الائمۃ من قریش ' ھو کالاخبار منہ بان الاذان فی الحبشہ و القضاء فی الازد ' و ما ھو الجواب عن ھذا ' فھو الجواب عن ذلک - و تخصیص کون الائمۃ من قریش ببعض بطونھم ' لا یتم الا بدلیل ' والاخذ بما وقع علیہ الاجماع لا شک انہ احوط ' و اما انہ یتحتم المصیر الیہ ' فلیس بواضح ' و لو صح ذلک ' لزم بطلان اکثر ما دونوہ من المسائل و المقام و المراکز ' و ما احقہ بان لا یکون کذلک " یعني اگرچہ امامۃ قریش کي روایات میں ایسے الفاظ ھیں جنسے قریش کي خصوصیت معلوم ھوتي ھے ' لیکن وجوب طاعت امام کے عام احکام کتاب و سنۃ میں موجود ھیں - وہ دلالت کرتے ھیں کہ غیر قرشي کي بھي اطاعت امت پر قرشي ھي کي طرح واجب ھے - باقي رھي یہ بات کہ آنحضرۃ

نے قریش میں امامت کی خبر دی ' تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُنکے سوا کوئی دوسرا امام نہیں ہوسکتا - یہ ویسی ہی خبر ہے جیسی اس بارے میں خبر دی کہ اذان کا کام اہل حبش میں ہے اور قضاء ازدیوں میں - جس طرح ان روایتوں سے یہ بات نہیں نکلتی کہ موذن اور قاضی صرف حبشی اور ازدی ہی ہونے چاہئیں' اسی طرح یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی کہ امام صرف قرشی ہی ہوسکتا ہے - جو جواب اُنکا دیا جایگا ' وہی اسکا ہوگا -

یہ واضح رہے کہ جن جن علماء حدیث و کلام کے اقوال سے یہ اجماع ثابت کیا جاتا ہے' وہ سب کے سب اسی عہد کے ہیں جبکہ خلافت عباسی قائم تھی - بعد والوں نے جو کچھہ لیا ہے ' اُنہی سے لیا ہے - سب سے زیادہ اعتماد اس بارے میں قاضی عیاض کے بیان پر کیا جاتا ہے جنکا قول نواوی نے شرح مسلم اور منہاج میں نقل کیا ہے - انکا سال وفات سنہ ۵۴۴ ھ ہے - پھر یہ بھی واضح رہے کہ اجماع کے دعوے نے عام طور پر جو وسعت اختیار کرلی ہے ' اور جس طرح بتدریج اس لفظ کا استعمال اپنے لغوی و اصولی معنی سے ہٹ کر مختلف مصطلحہ معنوں میں ہونے لگا ہے' اسکو فراموش نہیں کرنا چاہیے - علی الخصوص فقہاء مذاہب کے استعمالات متکلمین اور ارباب اصول کے مصطلحہ اجماع سے بالکل مختلف ہیں - ہر مذہب کے فقہا بلا تامل اپنے مسلک کو " جمہور " اور " اجماع " کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں - اسمیں کسی کا مطلب کچھہ ہوتا ہے کسی کا کچھہ - صاحب ہدایہ وغیرہ کے نزدیک عدم وجوب قراۃ فاتحہ خلف امام اور افضلیت اسفار جمہور کا قول ہے - بعضوں نے اجماع تک کہدیا - لیکن شوافع و محدثین کہتے ہیں کہ قرأۃ فاتحہ ہی جمہور کا مذہب ہے اور اسی پر جماہیر علماء کا اتفاق ہے - اِنہی حافظ نواوی کی (جو اشتراط قرشیۃ کو جمہور کا مذہب بتلاتے ہیں) شرح مسلم دیکھہ لی جاے - کس طرح شافعیہ کا ہر مذہب اُنکے نزدیک " جمہور " کا مذہب ہے' اور مخالف کا ہر قول شاذ - شافعیہ اور حنفیہ کی خلافیات میں تقریباً دو تہائی مسائل تو ضرور ایسے ہونگے جنکی نسبت ہر جگہ شرح مسلم میں پاؤگے " ہذا مذہب الشافعی و الجماہیر' و خالف فیہ ابو حنیفہ" امام شافعی اور جمہور کا مذہب یہی ہے مگر امام ابو حنیفہ نے اس سے خلاف کیا - اگر ہمارے علماء احناف حافظ نواوی کی ان تمام جمہوریات و اجماعیات کو تسلیم کرلینے کیلیے طیار ہیں' تو خیر' شرط قرشیۃ کا ایک اجماع اور سہی !

ثانیاً ' میرا یقین ہے کہ یہ بات بھی اور بے شمار باتوں کی طرح وقت کے سیاسی اثرات کا نتیجہ تھی - یہ ظاہر ہے کہ معاملۂ خلافت ابتدا سے سخت کشمکش و تزاحم میں رہا - جو خاندان قابض ہوا ' اُسکو رقیبوں اور دعویداروں کی طرف سے ہمیشہ کھٹکا رہا - پس جبکہ خلافت اہل عرب کے ہاتھہ میں تھی ' تو وہ کیسے گوارا کرسکتے تھے کہ عجمیوں کے ولولوں کی اس بارے میں جرأت افزائی کی جاے ؟ اور عرب میں سے بھی جب خاص خاندان قریش میں تھی جو ہر طرح سیادۃ و بزرگی رکھتا تھا ' تو وہ کیسے پسند کر سکتے تھے کہ غیر قرشی خلافت کا وجود تسلیم کرکے غیر قرشیوں کو ہمتیں دلائی جائیں اور مادی طاقت کے ساتھہ شریعت کی حمایت کا سہارا بھی اُنہیں حاصل ہوجاے ؟ بخاری کی روایت میں پڑھچکے ہو کہ امیر معاویہ نے قحطانی پادشاہ کے ظہور کی روایت سنی تو کس درجہ مضطرب اور غضب ناک ہوے ؟ اور کسطرح فوراً قریش والی روایات کا اعلان کردیا تاکہ پہلے ہی سے سد باب ہوجاے ؟ جن علماء کے اقوال پر متاخرین فقہاء و متکلمین کا اعتماد ہے ' وہ سب کے سب وہی ہیں جنکا ظہور اواخر عہد عباسیہ میں ہوا ہے جب قرشی خلافت قائم تھی - مثلاً قاضی عیاض و امام نواوی وغیرہم - پس وقت کی حکومت کا جو پولیٹکل اثر سب پر پڑ رہا تھا ' وہ بھی یہی تھا کہ خلافت کو حکمران خاندان کی قوم اور خاندان سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام ایسی باتوں میں جس میں اجتہاد و راے کو دخل ہو ' فکر و قیاس کا میلان قدرتی طور پر اِسی جانب ہو جاے - علی الخصوص جبکہ اِسکے لیے کسی غلط بیانی یا تحریف احکام کی ضرورت نہ تھی - واقعی احادیث موجود تھیں - صرف مفہوم کے تعین میں اجتہاد کو کام کرنا تھا - اسی مسئلہ پر موقوف نہیں ' وقت کے پولیٹکل اثرات بے شمار چیزوں میں اندر ہی اندر کام کرچکے ہیں ' اور آج اُنکا پتہ لگانا بہت دشوار ہوگیا ہے - ساتویں صدی ہجری میں جب عربی خلافت کا خاتمہ ہوگیا ' تو آہستہ آہستہ اس اثر سے افکار خالی ہونے لگے ' اور بتدریج بحث و نظر کی صورت دوسری ہوگئی - حافظ عسقلانی اور قاضی عینی جو آٹھویں صدی میں بخاری کی شرح لکھہ رہے ہیں ' اُنکے مباحث پڑھو تو قاضی عیاض اور نواوی سے اُنکا رنگ مختلف نظر آئیگا - قاضی عینی تو صاف صاف وہی کہنا چاہتے ہیں جو ہمارا بیان ہے اگرچہ اُسپر زیادہ زور نہیں دیتے -

بخاري کي حديث معاريه " ما اقاموا الدين " کي شرح ميں لکھتے هيں " اي مدة اقامتهم امور الدين - قيل يحتمل ان يکون مفهومه فاذا لم يقيموه لا يسمع لهم" يعني يه جو حديث ميں هے که " جب تک دين قائم رکھينگے" تو اسکا يه مطلب بهي هوسکتا هے که جب وه وقت آ جاے که قريش اقامت دين نه کريں تو آنکي بات نهيں سني جائيگي -

غرضکه جهاں تک تمام احاديث و دلائل پر نظر ڈالي جاتي هے ' اشتراط قرشية کيليے کوئي نص موجود نهيں ' اگرچه بصورت اشتراط بهي موجوده مسئله خلافت پر کوئي اثر نهيں پڑ سکتا - موجوده مسئله انتخاب امام کا نهيں هے - امام قائم و نافذ کي امامت و اطاعت کا هے -

(چند لمحـــات تاريخيـــه)

اب بهتر هوگا که تهوڑي ديرکيليے هم آگے بڑھنے سے رک جائيں ' اور چند لمحوں کے ليے گذشته تيره صديوں کي طرف مڑ کے ديکهيں که خلافت اسلاميه کے مختلف دوروں کا کيا حال رها هے ؟

" الخلافة بعدي ثلاثون سنة " (ميرے بعد خلافة خاصه ۳۰ برس تک رهيگي) کي خبر کے مطابق خلفاء راشدين کا دور ۳۰ - برس تـک رها - سنه ۱۱ - هجري سے شروع هوا ' اور ٹهيک سنه ۴۱ - تـک باقي رها - اسي سنه سے بنو اميه کي خلافت کا دور شروع هوتا هے اور سنه ۴۱ - ه سے سنه ۱۳۲ - ه تـک قائم رهتا هے - اسکے بعد خلافت نے ايک نيا ورق الٹا ' اور خاندان عباسيه کا سلسله شروع هوا - خلافت کا سب سے بڑا سلسله يهي هے جو سنه ۱۳۲ - سے ۶۵۶ - ه تـک قائم رها - چونکه کامل پانچ صديوں تـک حکمراني ايک هي گهرانے ميں رهي' اسليے وه تمام ذهني و جسماني اور اجتماعي و مدني فسادات کمال درجه تـک پيدا هوگئے ' جو هميشه امتداد سلطنت و عروج تمدن کے لازمي نتائج رهے هيں - قريش کي نسبت فرمايا تها " ما اقاموا الدين " جب تـک وه دين قائم رکھينـگے ' حکومت انهي ميں رهيگي - سو اب ٹهيک ٹهيک وه وقت آ گيا تها - قريش و عرب ميں دين قائم رکھنے کي صلاحيت مفقود هوگئي تهي - قيـام دين کا کام دوسري قوميں اور طاقتيں انجام دے رهي تهيں - پس رهي هوا جو تاريخ عالم هر ايسے زمانے ميں دهراتي آئي هے - سنه ۶۵۶ - ميں هلاکو خاں نے بغداد پر حمله کيا اور آخري خليفۂ عباسي المستعصم

باللہ کے خون نے بہکر ہمیشہ کیلیے عربي و قرشي حکومت کے خاتمہ کا اعلان کردیا - مستعصم کا قتل عربي خلافت کا قتل تھا :-(١)

و ما کان قیس هلکه هلک واحد
و لکنه بنیان قوم تهدما !

یہ سب کچھہ هوچکا ' مگرابھي پیشین گوئي کي ایک آخري سطر باقي تھي - یعنی " ما بقی منهم اثنان" قریش سے حکومت نکل جائیگي - پر نکل جانے پر بھي اُنکي عظمت رفتہ کا یہ اثر باقي رهیگا کہ اگر دو قرشي بھي کسي گوشہ میں نکل آئینگے تو لوگ خلافت کا اُنھي کو مستحق مانینگے - بغداد میں قرشي خلافت مٹي ' لیکن مٹتے مٹتے بھی ایک آخري نقش چھوڑ گئي - وہ بغداد کي خون آلود خاک سے اُکھڑا اور تین سو برس تک کیلیے مصر میں جا کر جم گیا - البتہ یہ جماؤ قرشي حکومت کا جماؤ نہ تھا - محض اُسکے نقش قدم کا تھا :

گو کہ هم' صفحۂ هستي پہ تھے ایک حرف غلط
لیکن اُٹھے بھي تو ایک نقش بٹھا کے اُٹھے !

عباسي خاندان کے دو چار آدمي بغداد کے قتل عام سے بچکر نکل گئے تھے - اُنھی میں مستعصم کا چچا احمد بن ظاهر عباسي بھي تھا - وہ سنہ ٦٦٠

---

(١) فتنہ تاتار کا ظهور مسلمانوں کیلیے وهی معاملہ تھا جو بني اسرائیل کیلیے بخت نصر کا ظهور - ثم بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باس شدید - فجاسوا خلال الدیار - و کان وعداً مفعولا (١٧ : ٦) بحکم " یأتی علی اُمتي ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل " (صحیحین) اس اُمت پر بھی وہ سب کچھہ گذرنے والا ھے جو بني اسرائیل پرگزر چکا - بني اسرائیل پر غفلت و ضلالت کے دو سب سے بڑے دور آئے - اس لیے دو هی مرتبہ عام بربادي بھي چھائي : و قضینا الی بنی اسرائیل في الکتاب لتفسدن في الارض مرتین و لتعلن علواً کبیرا (١٧ : ٥) پہلي بربادي بخت نصر کے هاتھوں هوئي : عباداً لنا اولي باس شدید - اور دوسري تیٹس قیصر روم کے هاتھوں - معلوم هوتا ھے کہ اسي طرح اس امت کیلیے بھي دو انقلاب لکھے گئے - ایک فتنۂ تاتار - دوسرا فتنۂ یورپ - پہلا هوچکا - دوسرا هو رها ھے -

میں مصر پہنچا - وہاں ایوبي خاندان کے ممالیک کي حکومت قائم تھي اور ملک ظاہر بیبرس حکمراں تھا - اُسکو احمد کے خاندان کا حال معلوم ہوا تو منصب خلافت کا حقدار اُسي کو تسلیم کیا اور خود اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرلي -

احمد بن ظاہر نے المستنصر باللہ کا لقب اختیار کیا اور بیبرس کي معیت و اعانت میں چاہا کہ دار الخلافۃ بغداد کو تاتاریوں کے تسلط سے نجات دلاے - لیکن کامیابي نہ ہولي اور لڑائي میں شہید ہوا - اب پھر وہ وقت آگیا تھا کہ قریش سے خلافت کا انتساب بالکل معدوم ہو جاے ' لیکن " ما بقي منہم اثنان " کي پیشین گوئي آخر تک اپنے عجائب دکھلانے والي تھي - قتل عام بغداد سے ایک اور عباسي ابو العباس احمد بن علي بچکر نکل گیا تھا اور حلب میں مخفي تھا - اُسکا حال بیبرس کو معلوم ہوا تو بڑے اعزاز و اکرام سے مصر لایا اور اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرلي - حاکم بامر اللہ لقب قرار پایا - اسي کي نسل میں مصر کي عباسي خلافت ۲۹۱ - برس تک قائم رہي - یعني سنہ ۶۶۰ ھ سے سنہ ۹۲۳ ھ تک - اس عرصہ میں عالم اسلامي دو صدیوں تک طرح طرح کے انقلابات و حوادث سے تہہ و بالا ہوکر بالاخر ایک نئے دور میں منتقل ہو چکا تھا - عثماني ترکوں کي حکومت قسطنطنیہ میں قائم ہوکر یورپ و ایشیا کے اندر ہر طرف پھیل رہي تھي - سنہ ۹۲۳ ھ (۱۵۱۷ - مسیحي) میں سلطان سلیم خاں اول نے مصر و شام پر قبضہ کیا ' اور آخري عباسي خلیفہ المتوکل نے اُسکے ہاتھہ پر بیعت کرکے تمام حقوق و امتیازات خلافت سپرد کردیے - اختیار و حکومت کے علاوہ جو چیزیں اس سلسلہ میں سلطان سلیم کو دي گئیں ' اُن میں سب سے بڑي چیز مقامات مقدسہ و حرمین کي کنجیاں تھیں' اور بعض آثار تبرکہ - مثلاً آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کي تلوار - جھنڈا - ایک چادر - یہ آثار اسوقت تک قسطنطنیہ میں بطور سند خلافت کے موجود ہیں - اسي تاریخ سے عثماني سلاطین نمایاں طور پر " خلیفہ " کے لقب سے دنیا میں مشہور ہوے ' اور حجاز اور مصر و شام کے منبروں پر اُنکا ذکر بہ حیثیت امیر المومنین کے ہونے لگا - حج کي امارت بھي اُنھي کے قبضہ میں آگئي جو شرعاً خلافت کے اہم ترین فرائض میں سے ہے -

سلسلۂ خلافت کي یہ ایک مجمل تاریخ ہے - بالفرض خلیفۂ متوکل عباسي نے سلطان سلیم کے ہاتھہ پر بیعت نہ کي ہوتي ' جب بھي آیندہ پیش آنے والے واقعات کا قدرتي نتیجہ یہي تھا کہ تمام عالم اسلامي کي

خلافت کا منصب عثمانی سلاطین ھی کے قبضہ میں آ جائے - وقت کی جو اسلامی سلطنت سب سے بڑی اور سب سے زیادہ شرع و ملت کی حفاظت کی طاقت رکھتی ہو' وہی شرعاً خلافت کا منصب رکھہ سکتی ھے - گذشتہ چار صدیوں کے اندر اسلامی حکومتوں کے انقلابات کا جو حال رہا ھے' اُنکو دیکھتے ہوے کون کہہ سکتا ھے کہ یہ حق بجز اس سلطنت کے اور کسی سلطنت کو ملسکتا تھا ؟ خود ھندوستان میں سلاطین مغلیہ کی حکومت قائم تھی - وہ ھندوستان کے اندر اپنے ھی کو امام سمجھتے تھے' لیکن عالم اسلامی کی خلافت کا اُنھیں کبھی وھم و خیال بھی نہیں گزرا' اور اگر گزرتا تو دنیا ماننے کیلیے طیار نہ تھی - ابتدا سے لیکر آخر تک مقام خلافت کی جو عام و مشترک خصوصیات رہی ھیں اور جنکو تمام دنیا کے مسلمانوں نے عملاً علائم خلافت تسلیم کر لیا ھے' وہ خلفاء عباسیہ کے بعد صرف عثمانی سلاطین ھی کو حاصل ہوئیں - کوئی دوسری اسلامی حکومت اس عام اقتدار و اختیارات کے ساتھہ قائم نہ ھوسکی -

(خلافت و امامت سلاطین عثمانیہ)

اس عارضی وقفہ کے بعد اب ھم پھر آگے بڑھتے ھیں - سلطان سلیم خاں اول کے عہد سے لیکر آجتک بلا نزاع سلاطین عثمانیۂ ترک تمام مسلمانان عالم کے خلیفۂ و امام ھیں - ان چار صدیوں کے اندر ایک مدعی خلافت بھی اُنکے مقابلہ میں نہیں اُٹھا - بنوامیہ اور عباسیہ کے عہدوں میں بے شمار رقیبوں اور دعویداروں کی کشمکش نظر آتی ھے' لیکن سلاطین عثمانیہ کی خلافت کی پوری تاریخ میں کسی ایک مدعی خلافت کا نام بھی ڈھونڈھکر نہیں نکالا جا سکتا - حکومت کے دعویدار سیکڑوں اُٹھے ہوں' مگر اسلام کی مرکزی خلافت کا دعوی کوئی نہ کرسکا -

صدیوں سے اسلام و بلاد اسلام کی حفاظت کی تلوار صرف اُنھی کے ھاتھوں میں ھے - صدیوں سے صرف اُنھی کا سینہ اسلام کی راہ میں زخمی ھے' صرف اُنھی کی لاشیں اسلام کیلیے خاک و خون میں تڑپتی ھیں' صرف اُنھی کی ذمہ داری پر تمام کرۂ ارضی کے مسلمانوں نے اسلام کی مرکزی حفاظت کا کاروبار چھوڑ رکھا ھے - دنیا کے خواہ کسی گوشے میں کوئی مسلمان ہو' اگر وہ بہ حیثیت ایک مسلمان کے اسلام کا چوتھا رکن حج ادا کرنے کیلیے نکلتا ھے' تو عرفات کے میدان میں کھڑے ھوکر اسکو

عثماني امامت کي ديني رياست قبول کرني پڑتي هے اور حج کا فريضه عثماني خليفه هي کے بهيجے هوے نائب کے ماتحت انجام ديا پڑتا هے - شريف حسين نے غير مسلم محاربين کا ساتهه ديکر اگر بغاوت کي اور حجاز کو قسطنطنيه کے اقتدار حکومت سے الگ کر ليا ' تو يه بغاوت فساد کي ايک عارضي حالت هے جو شرعاً معتبر نہيں - حجاز حکماً اب بهي خليفهٔ قسطنطنيه کي حکومت هي کا ايک جزء هے - اور تمام مسلمانان عالم کا شرعاً فرض هے که حرمين شريفين کو باغيوں کے تصرف سے نکالنے کي کوشش کريں ' اور اسوقت تک کرتے رهيں جب تک بغاوت اور باغيوں کا بالکل استيصال نهو جاے - نه کرينگے تو هر مسلمان اسکے ليے عند الله جوابده هوگا -

تمام کرهٔ ارضي کے مسلمان آرام و عيش کے دن بسر کرنے اور فارغ البالي کے بستر پر سونے کيليے هيں ' ليکن صرف وهي ايک هيں جو سارے مسلمانوں کي عزت و زندگي کے بچاؤ کيليے صديوں سے تلواروں کے سايے ميں دن کاٹ رهے هيں ' اور چاروں طرف سے دشمنوں کي زد ميں هيں - ايک چوتهائي صدي بهي آجتک انہيں ايسي نہيں ملي که آرام و چين سے بيٹهه سکے هوں - انکا جرم اسکے سوا کچهه نہيں که جب اسلام کا محافظ دنيا ميں کوئي نه رها - ساري تلواريں ٹوٹ گئيں - سارے بازو شل هوگئے - تو پانچ صديوں سے وہ کيوں اسلام کے بچاؤ کيليے باقي هيں ؟ کيوں وہ وقت نہيں آنے ديتے که اسلام کي پوليٹکل طاقت کا بالکل خاتمه هو جاے ؟

بدوستي تو خصمند عالمے با من
هزار دشمن و يک دوست مشکل افتاد است !

پس تيره سو برس کے متفقه عقيدهٔ و عمل کے مطابق وهي آج تمام مسلمانان عالم کے خليفهٔ و امام اور " اولو الامر " هيں - انکي اطاعت و حمايت الله اور اسکے رسول کي اطاعت و حمايت هے - انسے پهرنا اور انکو اپنے جان و مال سے مدد نه دينا ' الله اور اسکے رسول سے پهرنا اور الله اور اسکے رسول کو اپني جان و مال کے طرف سے صاف جواب ديديا هے - جو انکي اطاعت سے باهر هوا ' اگرچه صرف بالشت بهر باهر هوا هو ' اور اسي حالت ميں مرگيا ' تو اسکي موت اسلامي زندگي کي موت نهوگي بلکه جاهلية کي - اگرچه نماز پڑهتا هو ' اگرچه روزه رکهتا هو ' اگرچه اپنے زعم باطل ميں اپنے تئيں مسلمان سمجهتا هو - جس نے انکے مقابله ميں تلوار اٹهائي ' وہ مسلمانوں ميں سے نہيں اگرچه دنيا اسکو مسلمانوں

ھیں سے سمجھتي ھو - اللہ اور اللہ کے رسول کي شہادت ' اُسکي شریعت کي ان گنت اور بے شمار دلیلیں ' ایک ھزار تین سو برس سے مانا ھوا اسلام کا حکم و عقیدہ ' اسلام کي سیکڑوں نسلوں اور لا تعداد گھرانوں کا تعامل و اجماع ' اور سورج کي کرنوں کي طرح یقیني اور قطعي حقیقت ' یہي بتلا رھي ھے - ایک مسلمان کیلیے (بشرطیکہ وہ ساري باتوں سے مقدم اپنے اسلامي تعلق کو سمجھتا ھو ' اور دنیا سے ایک مومن اعتقاد و عمل ساتھہ لے جانا چاھتا ھو) اس میں کسي طرح کے شک و شبہہ کي گنجایش نہیں - جاھل سے لیکر عالم تک ' ایک مزدور سے لیکر نظام دکن تک ' مسلمانوں کے ایک ایک فرد ' ایک ایک بچے کے دل پر یہ اعتقاد اسطرح کھدا ھوا ھے کہ تلوار کي نوک سے بھي چھیلا نہیں جاسکتا - یہ بہت ممکن ھے کہ دنیا کي چند روزہ زندگي کا عشق اور انساني طاقتوں کا خوف کسي زبان کو گونگا یا کسي ھاتھہ کو شل کردے - لیکن ھندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک دل ایک بھي ایسا نہیں ملسکتا جو اس اعتقاد میں تمام مسلمانوں کا شریک نہو - زندگي کا عشق اور دنیوي تکلیفوں کا غم جس انسان سے چوري کراتا ھے ' ڈاکے دلواتا ھے ' قتل کراتا ھے ' دل کے خلاف ھزاروں دعوؤں سے ' اور اعتقاد و ضمیر کے خلاف لاکھوں اقراروں سے اُسکا حلق و دھن بھر دیتا ھے ' اُس انسان سے کیا بعید ھے کہ آج کسي طمع یا خوف سے عثماني خلافت کا انکار کردے ' یا عثماني خلیفہ کي اطاعت و حمایت کے نام سے کانوں پر ھاتھہ دھرنے لگے ؟ دنیا کي پوري تاریخ انساني کمزوریوں کي ایک غم آلود اور ندامت انگیز داستان ھے - پس جہاں انساني کمزوري کي بے شمار مثالیں اُسکے ھر عہد و باب میں ملتي ھیں ' وھاں آج چند مثالوں کا اضافہ اور سہي - لیکن حقیقت ھر حال میں حقیقت ھے - اُس سے انکار کیا جا سکتا ھے لیکن چھپایا نہیں جاسکتا - اُس سے اغماض کیا جاسکتا ھے ' لیکن اُس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا - آج مسلمانوں کیلیے اس سے بڑھکر بدبختي کي کوئي ماتم انگیز مثال نہیں ھو سکتي کہ ایک ایسي سچائي کے اثبات کیلیے دلیلوں کي تلاش ھے اور بحث و نظر کي ضرورت - اگر ایسي مسلم و معروف باتوں کیلیے بھي دلائل و اثبات کي ضرورت ھے ' تو شاید وہ وقت آ گیا جب توحید کے عقیدہ کو اسلامي عقیدہ ثابت کرنے کیلیے فتوے لکھوانے پڑینگے ' اور کتابیں چھاپکر شائع کرني پڑینگي !

فان کنت لا تدري ' فتلک مصيبة
و ان کنت تدري ' فالمصيبة اعظم !

میں یہاں قصداً ترکوں کي سیاسي و تمدني لیاقت و نالائقي کي بحث نہیں چھیڑونگا - یہ ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کي تمام حکمراں جماعتوں میں ترکوں ہي کي جماعت وہ جماعت ہے ' جسکے لیے کوئي یوروپین دماغ منصف نہیں ہو سکتا - یورپ کا مورخ ہو ' خواہ موجودہ عہد کا کوئي مدبر ' وہ گذشتہ عہد کے بدتر سے بدتر مسلمانوں کی مدح و توصیف کرسکتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں ' لیکن اُن ترکوں کي نہیں کرسکتا جنکي تلواریں پانچ صدیوں سے یورپ کے دل و جگر میں پیوست ہونے کیلیے زندہ موجود ہیں - وہ بنو امیہ کي خلافت کی ایک بہتر تاریخ لکھہ سکتا ہے - عباسیہ کے دور علم و تمدن کي مدحت سرائي کرسکتا ہے - صلاح الدین ایوبي تک کو ایک بت کي طرح پوج لے سکتا ہے جسکي تنہا تلوار شام و فلسطین میں یورپ کے متحدہ مسیحي جہاد (کروسیڈ) کا مقابلہ کرتي رهي ' لیکن وہ اُن ترکوں کیلیے کیونکر انصاف کرسکتا ہے جو نہ تو عرب پر قانع رہے ' نہ ایران و عراق پر - نہ شام و فلسطین کی حکومت انکو خوش کرسکي ' نہ وسط ایشیا کي ' بلکہ تمام مشرق سے سیر ہوکر یورپ کی طرف بڑھے ' اسکے عین قلب (قسطنطنیہ) کو مسخر کرلیا ' اور اُسکی اندروني آبادیوں تک میں سمندر کی موجوں کي طرح در آے - حتی کہ دار الحکومت اسٹریا کي دیواریں آنکے جولان قدم کي ترکتازیوں سے بارہا گرتے گرتے بچ گئیں !

ترکوں کا یہ وہ جرم ہے جو کبھي یورپ معاف نہیں کرسکتا - مسلمانوں کا کوئي موجودہ حکمران خاندان اس جرم (فاتح یورپ) میں انکا شریک نہیں - اسلیے ہر حکمران مسلمان اچھا تھا جو یورپ کی طرف متوجہ نہوسکا ' مگر ہر ترک وحشي و خونخوار ہے اسلیے کہ یورپ کا طلسم اُسکی شمشیر سے ٹوٹ گیا - ترکوں نے پانچ صدیوں تک جس آزادي و عدالت گستري کے ساتھہ حکومت کي ہے ' اُسکا ثبوت اس سے بڑھکر دیا ہوسکتا ہے کہ چار صدیوں کي متصل حکمراني کے بعد بھي محکوم عیسائیوں کي مذہبي و قومي عصبیت ایسي زندہ و توانا رهي کہ خود کسي مسیحي حکومت کے ماتحت نہیں رهسکتي تھي - حتی کہ وہ ترکوں کی کمزوري کے ساتھہ ہي آزاد و خود مختار ہوگئے - ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے پورے تسلط کو ابھي پورے سو سال بھي نہیں ہوے ہیں - اتنے ہي عرصہ کي حکومت نے ہندوستان



میں قومی عظمت و عصبیۃ کے جذبات ان لوگوں کے دلوں سے بھی کھینچ لیے جنکے آباؤ اجداد ساتھہ ستر برس پہلے اسی سر زمین میں حکمراں تھے - صرف یہی ایک چیز یورپ کے طرز حکومت ' اور ترکوں کے طرز حکومت کا فرق واضح کردینے کیلیے کافی ہے - ترکوں کے وہم و خیال میں بھی ظلم و خونخواری کی وہ ہیبت ناک صورتیں اور قومی تعصب و نفرت کی وہ وحشت ناک ہلاکیاں نہیں آسکتیں ' جو یورپ کے تمدن و تہذیب کا مغرور بت عین آنیسویں اور بیسویں صدی کے سورج کی روشنی میں ایشیاؤ افریقہ کے اندر کر چکا ہے - ان دو صدیوں کے اندر جنگل کے درندے آرام کی نیند سوے ' اور سانپوں کو انکی غاروں سے باہر نہیں نکالا گیا ' لیکن ایشیاؤ افریقہ کیلیے یورپ کے ہاتھوں زمین کا ایک ٹکرہ بھی ایسا نہ بچ سکا جسکو وہاںکی بد بخت مخلوق اپنی زمین کہہ سکے ' اور جہاں ایک مالک و مختارکی طرح امن و عزت کی زندگی بسر کرسکے ! خود اسی آخری جنگ میں یورپ کے ہر درندے نے دوسرے درندے کو جس طرح پھاڑا ' اور ہر سفید بھیڑیے نے دوسرے سفید بھیڑیے پر جس طرح پنجہ مارا ' نہ صرف ترکوں کی تاریخ بلکہ تمام ایشیا کی تاریخ ویسی وحشت اور شرمناک درندگی کی مثال پیش نہیں کرسکتی - با ایں ہمہ ترک خونخوار اور وحشی ہیں ' اور یورپ تہذیب و تمدن اور امن و رحم کا پیغمبر ! علی الخصوص برطانیہ کے مقدس جزیرہ میں تو جسقدر فرشتے بستے ہیں ' وہ صرف انسانی آزادی کی حفاظت اور چھوٹی قوموں کی حمایت ہی کیلیے آسمان سے آتارے گئے ہیں ! یہ کرۂ ارضی کی تاریخ میں حق و باطل کا سب سے بڑا مقابلہ ہے - آج اسکی فتح و شکست کا اصلی فیصلہ نہیں ہوسکتا - زمین فوجوں کے بوجھہ سے دبی ہوئی ہے - فضاء ہوائی جہازوں کی قطاروں سے بھری ہوئی - اسکا فیصلہ کل ہوگا جب خدا کا دائمی قانون نتائج وعواقب کی زبان میں حقیقت کا اعلان کریگا ' اور مورخ کا قلم لکھے گا کہ یہ طاقت اور گھمنڈ کا سب سے بڑا چیلنج تھا جو سچائی کو دیا جا سکتا ہے - تا ہم سچائی ہی سب سے بڑی طاقت ہے - اور بالاخر فیصلہ آسی کا فیصلہ ہے - سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ' و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۳۳ : ۲۲) ۲۳۴۲

بہرحال ہماری صحبت سے یہ موضوع باہر ہے - ترکوں کی حکمرانی جیسی کچھہ بھی رہی ہو - ہر ترک سلطان حجاج بن یوسف اور خالد قسری

جیسے اشر بنو اُمیه سے بھي بدتر کیوں نه رہا ہو (۱) لیکن مسلمانوں کو اپنے مسلمان حاکموں کي اطاعت کا ہر حال میں حکم دیا گیا ہے - اور اُنکا از روے شرع یہي عقیدہ ہے که وہ خلیفۂ اسلام ہیں - اسمیں کسي دوسرے کو دخل دینے کا حق نہیں :

(۱) جبکه آج ترکوں کي وحشت و تمدن کا فیصله علم و تحقیق کے ہاتھہ میں نہیں ہے - حریف حکومتوں کے اُن مغرور وزراء کے قبضه میں ہے جو میدان جنگ سے واپس آکر اپنے ایک جنگي دشمن کي قسمت کا فیصله کرنے بیٹھے ہیں ' تو اُمید نہیں ڈریپر (Draper) جیسے زمانه حال کے مورخوں کي شہادت اس بارے میں سني جاے - یه امریکن مصنف اپني مشہور کتاب History of The Couflict Between Religiuon And Seience میں لکھتا ہے که انصاف و عدالت اور مذہبي بے تعصبي میں اپنے عہد کي تمام عیسائي دنیا پر ترکوں کو رہي فوقیت رہي ہے جو چھٹي صدي عیسوي میں عربوں کو تنزل یافته بیزنطائن کے مقابلے میں تمام یورپ پر حاصل تھي - ایڈ ورڈ کریسي نے تاریخ روم میں ترکوں کو تہذیب و تمدن اور علمي ایجادات و اختراعات کے لحاظ سے پندرھویں اور سولھویں صدي کے تمام یورپ میں سب سے برتر قوم تسلیم کیا ہے - وہ کہتا ہے که انسائیکلوپیڈیا کے قسم کي کتابیں لکھنے کا یورپ میں ترکوں ہي کي تقلید سے رواج ہوا - یورپ کي زبانوں میں سب سے پہلي انسائیکلوپیڈیا ڈالائمبرٹ (Dalambert) نے لکھي - لیکن ایک ترک مصنف کلبي بے کي قاموس العلوم ہي کے مطالعه سے اسکو رہنمائي ملي تھي - کمسریٹ ' رسد رسائي ' فوجي شفا خانوں کا با قاعدہ انتظام ' ترکوں ہي سے یورپ نے سیکھا - قلعه کي تعمیرات میں تمام یورپ ترکوں کا شاگرد ہے - فوجي باجا تمام یورپ نے ترکوں ہي سے حاصل کیا - چیچک کے ٹیکه کا اصلي موجد ایک ترک تھا - یه ڈریپر' کریسي ' اور کنگڈم کلفرڈ وغیرہ مورخوں کي تحقیق ہے جنھوں نے اپنے کتب خانوں میں بیٹھکر ترکوں کے اعمال پر نظر ڈالي تھي - قدرتي طور پر مسٹر ایسکویتھه اور مسٹر لائڈ جارج کي راے اس سے مختلف ہوني چاہیے جو ابھي گیلي پولي اور عمارہ میں ترکوں کي تلوار کا کاري زخم کھا کر نکلے ہیں ' اور میدان جنگ سے واپس آکر کتب خانوں کي جگھه نظارت خانوں کے اندر فیصله کرنے بیٹھے ہیں !

نمي دانم ز منع گـــريه مطلب چيست ناصح را ؟
دل از من ، ديده از من، آستين از من، كذار از من !

جب تک بغداد کي خلافت باقي رهي ، هندوستان کے تمام حکمران خاندان آسي کے زیر اثر اور فرمانبردار رهے - عباسیۂ بغداد کي خلافت جب مٹ گئي ، اور سنه ٦٦٠ ھ میں مصر کي عباسي خلافت کا سلسله شروع هوا ، تو اگرچه یه عباسیه کے کاروان رفته کا محض ایک نمود غبار تھا ، تاهم تمام سلاطین هند اسکي حلقه بگوشي و غلامی کو اپنے لیے موجب صد فخر و امتیاز سمجھتے رهے، اور مرکزیي خلافت کی عظمت دیني نے مجبور کیا که اپني حکومت کو شرعي طور پر منوادینے کیلیے مقام خلافت سے پروانۂ نیابت و امارت حاصل کرتے رهیں - سلطان محمد بن تغلق شاه کے غرور حکومت کا یه حال تھا که ضیاء الدین برني اسکو " همت فرعوني و نمرودي " سے تعبیر کرنا چاهتا هے - تاهم اس معامله میں زیاده سے زیاده غرور جو وہ کرسکا ، یهي تھا که اپنے تئیں خلیفۂ مصر کا زیاده سے زیاده فرمانبردار غلام اور چاکر ظاهر کرے ، اور کہے که بلا اسکے حکم کے میں تم پر حکومت نہیں کرسکتا - تاریخ برني میں هے :

" امیر المومنین خلیفه را بنده ترین همه بندگان بود ، و بے امر و بے فرمان او دست در امور اولو الامری نه زد " (مطبوعه ایشیاٹک سوسیٹي - صفحه - ۴۹۰)

برني نے سلطان فیروز شاہ کے فضائل و سوانح کیلیے گیاره مقدمے ترتیب دیے هیں - آن میں نو واں مقدمه یه هے " مقدمه نهم در آنکه دوکرت از حضرت امیر المؤمنین خلعت اولو الامری و منشور اذن و لواء شاهي بر سلطان عصر فیروز شاه رسیده ، و بادشاهي و اولو الامری خداوند عالم بدان استحکام گرفته " پھر اس مقدمه میں لکھتا هے " در مدت شش سال دوکرت از امیر المومنین منشور اولو الامری و خلعت شاهي و لواء سلطنت بدو رسید ، و حق جل و علی پادشاه دین پرور ما را در عزت داشت منشور و خلعت و فرستادگان توفیق بخشید ، و شرائط حرمت مراحم امیر المؤمنین بالغاً ما بلغ بجا آورد ، و هم چنین دانست که منشور و خلعت امیر المؤمنین از آسمان منزل شده ، و از درگاه مصطفی صلعم رسیده - عرضداشتے با تحفه و هدایا در نهایت تواضع بندگي امیر المؤمنین روان کرد " الخ (صفحه ۵۹۸)

یعنی سلطان فیرزز شاہ کے فضائل و مفاخر میں سے ایک بڑی بات یہ سمجھی گئی کہ خلیفۂ مصر نے اجازت حکومت کا پروانہ اور لواء و خلعت بھیجا' اور بادشاہ کو اسکی اطاعت و حرمت کی توفیق ملی - فیروز شاہ نے اس بات کی اس درجہ قدر کی گویا آسمان سے یہ عزت نازل ہوئی ہے' اور خود بارگاہ حضرت محمد الرسول اللہ صلعم سے اُسکو قبولیت کی سند ملگئی ہے !
شمس الدین سراج عفیف نے تاریخ فیرزز شاہی میں یہ واقعہ زیادہ تفصیل سے لکھا ہے - جب خلیفہ کے سفراء شہر سے قریب پہنچے تو فیرزز شاہ خود استقبال کیلیے پیدل نکلا - فرمان خلافت کو دونوں ہاتھوں میں لیا - پھر بوسہ دیکر سر پر رکھا ' اور اسی طرح سر پر دھرے ہوے دربار حکومت تک واپس آیا -

غور کرو ! مقام خلافت کی عظمت کا ہمیشہ کیا حال رہا ؟ خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اسمی نسبت اسدرجہ ہیبت و جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرماں رواے اقلیم' مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہو جانے پر فخر کرتا ہے - مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اسطرح چھائی ہوئی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان ' اور وہاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے !

مغلیہ سلطنت خلفاء مصر کے آخری عہد میں قائم ہوئی - ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا جب سلطان سلیم خاں کے ہاتھہ پر خلیفۂ متوکل عباسی نے بیعت کی اور حجاز و شام میں سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا اعلان ہوا - شاہان مغلیہ اگرچہ ہندوستان میں خود اپنے ہی کو امام سمجھتے تھے ' اور باعتبار حکومت کے یہ حق اُنھیں حاصل بھی تھا - تاہم عام اسلامی خلافت کا انھوں نے کبھی دعوا نہ کیا - ہمیشہ عرب و شام کے مسلمہ خلفاء ہی کو خلیفہ تسلیم کرتے رہے - خود شہنشاہ اکبر اور شاہجہاں بھی اگر حج کیلیے مکہ جاتے ' تو وہاں اُنکو قسطنطنیہ کے خلیفہ ہی کی امارت میں حج ادا کرنا پڑتا - میدان عرفات میں وہ خود خطیب نہ ہوتے - قسطنطنیہ کا نائب السلطان خطبہ دیتا وہ کھڑے ہوکر اُسی طرح سنتے ' جس طرح ایک عام مسلمان اُنکے بغل میں کھڑا سن رہا ہوتا - شرعاً و عقلاً تسلیم خلافت کیلیے اس سے زیادہ اور کونسی بات ہو سکتی ہے ؟

بعض یورپین اخبارات کے مشرقي نامه نگاروں نے بار بار یه خیال ظاهر کیا هے که ترکي حکومت سے باهر بسنے والے مسلمانوں میں ترکي خلافت کا اعتقاد زیاده تر سلطان عبد الحمید خاں مرحوم کي سعي سے پیدا هوا ' اور اُنکا مقصود اس سے یه تھا که نام نهاد " پان اسلامزم " تحریک کو تمام مسلمانان عالم میں پھیلایا جاے - یہاں هم یورپ کے متخیلۂ و متوهمه " پان اسلامزم " کي حقیقت سے بحث کرنا نہیں چاهتے " پان اسلامزم " سے مقصود اگر مسلمانوں کي بلا امتیاز وطن و قومیت باهمي برادري هے ' تو اسکي تاریخ سلطان عبد الحمید کے زمانے سے نہیں بلکه نزول قران و ظہور اسلام سے شروع هوتي هے - لیکن عثماني خلافت کے عالمگیر اسلامي اعتقاد کو سلطان عبد الحمید سے منسوب کرنا ایک ایسي بات هے جو یا تو حد درجه جہل کا نتیجه هو سکتي هے یا حد درجه دروغ گوئي کا - اور هم نہیں جانتے که دونوں میں سے کس چیز کو محققین یورپ کیلیے پسند کریں ؟

سنه ۹۲۳ھ میں جب بعهد سلطان سلیم خاں سلاطین عثمانیه خلیفة المسلمین تسلیم کیے گئے ' تو اسوقت عالم اسلامي کا یه حال تھا که ایران میں سلاطین صفویه کي حکومت تھي ' هندوستان میں مغلیه کي ' اندرون یمن میں آئمۂ زیدیه کي ' اور اندرون عرب میں خود مختار قبائل اور بعض شیوخ کي - پس جہاں جہاں اسلامي حکومتیں موجود تھیں ' وهاں کے مسلمانوں کي اطاعت و انقیاد کا محل و مرکز خود مقامي اسلامي حکومت هوگئي تھي ' اور احکام شرعیه کے نفاذ و اجراء کیلیے بھي وہ کسي بیروني حکومت کے محتاج نه تھے - ظاهر هے که ان ممالک میں مرکزي خلافت کا تعلق کسي نمایاں شکل میں یکایک ظاهر نہیں هوسکتا تھا - سلطنت کے رقیبانه جذبات بھي اپني انتہائي حالت میں سب پر چھاے هوے تھے - صدیوں پہلے سے تفرقۂ و انتشار کي عالمگیر مصیبت تمام عالم اسلامي کو ٹکرے ٹکرے کرچکي تھي - لیکن ان ممالک کے علاوه اور جہاں کہیں بھي مسلمان آباد تھے اور اپني مقامي اسلامي حکومت نہیں رکھتے تھے ' وہ اگرچه ترکي حکومت سے کتنے هي دور و دراز گوشوں میں واقع هوں ' لیکن عثماني سلاطین هي کو اسلام کي مرکزي خلافت عظمی پر قابض و متصرف تسلیم کرتے تھے اور اسلیے جمعۂ و عیدین کے خطبوں میں انکے لیے خاص طور پر دعا مانگنا اپنا فرض سمجھتے تھے - خود هندوستان کے قرب و جوار اور بحر چین کے جزائر میں مسلمانوں کا ایک فرد خلیفۂ قسطنطنیه کي اس حیثیت

دیني کا پورا اعتقاد رکھتا تھا - جزائر سیلون هندوستان هي کا ایک بحری گوشه هیں - سنه ۱۱۷۵ ھ (سنه ۱۷۶۱ع) میں دکن کے ایک مشهور عالم سید قمر الدین اورنگ آبادي حج سے واپسي میں کولمبو پہنچے اور وهاںکي سیر کي - میر غلام علي آزاد بلگرامي آنکے معاصر هیں - اپني کتاب سبحة المرجان میں آنکي زباني نقل کرتے هیں که ساحلي مقامات میں پرتگالیوں کي حکومت هے - اندروني جزائر میں هندو راجه هے - کولمبو میں مسلمانوں کے دو محلے هیں - جمعه کي نماز تین مرتبه سید موصوف نے وهاں پڑھي - خطبه میں امام نے پادشاه هند اور سلطان روم کیلیے دعا مانگي - " لکونه خادما للحرمین الشریفین" یعني اسلیے که وه خادم حرمین هیں - (سبحة المرجان مطبوعه بمبئي صفحه ۲۳) یه اب سے ڈیڑه سو برس پیشتر کا واقعه هے - سیلون کے جزیروں میں اگر مسلمان ایک غیر مسلم حاکم کے ماتحت رهکر شاه هند کا ذکر کرتے تھے' تو یه کوئي غیر معمولي بات نه تھي که هندوستان بالکل انسے متصل تھا - لیکن قسطنطنیه کے سلطان کیلیے دعا مانگنا جو بحر هند سے اسقدر بعید فاصله پر واقع هے' کیا معني رکھتا هے ؟ کیا اسکے سوا کوئي معني هوسکتے هیں که تمام عالم اسلامي میں وهي خلیفة المسلمین هے' اور اسلیے گو اور بھي بہت سي اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود هوں' مگر هر گوشۂ عالم کے مسلمانوں کے دلي تعلق و اطاعت کا اصلي مرکز صرف وهي هوسکتا هے ؟

صاحب تحفة العالم چین کوچک کے ایک سیاح سے اپني ملاقات کا حال لکھتے هیں جس نے عجیب عجیب جزیروں اور وهاں کے رسم و رواج کا مشاهده کیا تھا - " چین کوچک " سے مقصود بحر چین کے جزائر سماٹرا' ملایا' جاوا' وغیره هیں - سیاح مذکور کہتا هے که اکثر جزائر میں مسلمان آباد هیں - مسجدیں معمور - جمعه کے خطبوں میں سلطان روم کیلیے دعا مانگتے هیں اور وهاں کے حالات سے خوب باخبر هیں - یه واقعه بھي بارھویں صدي کے اوائل کا هے -

باقي رها یه خیال که هندوستان کے مسلمانوں میں سلاطین عثمانیه کي خلافت کا اعتقاد حال کي پیداوار هے' تو یه بھي صحیح نہیں - یه ظاهر هے که جب تک خود هندوستان میں اسلامي حکومت قائم تھي' کسي بیروني اسلامي حکومت سے مسلمانوں کو بلا واسطه تعلق رکھنے کي کوئي ضرورت هي پیش نه آئي - البته سلطنت مغلیه کے انقراض

کے بعد مجبور ہوگئے کہ بلا واسطہ خلافت قسطنطنیہ سے اپنا رشتۂ انقیاد و عقیدت قائم کریں - تاہم سلاطین عثمانیہ کا اسلام کی مرکزی خلافت پر قابض ہونا ایک ایسی مسلم و معروف بات ہے جو ہمیشہ علماء ہند کے علم و اعتقاد میں رہی ہے - حضرۃ شاہ ولی اللہ کا سال وفات سنہ ۱۱۷۴ - ہجری ہے - اُنکا زمانہ احمد شاہ ابدالی کی آمد و رفت کا زمانہ تھا اور ہندوستان میں اسلامی حکومت ابھی قائم تھی - انھوں نے تفہیمات الاہیہ میں دو جگہ سلاطین روم کا ذکر کیا ہے - ایک جگہ لکھتے ہیں :

" از زمان سلطان سلیم خاں کہ در اوائل سنہ الف بود ' اکثر بلاد عرب و مصر و شام تحت تصرف سلاطین روم اند ' و خدمت حرمین الشریفین زاد ہما اللہ شرفا و کرامۃ ' و امارت موسم ' و ریاست حجاج ' و اہتمام معامل و قوافل بر ایشان استقرار یافت - و بہ ہمین جہت بر منابر عرب و شام خصوصا حرمین شریفین ہر یکے از ایشان بہ لقب امیر المومنین مذکور ست "

یمن میں اگرچہ آئمۂ زیدیہ سلاطین عثمانیہ کے رقیب و حریف تھے ' اور انھوں نے اندرون ملک میں کبھی اُنکی حکومت جمنے نہ دی - با این ہمہ گیارھویں سے تیرھویں صدی تک کے علماء یمن کی مصنفات کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے ' اُنسے پوشیدہ نہیں کہ اکثروں نے سلاطین عثمانیہ کی مرکزی حیثیت تسلیم کی ہے جسکے معنی بجز خلافت اسلامیہ کے اور کچھہ نہیں ہوسکتے - علامۂ صالح مقبلی صاحب العلم الشامخ المتولد سنہ ۱۰۴۷ ھ ' علامۂ فلانی صاحب ایقاظ الہمم ' شیخ عبد الخالق زبیدی صاحب صفوۃ الاخبار و غیرہم اپنی کتابوں میں جا بجا ترکی گورنروں کے جبر و ستم کی شکایتیں کرتے ہیں ' مگر ساتھہ ہی سلاطین عثمانیہ کا ذکر ایسے پیرایہ میں کرتے ہیں جس سے اُنکی اسلامی خلافت و امامت کا مسلمہ ہونا ثابت ہوتا ہے - مثلاً سلطان کو مخاطب کرکے یہ کہنا کہ جو شخص آج روے زمین پر تمام مسلمانوں کا خلیفہ و امام کہلاے ' اسکے گورنر اس طرح رعایا کے ساتھہ سلوک کریں ؟ یہ موقعہ مزید اطناب و تفصیل کا نہیں - سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا زمانہ ہزار صدی کے بعد شروع ہوتا ہے - پس اگر اسکا ذکر ملسکتا ہے تو پچھلی دو تین صدیوں کی مصنفات میں - چونکہ ان عہدوں کی تصنیفات عام طور پر علماء ہند کے مطالعہ میں نہیں آئی ہیں ' اسلیے مسئلہ کے تاریخی شواہد سے عموماً لوگ بے خبر ہیں - تلاش کیا جاے تو ایک بڑا ذخیرہ تاریخی شواہد کا فراہم ہوسکتا ہے -

خود یورپین حکومتیں علی الخصوص برٹش گورنمنٹ سلطان عثمانی کی اس دینی حیثیت کا ہمیشہ اقرار کرتی آئی ہے اور جب کبھی ضرورت ہوئی ہے ' قسطنطنیہ کی طاقت سے بہ حیثیت خلیفۂ اسلام کام لیا گیا ہے - غدر سنہ ۵۷ کے موقعہ پر سلطان عبد المجید سے جو فرمان مسلمانان ہند کے نام حاصل کیا گیا تھا اور جسمیں انکو انگریزی حکومت کے ساتھہ بہتر سلوک کرنے کی ہدایت کی تھی ' اُسکی بنا یہی تھی کہ سلطان قسطنطنیہ کو بہ حیثیت خلیفۂ اسلام مسلمانان ہند کی ارشاد و ہدایت کا حق حاصل ہے - کوئین وکٹوریا کے عہد میں بارہا حج اور حاجیوں کی مشکلات کا سوال گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے اُٹھایا گیا ' اور پھر امپریل گورنمنٹ نے باب عالی کو اس احتجاج کے ساتھہ توجہ دلائی کہ بہ حیثیت خلیفۂ اسلام ہونے کے حجاج کی تکالیف دور کرنا اُنکا مذہبی فرض ہے - فرانس اور روس کی جانب سے بھی سلطان عبد الحمید خاں کے زمانے میں متعدد مرتبہ ایسے اظہارات و اعترافات ہوچکے ہیں -

(قرون متوسطۂ و اخیرہ میں مرکزی حکمرانی)

ہم نے جا بجا " اسلام کی مرکزی حکمرانی " اور " خلافت عظمی " کا لفظ استعمال کیا ہے - تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام کا محور و اساس مسئلۂ " توحید " ہے - " توحید " کے معنی یہ ہیں کہ ایک ہونا - صرف اللہ کی ذات و صفات ہی میں یہ حقیقت محدود نہیں ہے جیسا کہ بد قسمتی سے لوگوں نے سمجھہ رکھا ہے - بلکہ عقائد و اعمال کی ہر شاخ اور ہر شکل میں اسلام کا اصل الاصول توحید ہی ہے - وہ مسلمانوں کی تمام اُن باتوں میں جو فرد و اجتماع سے تعلق رکھتی ہیں ' ایک کامل توحیدی حالت پیدا کردینی چاہتا ہے - خدا کی ذات کی طرح اُسکی خلقت اور قوانین خلقت میں بھی ہر چیز پر اور ہرجگہ یگانگی و یک عملی اور وحدت و واحدیۃ کار فرما ہے - ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت - فارجع البصرْ هل تری من فطور؟ (ملک - قال ابن عباس " تفاوت " ای الاختلاف اخرجه البخاری) پس اس بنا پر اسلام نے جس طرح مسلمانوں کی ساری باتیں ایک قرار دی تھیں - اُنکی شریعت ' اُنکا قانون ' اُنکی کتاب ' اُنکا نام ' اُنکی زبان ' اُنکی قومیت ' اُنکا قبلہ ' اُنکا کعبہ ' اُنکا مرکز اجتماع ' اُنکا مرکز ارض ' اُسی طرح اُنکی حکومت بھی ایک ہی قرار دی تھی - یعنے تمام روے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرمانرواء و خلیفہ ہو - لیکن جہاں ساری باتوں

میں انحراف اور تفرقۂ و انتشار ہوا ' وہاں یہ بات بھی جاتی رہی - خلفاء راشدین کے بعد صرف بنو امیہ کے ابتدائی عہد تک یہ وحدۃ نظر آتی ہے - اسکے بعد کوئی زمانہ ایسا نہ آیا جب تمام عالم اسلامی کی حکومت کسی ایک طاقت میں جمع رہی ہو - مختلف گوشوں میں مختلف دعویدار اُٹھے ' اور جسکا قدم جہاں جم گیا ' خود مختارانہ فرمانروائی کرنے لگا - یہی وجہ ہے کہ مورخین نے بنو امیۂ مروانیہ کے عہد کو تاریخ اسلام کا بہترین زمانہ قرار دیا ہے جب کرۂ ارضی کے تمام اسلامی خطے پر صرف ایک ہی خلیفہ کی حکومت قائم تھی - علی الخصوص عبد الملک بن مروان کا زمانہ کہ تمام مشرق و مغرب و افریقہ کے منبروں پر بجز ایک حکمراں کے اور کسی کا ذکر نہ تھا - اسی لیے حافظ ذہبی نے کہا - بنو امیہ نے خلافت راشدہ کی برکتیں نہ پائیں لیکن بنو عباس کو بنو امیہ کی بھی برکات نہ ملیں - خلفاء عباسیہ کے زمانے میں تفریق کلمۂ و حکومت کا معاملہ آخری حد تک پہنچ گیا - تمام اسلامی دنیا مختلف حکمرانوں میں بٹ گئی -

با ایں ہمہ ایک خاص مرکزی اقتدار ہر زمانے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور مورخ کی بصیرۃ محسوس کرلیتی ہے کہ اس تفرقۂ و انتشار کی عام سطح میں ایک مرکزی قوت اُبھری ہوئی ہے - اسلامی حکومتیں ہر گوشۂ عالم میں قائم ہوگئی تھیں ' مگر ہمیشہ ایک خاص مقام ایسا ضرور رہا ' جہاں کی حکمرانی دنیا کی تمام اسلامی حکمرانیوں میں ایک مرکزی اقتدار کی حیثیت رکھتی تھی - دوسرے مقامات کے فرمانروا اپنے دائرہ حکومت سے باہر کوئی اثر نہیں رکھتے تھے ' لیکن وہاں کا حکمراں باہر کے مسلمانوں کیلیے بھی ایک خاص کشش و دعوۃ اپنے اندر رکھتا تھا - یہ بلاد شام و عراق اور عرب و حجاز کی حکومت تھی - عرب اسلام کا اصلی سرچشمہ و مبدء ہے - حجاز اسلامی قومیت کا دائمی مرکز اور اسلام کے رکن حج کا کارگاہ - شریعت نے عرب ہی کو یہ شرعی خصوصیت دی ہے کہ ہمیشہ غیر مسلم اقوام کے اثر سے محفوظ رکھا جاے - شریعت کے اس حکم کی تعمیل بغیر حکومت کے ممکن نہیں - جو حکومت اسپر قابض ہوگی ' وہی اس شرعی حکم کی تعمیل و نفاذ کی ذمہ دار ' اور اقامۃ حج کی بھی کفیل ہوگی - پس قدرتی طور پر یہ بات ہوئی کہ یہاں کی حکومت کو تمام اسلامی حکومتوں میں ایک مرکزی اقتدار اور

تمام مسلمانان عالم کے قلوب کیلیے ایک انجذابي اثر حاصل هو جاے - اسلام کے از منۂ متوسطۂ و اخیرہ میں یہي مرکزي اقتدار خلافت عظمیٰ کا قائم مقام تھا - خلافت بغداد کے مٹنے کے بعد بھي ان مقامات کي حکومت خلفاء مصر هي کے قبضہ میں رهي - " مرکزي حکومت " سے مقصود یہي مرکزي اقتدار هے - خلفاء مصر کے بعد جب سلاطین عثمانیہ تمام بلاد عرب و حجاز اور مصر و شام پر قابض هوگئے تو باوجود متعدد اسلامي حکومتوں کي موجودگي کے ' اسلامي خلافت عظمیٰ کا مرکزي اقتدار بلا نزاع اُنہي کو حاصل هوگیا - یہي وجہ هے کہ هزار صدي کے بعد سے تیرهویں صدي کے اوائل تک اگرچہ بڑي بڑي اسلامي حکومتیں دنیا میں قائم رهیں ' لیکن خلافت عظمیٰ کے اعتقاد کے ساتھہ جب کبھي کسي مسلمان کي نظر اُٹھتي تو وہ صرف قسطنطنیہ هي کي طرف دیکھہ سکتا تھا -

(ترکان عثمانیہ اور عالم اسلامي)

اب هم چاهتے هیں کہ اس پوري تاریخ سے قطع نظر کرلیں - صرف اس اعتبار سے مسئلہ پر ایک آخري نظر ڈالیں کہ احکام شرعیہ کي بنا پر سلاطین عثمانیہ کے اعمال خلافت کا کیا حال رها هے ؟ بحث کا یہ سب سے زیادہ قطعي اور سب سے زیادہ سہل فیصلہ هوگا - اسلام نے خلیفہ کے نصب و تقرر کے خاص مقاصد قرار دیے هیں - پچھلي پانچ صدیوں کے اندر متعدد اسلامي حکومتیں دنیا میں موجود تھیں اور بعض ابتک موجود هیں - قوم و جماعت کے اعتبار سے متعدد مسلمان قوموں میں حکومت رهي اور بعض حکمراں قومیں اب بھي باقی هیں - گو اُنکي حکومت محض براے نام هو - سوال یہ هے کہ ان تمام حکمراں قوموں میں کونسي حکومت اور قوم ایسي هے جس نے شریعت کے ٹھہراے هوے مقاصد خلافت انجام دیے ؟ اور جو غرض شرعي خلیفہ کے قیام اور بحکم الذین ان مکناهم فی الارض الخ تمکین فی الارض سے هے ' وہ اُنکے هاتھوں پوري هوئي ؟ جس حکومت اور جس حکمراں قوم نے ایسا کیا هو' صرف وهي حکومت اور قوم تمام مسلمانان عالم کي خلافت و امامت کا دعوا کرسکتي هے -

اس اهم سوال کا فیصلہ چند سطروں میں هو جا سکتا هے - " خلافت اسلامیہ " کا مقصد شرعي پچھلي صحبتوں میں صاف هوچکا هے - سب سے پہلا مقصد اس کا یہ هے کہ ایک ایسي طاقتور حکومت قائم هو جو دشمنوں

کے حملوں سے اسلامي ممالک اور مسلمانوں کي حفاظت کرسکے - اسلام و ملت کے دشمنوں کا استیصال و انسداد ہو - کلمۂ حق دنیا میں بلند اور دور دور تک جاري و نافذ ہو جاے - کلمۂ کفر و فساد کو خسران و ناکامي نصیب ہو - یہي مقصد پہلا مقصد ہے - باقي سب فروع و توابع ہیں -

یہي وجہ ہے کہ تمام کتب عقائد و اصول میں خلافت کي تعریف کرتے ہوے " اقامة الدین باقامة ارکان الاسلام ' والقیام بالجہاد ' و حفظ حدود الاسلام ' وما یتعلق به من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلة " کے جملے سب سے پہلے ملتے ہیں - یعني وہ مسلمانوں کي ایسي حکومت ہے جو ارکان اسلام کو قائم رکھے ' جہاد کا سلسلہ و نظام درست کرے ' اسلامي ملکوں کو دشمنوں کے حملوں سے بچاے ' اور ان کاموں کیلیے فوجي قوت کي ترتیب اور لڑائي کا سامان وغیرہ جو کچھہ مطلوب ہو' اسکا انتظام کرے - مختصر یہ کہ اسلام کا خلیفہ وہ حکمراں ہوسکتا ہے جو اسلام و ملت کیلیے دفاع و جہاد کي خدمت انجام دیسکے - ساري باتیں ان دو لفظوں میں آگئیں -

اب فیصلہ کرلو کہ گذشتہ چار صدیوں کے اندر کس حکومت اور کس قوم نے دفاع و جہاد کي خدمت انجام دي ہے ؟ اسلام کا جب ظہور ہوا ' تو دشمنوں کي پہلي جماعت قریش مکہ کي جماعت تھي - آنکے مٹ جانے کے بعد اس پوري تیرہ صدیوں میں صرف عیسائي قومیں ہي مسلمانوں کي دائمي حریف رہي ہیں - دوسري غیر مسلم قوموں میں سے کوئي قوم ایسي نہ تھي جس میں اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا داعیہ ہو - ایران کي مجوسي قوت کا ابتدا ہي میں خاتمہ ہوگیا - یہودیوں کي کوئي پولیٹکل قوت نہ تھي - ہندوستان کے ہندؤں اور بدھہ مذہب کے پیرؤں نے ہندوستان سے نکلکر کبھي مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا اور نہ انمیں کوئي داعیانہ قوت تھي - چین کے تاتاري اٹھے اور بلا شبہ سب سے بڑي ہلاکت کا باعث ہوے لیکن بالاخر خود اسلام کے محکوم ہوگئے - یعنے ایک صدي کے اندر ہي اندر مسلمان ہوگئے -

پس تمام روے زمین پر بجز مسیحي اقوام کے اور کوئي حملہ آور حریف اسلام کا نہ تھا - نہ ہے - مشرقي عیسائیوں کي قوت ابتدا ہي میں شکست ہوگئي تھي - صرف یورپ کي حکومتیں اور قومیں تھیں جنکو خواہ مسیحیت کے نام سے موسوم کرو خواہ یورپ کے نام سے - یہي آخري چار صدیاں ہیں جن میں بتدریج یورپ کي طاقت ترقي کرتي گئي ' اور

اُسکي ترقي کا دوسرا رخ یہ تھا کہ اسلام کي پولیٹکل طاقت کو روز افزوں تنزل ہوا - اب فیصلہ کرلو کہ تمام کرۂ ارضي کے مسلمانوں میں سے کونسي قوم اور کونسي حکومت ھے جس نے اِن چار صدیوں کے اندر یورپ کا مقابلہ کیا ھے ' اور دفاع و جہاد جاري رکھکر اسلام اور مسلمانوں کي حفاظت کي ھے ؟ سولھویں صدي عیسوي ھي میں یورپ کي اُن تمام طاقتوں نے جو مشرقي ممالک کے دروازوں سے قریب تھیں ' بتدریج قدم بڑھانا شروع کردیا تھا - اگر کوئي طاقتور اور مقاوم روک موجود نہ ھوتي تو ابسے دو صدي پیشتر ھي تمام وسط ایشیا ' شام ' عرب ' اور اسلامي افریقہ یورپ کے استیلاء سے پامال ھوچکا ھوتا -

پھر وہ کونسي نا قابل تسخیر فوجي قوت تھي جس نے پہلے تو اپنے پے درپے حملوں سے تمام یورپ کو اس طرح پامال کردیا کہ پوري دو صدیوں تک سنبھلنے اور قدم اُٹھانے کي مہلت ھي نہ ملي ' اور پھر تمام ایشیا ؤ بلاد اسلامي کے عین دروازہ پر مغربي مدافعت کي ایک آھني دیوار قائم کردي' اور اسطرح حکم جہاد کے فرض ھجوم اور فرض دفاع ' دونوں کو تن تنہا انجام دیا ؟

کیا ھندوستان کي سلطنت مغلیہ نے جس نے اپني پوري تاریخ میں ایک بار بھي ھندوستان سے باھر قدم نہ نکالا ؟ اور جسکي تلوار پانچ صدیوں کے اندر ایک مرتبہ بھي کسي حریف ملت کے خون سے رنگین نہ ھوئي ؟ عین اکبر اعظم کے زمانے میں ھندوستان کے حاجیوں کو پرتگالیوں اور ڈچوں کے جرگے ساحل ھند کے سامنے لوٹ رھے تھے اور وہ اُنکے انسداد سے عاجز تھا !

کیا ایران کے سلاطین نے ' جنکے عقبي حملوں نے ھمیشہ سلاطین عثمانیہ کو مجبور کیا کہ یورپ کا فتح مندانہ اقدام ترک کرکے ایشیاء کي طرف متوجہ ھوجائیں اور جسکي وجہ سے یکایک یورپ کو ترکي تلواروں سے مہلت ملگئي اور تمام وسط یورپ فتح ھوتے ھوتے رھگیا ؟

کیا یمن کے خود مختار قبائل اور عرب آئمہ نے ' جنکو اسلام کے اس سب سے بڑے حریف کا شاید حال بھي معلوم نہ تھا ؟

ھر انسان جو دو اور دو کو صرف چار ھي کہنا چاھتا ھو ' اسکا اقرار کریگا کہ بجز سلاطین عثمانیہ اور ترکوں کے مسلمانوں کي کوئي حکومت اور قوم نہیں ھے جس نے قرون اخیرہ میں حفظ اسلام و ملت کي یہ خدمت انجام

دي هو - اور جو فرض تمام مسلمانان عالم کے ذمے عائد هوتا تها ' اُسکو سب کي طرف سے تن تنها پورا کرتے رهے هوں ؟

حقیقت یه هے که ترکوں کا یه وہ عظیم الشان کارنامه هے جسکي نظیر قرون اولی کے بعد مسلمانوں کي کسي حکمراں قوم کي تاریخ پیش نہیں کرسکتي - صرف صلاح الدین ایوبي کي دعوة اس سے مستثنی هے جس نے تمام یورپ کے متحدہ مسیحي جهاد کو شکست دي - تاهم وہ بهي ایک محدود زمانے کا جهاد تها - مسلسل تین چار صدیوں تک صرف ترکوں هي کي اسلامي مدافعت قائم رهي هے - ان پوري چار صدیوں میں تمام روے زمین کے مسلمان اس اولین قومي فرض سے غافل رهے - کسي قوم نے ایک زخم بهي اس مقدس راہ میں نہیں کهایا - کسي پادشاہ نے ایک قدم بهي اسکے لیے نہیں اُتهایا - صرف تن تنها ترک هي دنیا بهر کے مسلمانوں کي جانب سے یه پورا کام انجام دیتے رهے - انہوں نے تمام مسلمانان عالم کو عیش و راحت کے بستروں پر چهوڑ دیا - خود اپنے لیے خاک و خون کي دائمي زندگي پسند کي - اگر ان قرون اخیرہ میں که مسلمانوں کا تنزل و ادبار آخري درجه تک پہنچ چکا تها ' اور علی الخصوص فرض دفاع و جهاد کو که سنام دین ' و عماد ملت ' و اساس شرع هے ' تمام روے زمین کے مسلمان چهوڑ بیٹهے تهے ' ترکوں کي جانفروش و سرباز جماعت تن تنها نه سنبهال لیتي ' تو نہیں معلوم آج جغرافیۂ عالم میں مسلمانوں کي آبادیوں کا کیا حال هوتا ؟ اور جو مصیبت اسوقت درپیش هے ' وہ کب کي آچکي اور مسلمانوں پر سے گزر چکي هوتي ؟ تمام دنیا کے مسلمانوں پر ترکوں کا یه وہ احسان عظیم هے که اگر اسکے معاوضه میں مسلمانان عالم اپنا سب کچهه اُن پر سے قربان کردیں ' جب بهي اُنکے بار احسان سے سبکدوش نہیں هوسکتے - اگر گذشته صدیوں میں مسلمانوں نے پادشاهتیں کي هیں تو صرف انهي کي بدولت ' اور اگر آج اپني پاد شاهتیں کهو کر بهي کچهه نه کچهه عزت کي پونجي اپنے ساتهه رکهتے هیں تو صرف اُنهي کي بدولت - مسلمان خواہ دنیا کے کسي حصه میں بستا هو ' چین میں یا افریقه کے بعید گوشوں میں ' لیکن صدیوں سے اُسکي قومي زندگي ' قومي عزت ' قومي عیش و آرام ' اور وہ سب کچهه جو ایک قوم کیلیے هے اور هوسکتا هے ' صرف ترکوں هي کے طفیل هے اور اُنهي کا بخشا هوا - یهي

وجه هے که تمام دنیا کے مسلمانوں کا فرض هوا که ترکوں کي مدد کریں - لیکن ترکوں کیلیے یه کچهه ضروري نهیں که وہ هندوستان یا افریقه میں بانٹنے کیلیے روپیه بهیجتے رهیں - وہ تو چار صدیوں سے وہ کام انجام دے رهے هیں جسکے تصور سے بهي هم مسلمانان هند کے دل کانپتے اور جسکے وهم سے هي هم پر موت طاري هو جاتي هے ؟ یعنے اپني جانیں اسلام کي حفاظت کي راہ میں قربان کر رهے هیں - اس سے بڑهکر اور کونسا کام هے جو اسلام اور مسلمانوں کیلیے کیا جا سکتا هے ؟ اور اسکے بعد کیا رهگیا جسکي طلب اور سوال هو ؟ بہت ممکن هے که کسي دوسرے حصے کے مسلمانوں نے ترکوں سے زیادہ نمازیں پڑهي هوں ' لیکن نماز کے بقا کي راہ میں آنسے زیادہ اپنا خون کسي نے نهیں بهایا - بہت ممکن هے که عرب اور هندوستان کے مسلمانوں کي زبانوں نے انسے زیادہ قرآن کي تلاوت کي هو ' لیکن قرآن کی حفاظت کي راہ میں چار سو برس سے زخم صرف آنهي کے سینے کها رهے هیں - اگر الله کي شریعت حق هے ' اور اگر قرآن و سنت کا فیصله باطل نهیں ' تو همیں یقین کرنا چاهیے که دوسرے ملکوں کے هزاروں عابد و زاهد مسلمانوں سے جنکے دلوں میں کبهي جهاد في سبیل الله کا خطرہ بهي نهیں گذرتا ' ترکوں کا ایک گناهگار و معصیت آلود فرد الله کے آگے کہیں زیادہ فضیلت و محبوبیت رکهتا هے - هماري مدة العمر کي عبادتیں بهي آنکے سینے کے ایک خونچکاں زخم اور اس سے بهنے والے ایک قطرۂ خون کي عظمت نهیں پاسکتیں - " حرس لیلة في سبیل الله افضل من الف لیلة یقام لیلها و یصام نهارها " (۱) یعنی آنحضرة نے فرمایا : جهاد في سبیل الله کي ایک رات هزار دنوں کے روزوں اور هزار راتوں کي عبادت سے بهي افضل هے ! ان الله یحب الذین یقاتلون في سبیله صفا کانهم نبیان مرصوص - حضرة عبد الله بن مبارک نے حضرة فضیل بن عیاض کو ایک مرتبه یه اشعار لکهکر بهیجے تهے :

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا * لعلمت انك في العبادة تلعب !
من کان یخضب خدہ بدموعه * فنحورنا بدمائنا تتخضب !
ریح العبیر لکم ' و نحن عبیرنا * رهج السنابک والغبار الاطیب (۲)

---

(۱) اخرجه الامام احمد عن مصعب بن زبیر -

(۲) حافظ ابن عساکر نے امام موصوف کے ترجمه میں یه اشعار نقل کیے هیں - امام موصوف ایک سال درس حدیث دیتے ' ایک سال

جو مسلمان یورپ کے مسیحي و سیاسي اثر سے مختل هوکر ترکوں پر اعتراض کرتے هیں ' اُنکو چاهیے که پہلے اپنے گریبان میں منه ڈالکر دیکھیں که صدیوں سے اُنکي منافقانه غفلت و اعراض کا کیا حال رها هے ؟ علی الخصوص هندوستان کے مسلمانوں کو جو تعداد میں هر جگه کے مسلمانوں سے زیادہ هیں ' غور کرنا چاهیے که جس اولین فرض دیني کیلیے ترک چارسو برس سے اپنا خون بہا رهے هیں' انہوں نے اسکے لیے کیا کیا ؟ زیادہ سے زیادہ یه که کبھي کبھار چند لاکھه سکے ترک زخمیوں کي مرهم پٹي کیلیے بھیجدیے جو ایک ترک بیوہ کي مصیبت اور ایک ترک یتیم کے آنسوؤں کي قیمت بھي نہیں هوسکتے ؟ کیا ایسے لوگوں کو جو رات بستروں پر اور دن آرام و بے فکري کي چھتوں کے نیچے بسر کرتے هوں ' یه حق پہنچتا هے که اُن لوگوں پر زبان طعن کھولیں جو چار سو برس سے اپني لاشیں خاک و خون میں تڑپا رهے هیں ؟

بہر حال منصب خلافت کا پہلا مقصد دفاع و جہاد هے - وہ پچھلي چار صدیوں میں بجز ترکوں کے اور کسي اسلامي حکومت نے انجام نہیں دیا - پس اگر اور دلائل و شواهد نه هوتے ' جب بھي صرف یہي ایک بات سلاطین عثمانیه کي خلافت و امامت کیلیے کفایت کرتي تھي -

اور پھر یه بھي واضح رهے که یه تمام مبحث اس سوال سے تعلق رکھتا تھا که گذشته صدیوں میں متعدد اسلامي حکومتوں کے رهتے هوے سلاطین عثمانیه هي کیوں خلافت عظمی کے حقدار تسلیم کیے گیے ؟ لیکن موجودہ زمانے میں جبکه تمام اسلامي حکومتیں مٹ چکي هیں ' مسلمانان عالم کیلیے بجز سلطان عثماني کے کسي دوسري خلافت کا وجود هي نہیں -

---

[بقیه نوٹ صفحه ۹۰]

تجارت کرتے ' ایک سال جہاد میں شرکت فرماتے - حضرۃ فضیل اُس عہد کے مشہور عباد و زهاد میں سے هیں - حاصل ان اشعار کا یه هے " اے حرمین کے گوشه نشین عابد ! اگر تو نے همارا حال دیکھا هوتا تو معلوم کرلیتا که جس زهد و عبادۃ میں مشغول رهتا هے وہ تو ایک طرح کا کھیل هے - جو شخص اپنے رخسار آنسوؤں سے (عبادت میں) تر کرتا هے ' اُسے معلوم هونا چاهیے که هماري عبادت وہ هے جسمیں رخسار آنسوؤں سے نہیں بلکه گردنیں خون سے رنگین هوا کرتي هیں " ! حضرۃ فضیل نے جب یه اشعار پڑھے تو اُنکي آنکھیں اشکبار هوگئیں اور فرمایا " صدق ابو عبد الرحمن " عبد الله بن مبارک نے سچ کہا !

(فـــريضـــة عظيـــمة دفــــاع)

نتائج بحث تک پہنچنے میں اب صرف ایک منزل اور باقي رهگئي هے - اُمید هے کہ آپ صبر و سکون کے ساتھہ میرا ساتھہ دینگے - اسلام کے شرعي واجبات و فرائض میں ایک نہایت اهم اور اکثر حالتوں میں ایمان و کفر تک کا فیصلہ کر دینے والا فرض "دفاع" هے - تشریح اسکي یہ هے کہ جب کبھي کسي مسلمان حکومت یا کسي مسلمان آبادي پر کوئي غیر مسلم گروہ یا حکومت حملہ کرے ' تو یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر شرعاً فرض هو جاتا هے کہ دفاع (ڈیفنس - Defence) کیلیے اُٹھہ کھڑے هوں' اس حکومت اور آبادي کو غیر مسلم قبضہ سے لڑ کر بچائیں - اگر فوري قبضہ هوگیا هے تو اس سے نجات دلائیں ' اور اس کام کیلیے اپني ساري قوتیں اور هر طرح کي ممکن کوششیں وقف کردیں - اس بارے میں قرآن و حدیث کے احکام اس کثرت سے موجود هیں ' اور اسلامي فرائض میں سے یہ اسدرجہ مشہور فرض هے کہ شاید هي دنیا میں کوئي مسلمان اس سے نا واقف نکلے - یہي باهمي مددگاري و یاوري اور دفاع اعداء کا قانون هے جس پر اسلام نے شریعت و امت کي حفاظت کي ساري بنیادیں استوار کي هیں - لڑائي لڑنے کي نسبت سب سے پہلي آیۃ جو نازل هوئي ' وہ سورۂ حج میں هے :

ان اللہ یدافــع عن الذین آمنوا ' ان اللہ لایحب کل خوان کفــور - أذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ' و ان اللہ علی نصـــرهم لقدیر ' الذین أخرجوا من دیارهــم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ - (۲۲ : ۴۲)	اللہ تعالی مومنوں پر سے اُنکے دشمنوں کو هٹاتا رهتا هے - وہ اُن لوگوں کا ساتھي نہیں جو اُسکي بخشي هوئي طاقت کے امانت دار نہیں هیں' اور شکرگزاري کي جگہہ کفران نعمت میں سرشار هیں - جن مسلمانوں سے کافر لڑ رهے هیں ' اب اُن مسلمانوں کو بھي کافروں سے لڑنے کي اجازت دي جاتي هے کیونکہ اُنپر ظلم هو رها هے' اور اللہ مظلوموں کي مدد کرنے پر قادر هے -

یہ وہ لوگ هیں کہ بلا کسي حق کے اپني آبادیوں سے نکالدیے گئے - انکا کوئي قصور نہ تھا - صرف یہ کہ اپنے پروردگار کے ماننے والے هیں - (۱)

---

(۱) روي الحاکم من حدیث الاعمش عن ابن عباس - قال : لما خرج رسول اللہ صلعم من مکہ قال ابوبکر " اخرجوا نبیهم - انا للہ و انا الیہ راجعون -

بعض مفسرین نے سورہ بقرہ کی حسب ذیل آیت کو اذن قتال کا پہلا حکم قرار دیا ھے :

و قاتلوا في سبیل الله الذین یقاتلونکم' و لا تعتدوا- ان الله لا یحب المعتدین - واقتلوهم حیث ثقفتموهم' واخرجوهم من حیث أخرجوکم - والفتنة اشد من القتل - (۲ : ۱۸۷)	الله کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو مسلمانوں سے لڑائی لڑ رھے ھیں - مگر زیادتی نہ کرو - الله حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا - اور ایسا کرو کہ جہاں کہیں بھی رہ جمے ھوے ملیں' قتل کردو - اور جہاں کہیں سے انہوں نے مسلمانوں کو نکالا ھے' تم بھی نکال باھر کرو - ایسا کرنا اگرچہ

خونریزی ھے' مگر خونریزی کی برائی سے بھی بڑھکر برائی ظلم و فساد کا فتنہ ھے -

امام ابن جریر نے ابو العالیہ کا قول نقل کیا ھے کہ جنگ کی نسبت یہی پہلی آیت ھے جو نازل ھوئی " أنها اول آیة نزلت في القتال بالمدینه فلما نزلت کان رسول الله صلعم یقاتل من قاتله و یکف عمن کف عنه' حتی نزلت سورة براۃ "پس اذن قتال کی پہلی آیت یا سورۂ حج کی ھے یا بقرہ کی -

ان دونوں آیتوں اور انکے ھم مطلب آیات میں قران حکیم نے حکم قتال کے اُس حصہ کو صاف صاف مسلمانوں پر فرض کردیا ھے جسکا مقصد دفاع (ڈیفنس) ھے (۱) - یعنی جب کبھی غیر مسلموں کی کوئی جماعت مسلمانوں کی کسی حکومت اور آبادی پر حملہ کرے' یا اُس پر خود قابض ھوجانا چاھے' تو مسلمانوں کو چاھیے کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کیلیے اُٹھہ کھڑے ھوں - جس طرح حملہ آوروں نے حملہ کیا ھے' یہ

[بقیہ نوٹ صفحہ ۹۲]

لیھلکن " فانزل الله اذن للذین یقاتلون الخ و ھي اول آیة نزلت فی القتال - اسنادہ علی شرط الصحیحین -

(۱) یعنی حکم جہاد کی مختلف قسموں اور صورتوں میں سے ایک قسم قتال ھے - پھر قتال کی بھی دو قسمیں ھیں - دفاع اور ھجوم - ان آیات میں دفاع کا حکم ھے - ھجوم کا حکم دوسری آیتوں میں ھے - اور اسکے مواقع و بواعث اور شرائط دوسرے ھیں -

بھي کریں - قتل و جنگ کي وہ جو جو چال چلے ھیں ' یہ بھي چلیں - البتہ یہ جائز نہیں کہ اس بارے میں رحم و عدل کے جو حدود شریعت نے باندھدیے ھیں (مثلاً ضعیفوں ' بوڑھوں ' بچوں ' عورتوں ' راھبوں ' مذھبي عبادتگاھوں وغیرہ سے تعرض نہ کرنا) اُنسے قدم باھر نکالیں - پھر اس حکم کي علت بھي بتلادي کہ الفتنۃ اشد من القتل - بلا شبہ یہ جنگ قتل ھے اور انساني قتل بہت بڑي برائي ھے ' لیکن اس برائي سے بھي بڑھکر برائي یہ ھے کہ لوگ اپني آبادیوں اور حکومت پر قانع نہیں رھتے - دوسروں کے حقوق آزادي و حکومت چھیننا چاھتے ھیں - توحید کي جگہ کفر و شرک کے ماننے مسلمانوں کو لانا چاھتے ھیں ' قوموں کا قدرتي حق حریت پامال کر رھے ھیں - اگر اسکے دفع کا انتظام نہ کیا جاے ' تو پھر دنیا میں کوئي قوم زندہ و باقي نہیں رھسکتي - پس بڑي برائي کے دور کرنے کیلیے چھوٹي برائي اختیار کر لیني چاھیے - یہ خود نیچر کا عالمگیر قانون اور کارخانۂ حیات کا دائمي عمل ھے - اگر ایسا نہ ھوتا تو خدا کبھي جنگ کا حکم نہ دیتا -

سورۂ محمد (ص) میں قرآن نے حکم قتال اور جواز جنگ کي اصلي علت بھي بتلادي ھے :

حتی تضع الحرب اوزارھا - (۴۷ : ۶)	لڑتے رھو ' یہانتک کہ لڑائي موقوف ھو جاے -

یعني اسلام کا اصلي مقصد یہ ھے کہ دنیا میں عالمگیر صلح و امن قائم ھو جاے - ساري دنیا ایک قوم ' اور تمام نوع انساني ایک گھرانے کي طرح زندگي بسر کریں - لیکن جب تک جنگ کرنے والي ظالم و حریص قوتیں باقي ھیں ' یہ مقصد حاصل نہیں ھو سکتا - پس پہلے مفسد و جابر قوتوں کا مقابلہ کرنا اور اُنکو فنا کر دینا ضروري ھوا - مضبوط اور مستقل امن اُسی وقت قائم ھوگا ' جب پہلے امن کي خاطر اچھي طرح جنگ کر لي جاے :

حتی اذا اثخنتموھم (۴۷ : ۵)	یہانتک لڑو کہ جنگ آزما دشمن چور چور ھو جائیں -

قاتلوں کا جب تک خون نہ بہایا جائیگا ' مقتولوں کا خون بہنا بند نہ ھوگا :

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولي الالباب - (۲ : ۱۷۹)	تمہارے لیے قصاص کي موت میں امن کي زندگي پوشیدہ ھے !

لہذا حکم دیا کہ جب تک دنیا جنگ اور براعت جنگ سے باز نہ آجاے ' جنگ کرتے رہو - کبھي اس سے نہ تھکو - یہانتک کہ دنیا میں جنگ کا نام و نشان هي باقي نہ رہے " تضع الحرب اوزارها " جنگ اپنے هتیار ڈالدے - یعني جنگ بالکل موقوف هو جاے - فساد و بطلان کي وہ قوتیں هي باقي نہ رهیں جو خدا کي زمین کو همیشہ انساني خون سے رنگتي رهتي هیں - قرآن کا دعوا هے کہ عالمگیر امن کا یہ وقت دنیا پر ضرور آئیگا - مگر اُسي وقت آئیگا جب تمام دنیا اسلام کي دعوۃ امن و اخوت کے آگے جھک جائیگي : هو الذي ارسل رسوله بالهدی و دین الحق ' لیظهره علی الدین کله و لو کره المشرکون (۹ : ۶۱)

اسلامي احکام میں یہ حکم " دفاع " جو اهمیت رکھتا هے ' وہ عقائد ضروریہ کے بعد کسی حکم ' کسي فرض ' کسي رکن ' کسي عبادت کو حاصل نہیں - قرآن و حدیث میں بار بار یہ بات بتلائي گئي هے کہ قومي زندگي اسي عمل کے بقاء پر موقوف هے - جب تک مسلمانوں میں یہ جذبہ باقي رهیگا اور اس کام کي راہ میں هر فرد اپني زندگي اور اپنا مال قربان کردینے کیلیے طیار رهیگا ' اُسوقت تک دنیا کي کوئي قوم اُنپر غالب نہ آسکیگي - جس دن یہ جذبہ مردہ هو جایگا ' اُسي دن سے مسلمانوں کي قومي موت شروع هوجائیگي - چنانچہ قرآن نے مثال میں یہودیوں کي تاریخ پیش کي هے - جب تک یہودیوں میں اعتقاداً و عملاً یہ جذبہ باقي رها ' حکومت و عزت اُنهي کیلیے تهي - جب چند گهڑیوں کے عیش و راحت کا عشق قومي زندگي و عزت کے دائمي عیش کي طلب پر غالب آگیا ' اور اس چیزکو چهوڑ بیٹھے ' ذلت و محکومي کا داغ هر یہودي کي پیشاني پر لگ گیا ' اور همیشہ کیلیے خوار و ذلیل هوکر رهگئے : ضربت علیهم الذلة والمسکنة و باؤا بغضب من الله !

الم تر الی الملاء من بني اسرائیل من بعد موسی ؟ اذ قالوا لنبي لهم " ابعث لنا ملکا نقاتل في سبیل الله " قال " هل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا " قالوا " و ما لنا

کیا بني اسرائیل کا حال نہیں دیکھتے کہ موسی کے بعد کیا هوا ؟ پہلے توخودهي اپنے عہد کے نبي سے درخواست کي " کسي کو هم پر پادشاہ بنادو کہ اُسکے ماتحت الله کي راہ میں لڑیں " انہوں نے کہا " اگرچہ تم ایسا کہتے هو لیکن امید نہیں کہ وقت پر پورے اُترو - اگر تم کو لڑائي کا حکم دیا گیا تو

الا نقاتل في سبيل الله وقد اُخرجنا من ديارنا وابنائنا ؟ " فلما كتب عليهم القتال، تولوا الا قليلاً منهم، والله عليم بالظالمين - (۲ : ۲۴۶)

بزدلي دكهلا كے نافرماني كرجاؤگے " ان لوگوں نے جواب ديا " نہيں ايسا نہيں هو سكتا - همكو كيا هوگيا هے كه حق كي راه ميں ظالموں سے جنگ نه كريں ؟ حالانكه انہوں نے هم كو اور هماري اولاد كو همارے شہروں سے نكال ديا هے " ليكن ديكهو، جب لڑائي كا حكم ديا گيا تو بجز چند حق پرستوں كے سب اپنے قول و قرار سے پهر گئے - وقت پر اُنكا دعوا سچا ثابت نه هوا -

سنن ابو داؤد ميں هے " اذا ضن الناس بالدينار والدرهم و تبايعوا بالعين واتبعوا أذناب بقر، و تركوا الجهاد في سبيل الله، انزل الله بهم بلاء، فلم يرفعه حتى يراجعوا " يعني جب كوئي جماعت جهاد في سبيل الله ترك كرديتي هے تو اسپر بلائيں نازل هوتي هيں جو كبهي دور نہيں هوسكتيں - الا يه كه وه اس معصيت سے باز آئيں -

چونكه شريعت و ملت كے قيام كي اصلي بنياد يهي چيز تهي، اسليے هر حيثيت اور هر اعتبار سے اس پر زور ديا گيا، اور سارے عملوں اور نيكيوں سے جو ايك مسلمان دنيا ميں كرسكتا هے، اس عمل كا مرتبهٔ و اجر افضل و اعلى ٹهرايا - جس عمل ميں جسقدر زياده ايثار و قرباني هوگي، اُتنا هي زياده اُسكا اجر و ثواب بهي هوگا - ظاهر هے كه اس عمل سے بڑهكر اور كس عمل ميں مال و جان كا ايثار هوسكتا هے ؟

كوئي خاص وقت اور عهد اسكے ليے مخصوص نہيں - هر حال اور هر زمانے ميں ايك مسلم و مومن زندگي كے ايمان و صداقت كي بنياد يهي چيز اور اسي كا سچا عشق و ولوله هے - يهي سنام دين هے - يهي عماد ملت هے - يهي اساس شرع هے - يهي ملاك اسلام هے - يهي ايمان و نفاق كي اصلي كسوٹي هے - يهي مومن كو منافق سے الگ كرديني كيليے اصلي پهچان هے - نماز اسي سے هے - روزه اسي سے هے - حج اسي سے هے - زكواة كا سب سے پهلا اور افضل مصرف يهي هے - سب اسكے ليے ملتوي هو جاسكتے هيں - اسكو كسي كي خاطر نہيں چهوڑا جاسكتا - نماز دين كا ستون هے اور روزه برائيوں سے بچنے كي ڈهال، ليكن يه دين كي بنياد هے اور برائيوں كو معدوم كرديني والي تلوار - پس اسكي فضيلت كو نه نماز پهنچ سكتي هے نه روزه - نه اس سے بڑهكر كوئي دوسرا عمل هے جو الله كي نظروں ميں

محبوب هو اور کرنے والے کو اسکي دائمي محبوبيت سے سرفراز کردے - هزاروں نمازیں اور هزاروں روزے بهي اُس ایک قطرۂ خون کي فضیلت و تقدیس نهیں پاسکتے جو اس راه میں بهایا گیا ' اور عمر بهر کي صدقات و خیرات بهي اُس ایک درهم کے اجر کا مقابله نهیں کرسکتیں جو اس راه میں خرچ کیا گیا - حتی که یهي عمل اسلام و ایمان کي اصلي پهچان قرار پایا - جس مسلمان کا دل اسکے ولولۂ و طلب سے خالي هوا ' وه ایمان و اسلام کي روشني سے محروم هوگیا - نفاق کي ظلمت اُسپر چها گئي - صحیح مسلم میں هے :

من مات و لم یغز و لم یحدث نفسه به ' مات علي شعبة من النفاق (عن ابي هریره)

جو مسلمان اس حالت میں دنیا سے گیا که نه تو کبهي الله کي راه میں لڑائي لڑي ' اور نه اُسکے دل میں اس بات کي طلب رهي ' تو اُسکي موت ایسي حالت میں هوئي جو نفاق کي شاخوں میں سے ایک شاخ هے -

قرطبي نے اسکي شرح میں کها " فیه دلیل علي وجوب العزم " اس حدیث سے ثابت هوا که جهاد کا عزم اور اراده هر مسلمان پر واجب هے - اسکے عزم اور طلب سے بهي اگر دل خالي هوگیا تو وه مومن نهیں هے ' منافق هے -

ترمذي میں هے - ایک مرتبه صحابه کي ایک جماعت میں اس بات کا چرچا هوا " اى الاعمال احب الى الله " ؟ ساري نیکیوں اور عبادتوں میں سب سے زیاده کونسا عمل الله کے نزدیک محبوب و مقبول هے ؟ اسپر سورۂ صف نازل هوئي (۱)

ان الله یحب الذین یقاتلون في سبیله صفا کانهم بنیان مرصوص

الله تعالی تو اُن لوگوں کو محبوب رکهتا هے جو اُسکي راه میں صف باندهکر اس استقامت اور جماؤ سے لڑتے هیں ' گویا ایک دیوار هے جو تلواروں کے سامنے کهڑي کردي گئي هے ' اور دیوار بهي کیسي ؟ ایسي جسکي هر اینٹ دوسري اینٹ سے سیسه ڈالکر جوڑدي گئي هو !

---

(۱) و اخرجه ایضا امام احمد عن عبد الله بن سلام ' و ابن ابي حاتم و ابن حبان ' و الحاکم و قال صحیح علی شرط الصحیحین ' و البیهقي في شعب الایمان و السنن ' و الطبري فی التفسیر -

پھر اسي سورۃ میں آگے چلکر فرمایا - یہي وہ عمل ھے جسکے کرنے کے بعد تمام گناہ بخشدیے جاتے ھیں - کوئي خطا ' کوئي معصیت ' کوئي برائي باقي نہیں رھتي - ابدي نجات کا دروازہ ھمیشہ کیلیے کھل جاتا ھے : یا ایہا الذین آمنوا - ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ؟ تؤمنون باللہ و رسولہ' و تجاھدون في سبیل اللہ باموالکم و انفسکم' ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون - یغفرلکم ذنوبکم ' و یدخلکم جنات تجري من تحتہا الانہار' و مساکن طیبۃ في جنات عدن - ذلک الفوز العظیم !

بخاري و مسلم میں حضرۃ ابو ھریرہ سے مروي ھے - آنحضرۃ سے سوال کیا گیا - " اي العمل افضل " ؟ کونسا عمل سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ھے ؟ فرمایا " ایمان باللہ و رسولہ " اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا - پوچھا - " ثم ما ذا " ؟ اسکے بعد ؟ - فرمایا " الجہاد في سبیل اللہ " -

حد ھوگئي کہ جن لوگوں نے جنگ بدر میں جاں نثاریاں کي تھیں ' اگرکبھي انسے کوئی لغزش ھوگئي اور معصیت میں مبتلا ھوگئے تو آپنے سزا دینے سے انکارکردیا اور فرمایا " لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم " یہ وہ جاں نثار حق ھیں جنھوں نے جنگ بدر میں شرکت کي ھے - عجب نہیں کہ اس ایک عمل کے صلے میں اللہ نے انکي ساري پچھلي اور آئندہ خطائیں بخشدي ھوں اور کہدیا ھو کہ جو جي میں آسے کرو !

ترمذي میں ھے " من رابط لیلۃ في سبیل اللہ ' کانت لہ کالف لیلۃ صیامہا و قیامہا " جس مسلمان نے ایک رات بھي جہاد کرتے ھوے دشمن کے انتظار میں کاٹي ' اسکے لیے ایسا اجر ھے ' گویا ھزار دنوں کا روزہ اور ھزار راتوں کي عبادت !

اور فرمایا " مقام احدکم في سبیل اللہ خیر من عبادۃ احدکم في اھلہ ستین سنۃ " (ترمذي) ساٹھہ برس تک اپنے گھر میں عبادت کرنے سے بھي یہ افضل ھے کہ جہاد کے میدان میں کھڑے نظر آؤ -

اور فرمایا " حرس لیلۃ في سبیل اللہ ' افضل لہ من الف لیلۃ ' یقام لیلہا و یصام نہارھا " (رواہ احمد) جہاد کي ایک رات اس سے افضل ھے کہ ھزار راتیں عبادت میں اور ھزار دن روزہ میں بسرکیے جائیں !

اور فرمایا " حرمت النار علی عین دمعت من خشیة اللہ' و حرمت النار علی عین سہرت في سبیل اللہ " (ایضاً) جو آنکھ اللہ کے خوف سے اشکبار ہوئي' یا جہاد میں کام کرتے ہوے جاگي' اسپر دوزخ کي آگ حرام ہے !

ایک شخص نے پوچھا - یا رسول اللہ ! کوئي ایسا عمل بتلادیجیے کہ مجاہدین کا ثواب حاصل ہو - فرمایا " ہل تستطیع ان تصلی فلا تفتر' و تصوم فلا تفطر؟ " اسکي طاقت رکھتے ہو کہ برابر نماز پڑھتے رہو اور قضا نہو' برابر روزہ رکھتے رہو' اور کبھي بیچ میں افطار نہ کرو؟ عرض کیا " انا اضعف من ان استطیع ذلک " یہ تو میري طاقت سے باہر ہے - فرمایا " فو الذي نفسي بیدہ ! لو طوقت ذلک ' ما بلغت فضل المجاہدین في سبیل اللہ - اما علمت ان فرس المجاہد لیستن في طولہ فیکتب لہ بذلک الحسنات ؟ " خدا کي قسم ! اگر تم ایسا کرنے کي طاقت بھي رکھتے اور کر دکھاتے' جب بھي اُن لوگوں کي فضیلت کہاں پاسکتے تھے جو اللہ کي راہ میں جہاد کرتے ہیں ؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ مجاہد کا گھوڑا بندھا رہتا ہے' اور اسکے لیے بھي اسکے نامۂ اعمال میں نیکیاں درج ہوتي رہتي ہیں ؟ (رواہ احمد و الحاکم و قال علی شرط الصحیحین)

بخاري و مسلم میں ہے - تین مرتبہ آپ سے پوچھا گیا - " ما یعدل الجہاد في سبیـل اللہ ؟ تینوں مرتبہ فرمایا " لا تستطیعونہ " پھر فرمایا " مثل المجاہد کمثل الصائم القائم القانت بایات اللہ لا یفتر عن صلاتہ ولا صیامہ حتی یرجع "

اور فرمایا " من اغبرت قدماہ في سبیـل اللہ ساعة من نہار' فہما حرام علی النار" (رواہ احمد) جس کے پاؤں اللہ کي راہ میں ایک گھنٹہ کیلیے بھي گرد آلود ہوے' دوزخ کي آگ اُن قدموں پر حرام ہے -

اور فرمایا " ما من میت یموت الا ختم عملہ ' الا من مات مرابطا في سبیل اللہ ' فانہ ینمو لہ عملہ الی یوم القیـامة و امـن من فتنة القبـر" (رواہ اصحاب السنن) کوئي ایسي موت نہیں جسکے ساتھہ اعمال کا سلسلہ بھي ختم نہ ہو جاتا ہو' الا وہ شخص کہ جہاد کي راہ میں دشمن کے حملے کا انتظار کرتا ہوا دنیا سے گیا - سو اُسکا عمل ایسا ہے جو مرنے کے بعد بھي قیامت تک بڑھتا رہیگا - یعني عمل جہاد بھي حسنات جاریہ میں سے ہے - حسنات جاریہ بموجب نص حدیث مسلم تین ہیں -

اولاد صالح ' علم نافع ' اوقاف و تعمیرات خیریہ - مثلاً مساجد و مدارس وغیرہ جو بعد کو باقی رهیں - اس حدیث اور اسکی هم معنی احادیث سے معلوم هوا که جہاد کا هر کام بهی اسی قسم میں داخل هے - علت اسکی بالکل واضح هے - عمل جہاد کی بنیاد هی یه هے که اپنے بعد کے زمانے اور آنے والی نسلوں کی حفاظت و سعادت کیلیے اپنا وجود قربان کردیا جاے - پس کوئی عمل نہیں جو اس سے زیادہ سچی اور بے لاگ انسانی خدمت اور نوع پرستی کے جذبات رکھتا هو - اور اسی لیے ضروری هوا که اسکا اجر بهی وقتی نهو ' دائمی هو - عمل کا اجر تو عمل کے نتائج پر موقوف هے - جب نتائج بعد کے زمانوں اور نسلوں کو ملینگے ' تو صاحب عمل کا اجر بهی فوراً کیوں منقطع هوجاے ؟ اس حدیث میں " مرابطاً في سبيل الله " کا لفظ آیا هے - اور دوسری حدیثوں میں بهی جا بجا " رباط " کا لفظ وارد هے - " رباط " سے مقصود یه هے که کسی مقام میں ٹهہر کر دشمن کے حمله کا انتظار کرنا - تاکه جب دشمن آجاے تو الله کی راہ میں مقابله کیا جاے - نہایه میں هے " هو الاقامة في مكان يتوقع هجوم العدوفيه لقصد دفعه لله " پس " مرا بطا في سبيل الله " کا مطلب یه هوا که اگر لڑکر شہید هونے کا موقعه نہیں بهی ملا ' اور حمله کے انتظار هی میں موت آگئی ' جب بهی اسکا اجر مرنے کے بعد برابر بڑهتا رهیگا - اور وہ هزار دنوں کے روزۂ و نماز سے افضل هے !

قرآن بهی هر جگه اور بار بار یہی کہتا هے :

الذين آمنوا و هاجروا و جاهدوا في سبيل الله باموالهم و انفسهم ' اعظم درجة عند الله و اولائك هم الفائزون - يبشرهم ربهم برحمة منه و رضوان و جنات لهم فيها نعيم مقيم - خالدين فيها ابدا - ان الله عنده اجر عظيم ! (۹ : ۲۳)	جو لوگ ایمان لاے ' حق کی راہ میں اپنا گهر بار چهوڑا ' اپنی جان و مال سے جہاد کیا ' سو الله کے نزدیک سب سے زیادہ اور اونچا درجه انهی کا هے - یہی لوگ هیں که دنیا اور آخرة میں کامیاب هونگے - الله کی طرف سے انکے لیے بشارت هے - اسکی رحمت ' اسکی محبت ' بہشتی زندگی کی نعمتیں ' اور انکی دائمی اور همیشگی ' سب کچهه انهی کیلیے هے !

ابن ماجه میں هے " من ارسل بنفقة في سبيل الله و اقام في بيته ' فله بكل درهم سبع مائة درهم ' و من غزا بنفسه في سبيل الله وأنفق في وجهه ذلك '

فله بكل درهم سبع مائة الف درهم - ثم تلا هذه الايه - والله يضاعف لمن يشاء"
يعني جو مسلمان ايسے وقتوں ميں گھر سے نه نكلا ' صرف اپنے روپيه سے
جهاد ميں مدد دي ' تو اسكو هر ايك روپيه كے بدلے سات سو روپيوں كا
اجر مليگا - يعني اس انفاق ميں سات سو درجه زياده اجر هے - اور جس نے
روپيه بهي لگايا اور خود شريك كار بهي هوا ' تو اسكے ليے سات هزار درجه زياده
اجر - پهر آپنے يه آيت پڑهي " الله جس كسي كا اجر و ثواب چاهتا هے
دوگنا كرديتا هے "

اسلام نے حقوق العباد پر جس قدر زور ديا هے' معلوم هے - علي الخصوص
والدين اور اقرباء كے حقوق كه ساري نيكيوں اور هر طرح كي عبادتوں سے
مقدم ٹهرائے گئے - ليكن صرف يهي وه عمل عظيم هے جسكے ليے يه حقوق بهي
ترك نهيں هوسكتے - امت اور شريعت كي حفاظت هي پر تمام افراد كي
حفاظت موقوف هے - پس اگر امت دشمنوں كے نرغه ميں هے ' تو نيكي كا
سب سے بڑا كام جو زمين پر هوسكتا هے مسلمانوں كے سامنے آگيا - اب اس
بڑے كام كے ليے سارے چهوٹے كام چهوڑ دينے چاهئيں - ماں ' باپ ' بهائي '
بهن ' بيوي' بچے ' رشتے ناتے ' اپني اپني جگهه سب حق هيں - سب كا
حق ادا كرنا چاهيے - ليكن خدا اور اسكي سچائي كا حق سب سے بڑا حق
هے - اسكے رشته كے سامنے سارے رشتے هيچ هيں - پس اگر اسكے كام كا وقت
آگيا تو سب كو اسكي خاطر چهوڑ دينا پڑيگا :

قل ان كان اباؤكم ' و ابناؤكم '
و اخوانكم ' و ازواجكم ' وعشيرتكم '
و اموال اقترفتموها ' و تجارة
تخشون كسادها ' و مساكن
ترضونها ' احب اليكم من الله
ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا
حتى ياتي الله بامره و الله
لا يهدي القوم الفاسقين (٩ : ٢٥)

مسلمانوں سے كهدو كه تمهارے والدين
تمهاري اولاد' تمهارے بهائي ' تمهاري
بيوياں' تمهارا خاندان اور اسكے تمام رشتے'
يه مال و متاع جو تم نے كمايا هے' يه كارو بار
و تجارت جسكے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے
هو' يه تمهارے رهنے كے محل جن ميں
تمهارا دل اٹكا هوا هے' اگر تمهيں الله اور
اسكے رسول اور اسكي راه ميں جهاد كرنے
سے زياده پيارے هيں' اور تمهارے پائوں ان زنجيروں ميں ايسے بندهگئے هيں
كه الله كي پكار بهي انهيں نهيں هلا سكتي ' تو جان لوكه الله كا كام بهي تمهارا
محتاج نهيں -نتائج كا انتظار كرو - يهانتك كه الله كو جو كچهه كرنا منظور هے
كر دكهائے - الله كا قانون هے كه وه نافرمانوں پر كاميابي كي راه نهيں كهولتا !

اگرچه عمل کے اعتبار سے اس فرض کي تعميل اُس وقت لازم سے الزم هو جاتي هے جب حملۂ اعداء کي وجه سے خاص طور پر ضرورت پيش آجاے' ليکن عزم و استعداد کے لحاظ سے يه حکم کسي خاص وقت ميں محدود نهيں - هميشه اور هر حال ميں مسلمانوں کا فرض هے که دفاع اعداء کيليے طيار رهيں اور طياري کرتے رهيں - اوپر حديث گزر چکي هے که جو دل اسکے عزم و طلب سے خالي هوا' اُسپر ايمان کي جگه نفاق کا قبضه هوگيا:

و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوکم و آخرين من دونهم لا تعلمونهم (۸ : ۶۰)

جسقدر بهي تم سے ممکن هو' دشمنوں کے مقابلے کيليے اپني قوت اور سازو سامان سے طيار رهو - تا که الله اور اُسکي اُمت کے دشمنوں پر تمهاري مستعدي ديکهکر خوف اور رعب چها جاے - تم پر حمله کرنے کي هر کسي کو جرأت نه هو -

(عهد نبوت کا ايک واقعه)

يه قرآن و سنت کے احکام هيں - اب ديکهيں' صاحب شريعت کا اس بارے ميں طرز عمل کيا رها هے ؟

هجرة کے نويں سال آنحضرة صلى الله عليه وسلم کو خبر ملي که روميوں کي فوج مسلمانوں پر حمله کرنے کيليے اکٹهي هو رهي هے - يه سنکر آپنے بهي طياري کا حکم ديديا ' اور تيس هزار مجاهدين کے ساتهه مدينه سے کوچ کرديا - چونکه يه فوج بڑي هي تنگدستي اور بے سروساماني کے حال ميں نکلي تهي - اٹهاره آدميوں کے حصے ميں صرف ايک سواري آئي تهي - جنگل کے پتے کها کر مسلمانوں نے گزاره کيا' اسليے اس فوج کا نام " جيش العسرة " مشهور هوا - الذين اتبعوه في ساعة العسرة (۹ : ۱۱۹)

آج تم خدا اور اُسکے ايمان کي جگه لوهے اور گندهک کے سامان و اسلحه کي پرستش کر رهے هو - ليکن ايک وقت وه بهي تها' جب بے سرو سامان مسلمانوں کي يه بهيڑ نکلي تهي' تا که کرۂ ارضي کي سب سے بڑي متمدن قوم يعني روميوں سے مقابله کرے !

حضرة ابوبکر (رض) نے اسي دفاع کيليے اپنا تمام مال و متاع پيش کرديا تها - جب اُنسے پوچها گيا " ما ابقيت لاهلک " ؟ اپنے بيوي بچوں کيليے کيا چهوڑ آے هو ؟ تو اس پيکر ايمان و مجسمۂ عشق حق نے جواب ديا تها " ابقيت لهم الله و رسوله " ! الله اور اُسکے رسول کو !

آنکس که ترا بخواست ' جانرا چه کند ؟
فرزند و عیال و خانمان را چه کند ؟
دیوانه کني هر دو جهانش بخشي
دیوانهٔ تو هر دو جهان را چه کند ؟

تبوک نامي مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا مسلمانوں کي دلیرانه طیاریوں کا حال سنکر رومیوں کے حوصلے پست هوگئے اور فوجیں منتشر کردي گئیں - آنحضرة نے ایک ماہ قیام فرمایا اور پھر مدینه واپس آگئے -

اس دفاع میں بجز منافقین کے تمام مسلمان شریک هوے تھے - صرف تین شخص نه جاسکے - کعب بن مالک - هلال بن اُمیه - مرارة بن ربیع - کعب بن مالک سابقین انصار میں سے هیں ' اور اُن ۷۳ سابقین مخلصین میں سے جو عقبه کي بیعت میں حاضر هوے تھے - انکے ایمان و اخلاص میں کیا شبه هوسکتا هے ؟ انکا شریک نه هونا کسي بري نیت سے نه تھا - سستي اور کاهلي سے آج کل کرتے رهے اور فوج کے ساتھه ملنے کا موقعه نکل گیا -

با ایں همه یه معامله الله اور اسکے رسول کي نظروں میں اسدرجه اهم هے که یه سستي اور کاهلي بهي ایک سخت جرم قرار پائي - معذرت کرنے کیلیے حاضر هوے تو توبه قبول نه هوئي - حکم هوا که گھر میں بیٹھو اور فیصلهٔ وحي کا انتظار کرو - مسلمانوں کو حکم دیا گیا که تمام تعلقات انسے ترک کردیں - نه کوئي بات چیت کرے - نه ملے جلے - نه اور کسي طرح کا واسطه رکھے - پھر انکي بیویوں کو حکم ملا که وہ بهي الگ هوجائیں اور کوئي واسطه نه رکھیں - امام بخاري نے ایک طول طویل روایت خود حضرة کعب بن مالک کي زباني نقل کي هے اور اس واقعه کیلیے خاص باب باندھا هے - کعب کہتے هیں - همارا یه حال هوگیا تھا که سارا مدینه انسانوں سے بھرا تھا ' مگر همارے لیے نه ایک آنکھه دیکھنے والي تھي نه ایک زبان بات کرنے والي - خود عزیز و اقارب نے ملنا جلنا ترک کردیا تھا - حسرت سے ایک ایک کا منه تکتے اور دیوانوں کي طرح پھرتے تھے - ایک دن اپنے چچیرے بھائي ابو قتادہ کے یہاں گیا - مجھے دیکھتے هي منه دوسرے طرف پھرا لیا - سلام کیا تو جواب نه ملا - الله الله ! کیا مسلمان تھے که انکا رشته تھا تو الله اور اسکے رسول کا رشته - زندگي تھي تو صرف اسي کے حکم پر ! الحب في الله والبغض في الله کي مجسم تصویر تھے !

غسان کے عیسائي پادشاہ نے یہ حال سنا تو خوش ہوا کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا اچھا موقعہ نکل آیا ھے - کعب کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ تمہارے آقا نے تمہاري ساري عمر کي خدمتوں کا یہ معاوضہ دیا - میرے پاس چلے آؤ - دیکھو یہاں تمہاري کیسي عزت ہوتي ھے ؟ کعب بن مالک کو خط ملا تو ایلچي کے سامنے آگ میں جھونک دیا اور کہا جواب میں کہدینا - ہم نے جس آقا کي چوکھٹ پر سر رکھا ھے ' اسکي گیرائیوں اور دلربائیوں کا حال تمہیں کیا معلوم ؟ آسکي بے التفاتي بھي دوسروں کي محبت و عزت سے ہزار درجہ ہمیں زیادہ عزیز ھے :

اے جفا ھاے تو خوشتر ز رفاے دگران !

ان مومنین صادقین کي یہ آزمائش پورے پچاس دن تک جاري رھي - بالاخر اللہ تعالی نے توبہ قبول فرمائي اور سورۂ توبہ کي یہ آیت نازل ہوئي :

و علی الثلثة الذین خلفوا ' حتی ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم و ظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ - ثم تاب علیھم لیتوبوا - ان اللہ ھو التواب الرحیم ! (۹ : ۱۲۰)

اور وہ تین آدمي جنکا معاملہ فیصلۂ الہي کیلیے ملتوي کردیا گیا تھا ' سو جب انکا یہ حال ہوگیا کہ تمام مسلمانوں نے اُنکو چھوڑ دیا ' زمین باوجود اپني وسعت کے انپر تنگ ہوگئي ' اپني زندگي سے بیزار ہوگئے ' اور اُنھوں نے دیکھہ لیا کہ اللہ سے پناہ نہیں ھے مگر صرف اسي کي طرف ' تو پھر اللہ نے انکي توبہ قبول کرلي - یقیناً اللہ ھي ھے جو توبہ قبول کرتا اور خطا کاروں کیلیے مہرباني رکھتا ھے !

حضرۃ کعب کو جب قبولیت توبہ کي بشارت ملي تو بے اختیار سجدہ میں گر پڑے اور اپنا سارا مال و متاع شکرانۂ قبولیت میں لٹا دینا چاھا -

اس واقعہ میں متعدد باتیں قابل غور ھیں :

(۱) رومیوں نے حملے کي طیاریاں کیں تو اسلام و اُمت کي حفاظت کیلیے دفاع کرنا ہر مسلمان پر فرض ہوگیا - موسم سخت گرمي کا تھا - سفر دور دراز کا - بے سروساماني حد درجہ کي - مقابلہ اس حکومت سے جو نصف دنیا پر حکمراں تھي - حجاز میں فصل پک چکي تھي اور کٹائي کا اصلي وقت تھا - یہي فصل ملک کیلیے سال بھر کي خوراک تھي -

اگر مشکلوں اور مجبوریوں کے عذر سنے جاسکتے ھیں تو ان حالات سے بڑھکر اور کونسے حالات عذر داري کے لیے مناسب ھوسکتے ھیں ؟ مگر دفاع کا فرض ایسا سخت اور اٹل ھے کہ نہ کوئي عذر سنا گیا ' نہ کوئي مشکل رکاوٹ ھوسکي - حکم ھوا کہ سب کچھہ چھوڑ دو - ساري مصیبتیں جھیل لو - اور دشمنوں کو روکنے کیلیے نکل کھڑے ھو - سورۂ توبہ میں اسکا بڑا ھی عبرت انگیز تذکرہ ھے - یہ موقعہ تفصیل کا نہیں - قالوا لاتنفروا فی الحر - قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون [۹ : ۸۳]

(۳) یہ تینوں مسلمان جو شرکت دفاع سے رھگئے ' مخلصین مومنین میں سے تھے - انکي زندگیاں اسلام کي بے شمار خدمتوں اور جان نثاریوں میں بسر ھوئي میں - عبادتوں اور نیکیوں کا کیا پوچھنا کہ شب و روز اللہ کے رسول کے سایۂ تربیت میں رھتے تھے ' انھي کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے ' انھي کے ساتھہ روزے رکھتے تھے - صحابہ کے ایک ادنی فرد کي عبادت کا مقابلہ ھم اپني پوري نسلوں اور قوموں کي عبادت گزاریاں پیش کر کے بھي نہیں کر سکتے - حضرة کعب بن مالک سابقون الاولون میں سے ھیں - جب اسلام کا کوئي ساتھي نہ تھا تو مدینہ کے انصار نے ساتھہ دیا - عقبہ کي بیعت ثانیہ میں ۷۳ جاں نثاروں نے بیعت کي تھي - یہ انھي عشاق اسلام میں سے ھیں - خود کہتے ھیں کہ کسي اسلامي خدمت میں دوسروں سے پیچھے نہ رھا - ھر جنگ میں شرکت کي - ھر موقعہ پر جان و مال نثار کیا - اس دفاع کي شرکت سے بھي جو رھگئے' تو دل کی کسي کمزوري اور نیت کے فساد کي وجہ سے نہیں - چلنے کا تو پورا سامان کر لیا تھا - صرف یہ قصور ھوا کہ سستي اور کاھلي کي - پوري طرح مستعدي سے کام نہ لیا - تاھم دیکھو' یہ سستي اور کاھلي بھي خدا کے حضور کیسا بڑا جرم قرار پائي کہ نہ تو کوئي پچھلي خدمت آڑے آسکی' نہ مدۃ العمر کي نیکیوں اور عبادتوں ھي نے کچھہ کام دیا - نہ کوئي بزرگي اور بڑائي اس معاملہ میں شفیع ھوسکي - نہ ایک ایسے پکے اور پرکھے ھوے مخلص مسلمان کیلیے عذر و معذرت کي گنجائش نکل سکي - سخت سے سخت سزا جو دي جاسکتي تھي' دي گئي - مسلمانوں سے اسلامي برادري کا رشتہ ھي توڑ دیا گیا - پچاس دنوں کیلیے جماعت سے باھر کردیے گئے - یہ سارا زمانہ گریۂ و زاري اور عبادت و استغفار میں بسر ھوا - تب کہیں جاکر توبہ قبول کي گئي -

(۳) اسلام کے احکام کا قبولیت توبہ کے بارے میں جو حال ہے' معلوم ہے - خدا کا دروازۂ رحمت کسي آنے والے کا اتنا انتظار نہیں کرتا ' جسقدر اس مضطرب روح کا ' جو توبہ کیلیے آسکي طرف بڑھے - " لو اخطاتم حتی تملاء خطایا کم ما بیـن السماء و الارض ' ثـم استغفـرتم ' اللـه یغفـر لکم " (رواہ مسلم عن ابي ھریرہ) اگر تم نے اتنے گناہ کیے ھوں کہ زمین و آسمان کا فاصلہ انسے بھر دیا جاسکے ' پھر بھی توبہ کا آنسو بہاتے ھوے آؤ تو دروازۂ مغفرت کھلا پاؤ گے - لیکن دیکھو ' امت کي حفاظت و مدافعت سے غفلت کرنا اللہ کي نظروں میں کیسا سخت جرم ہے کہ یکایک توبہ بھي قبول نہوئي - تینوں صحابي آپکي واپسي کے بعد پہلي ھي صحبت میں عفو تقصیر کیلیے حاضر ھوگئے تھے ' مگر حکم ملا کہ ابھی نہیں - انتظار کرو - پچاس دن سزا و عقوبت کے گذر چکے تب کہیں توبہ قبول ھوئي !

(۴) جب اُن پاک انسانوں کا یہ حال ھوا کہ ایمان اُنکا ایمان تھا ' اور نیکیاں اُنکي نیکیاں - اُن کے بستر خواب کے اجر و ثواب کا بھي ھماري بڑي بڑي عبادتیں مقابلہ نہیں کرسکتیں ' تو خدا را بتلاؤ ' ھم بدبختوں اور سیہ کاروں کا کیا حشر ھوگا کہ نہ ایمان کي دولت ساتھہ ہے نہ طاعت و حسنات کي پونجي دامن میں - زندگي یکسر برباد غفلت و معصیت ' اور عمریں یکقلم تاراج نفس پرستي و نافرماني - وھاں عزم و ایمان کے ساتھہ سہو و نسیان تھا مگر عذر قبول نہ ھوا - یہاں اعراض و نفاق کے ساتھہ صریح نافرماني و انکار ہے اور پھر نہ ندامت ہے نہ توبۂ و انابت ! اُنکے ساتھہ سب کچھہ تھا اور کام نہ آیا - ھمارے پاس تو کچھہ بھي نہیں ہے - پھر کیا ہے جس نے آنے والے دن کي طرف سے ھماري روحوں کو بے فکر کردیا ہے اور ھمارے غافل دلوں پر بیخوفي کي موت چھا گئي ہے ؟ بتلاؤ ' زمین و آسمان میں کون ہے جو اُس دن ھمیں بچا سکیگا جب خدا کے غضب کا ھاتھہ ھماري طرف بڑھیگا ؟ یقول الانسان یومئذ این المفر ؟

(ایک عـام غلط فہمي)

البتہ یاد رہے کہ " جہاد " کي حقیقت کي نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلي ھوئي ھیں - بہت سے لوگ سمجھتے ھیں کہ جہاد کے معني صرف لڑنے کے ھیں - مخالفین اسلام بھي اسي غلط فہمي میں مبتلا ھوگئے - حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کي وسعت کو بالکل

محدود کردینا ہے - " جہاد " کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں - قرآن و سنت کی اصطلاح میں اس کمال سعی کو جوذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جاے " جہاد " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے - یہ سعی زبان سے بھی ہے ' مال سے بھی ہے ' صرف وقت و عمر سے بھی ہے ' محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھی ہے ' اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی ہے - جس سعی کی ضرورت ہو ' اور جو سعی جسکے امکان میں ہو' اسپر فرض ہے - اور جہاد فی سبیل اللہ میں لغۃ و شرع ' دونوں اعتبار سے داخل - یہ بات نہیں ہے کہ " جہاد " سے مقصود مجرد لڑائی ہی ہو - جہاد تو دل سے بھی ہے ' زبان سے بھی ہے ' ہاتھہ سے بھی ہے - دشمنوں کی فوج سے ایک خاص وقت ہی میں مقابلہ ہوسکتا ہے ' لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی اور زندگی کی ہر صبح و شام جہاد حق میں بسر کرتا ہے " المجاهد من جاهد نفسه في ذات الله ' و المهاجر من هجر ما نهى الله عنه " سورۂ فرقان میں ہے فلا تطع الكافرين و جاهدهم به جهاداً كبيرا (۲۵ : ۵۵) یعنے کفار کے مقابلہ میں کمال درجہ جہاد کرو - سورۂ فرقان بالاتفاق مکی ہے ' اور معلوم ہے کہ جہاد بالسیف یعنے لڑائی کا حکم ہجرۃ مدینہ کے بعد ہوا - پس مکی زندگی میں کونسا جہاد تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے ؟ جہاد بالسیف تو ہو نہیں سکتا - یقیناً وہ حق کی استقامت اور اسکی راہ میں تمام مصیبتیں اور شدتیں جھیل لینے کا جہاد تھا - مکی زندگی میں جس طرح یہ جہاد جاری رہا ' معلوم ہے - حق کی راہ میں دنیا کی کسی جماعت نے ایسی تکلیفیں اور مصیبتیں نہیں اٹھائیں ' جیسی اللہ کے رسول اور اسکے ساتھیوں نے مکی زندگی میں - اسی پر جہاد کبیر کا اطلاق ہوا - اسی طرح منافقوں کے ساتھہ بھی جہاد کرنے کا حکم دیا گیا " جاهد الكفار و المنافقين و اغلظ عليهم (۹ : ۶۶) حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ و محکومانہ زندگی بسر کر رہے تھے - جنگ و قتال کی ضرورت ہی نہ تھی ' اور نہ انسے جنگ کی گئی - سو یہ جہاد بھی تبلیغ حق و اتمام حجۃ و مقاومۃ فساد کا جہاد تھا جو قلب و زبان سے تعلق رکھتا ہے - بخاری و ابن ماجہ میں ہے کہ حضرۃ عائشہ نے پوچھا " على النساء جهاد ؟ " کیا عورتوں کیلیے بھی جہاد ہے ؟ فرمایا " نعم جهاد ' لا قتال فيه - الحج و العمرة " ہاں ' جہاد ہے مگر اسمیں

لڑنا نہیں ہے - حج اور عمرہ - اس حدیث میں اس سعی اور ترک وطن کی محنت کو جو حج و عمرہ میں پیش آتی ہے ' عورتوں کیلیے جہاد فرمایا ' اور کہا ایسا جہاد جسمیں لڑائی نہیں - اس سے معلوم ہوا کہ لڑائی کے الگ کردینے کے بعد بھی حقیقت " جہاد " باقی رہتی ہے -

اگر امت کیلیے دفاع و جنگ کا وقت آگیا ' یا کسی جماعت مفسدین ارض پر امام نے حملہ کیا ' تو ایسے وقتوں میں بھی صرف نفس جنگ ھی نہیں بلکہ سعی و کوشش کی ساری باتیں شریعت کے نزدیک جہاد ہیں - جسکی طاقت میں جنگ کرنا نہیں ہے اور اس نے مال دیا تو وہ بھی مجاہد ہے - جس نے زبان سے دعوۃ و تبلیغ کی وہ بھی مجاہد ہے - جس نے اس راہ میں اور کسی طرح کی تکلیف و محنت اٹھائی ' وہ بھی مجاہد ہے - البتہ ایسے وقتوں میں اگر کوئی مسلمان لڑائی کی طاقت رکھتا ہے اور اس سے پہلو تہی کرے ' تو اسکا کوئی عذر نہیں سنا جایگا - اسکا شمار مومنوں کی جگہ منافقوں میں ہوگا - جو مال دیسکتا ہے اور نہ دیا ' تو وہ بھی ایمان و اخلاص کی زندگی سے نکل گیا - زمین پر گو مسلمان کہلاے پر اللہ کے حضور منافق کہلائیگا - جس شخص کی زبان اعلان حق اور دعوۃ الی الجہاد میں کھل سکتی ہے مگر نہ کھلی ' تو اس نے بھی ایمان چھوڑ کر نفاق کی راہ اختیار کرلی - گو شیطان حیل و نفس خادع اسکو ہزاروں فریب دیتا رہے - " افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر " (رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن حبان) سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا جہاد وہ کلمۂ حق ہے جو شاہان جور و ظلم کے سامنے بے باکانہ کہا جاے -

اور پھر ان سب سے بالا تر مرتبہ اُن مجاہدین کاملین اور اصحاب عزیمۃ عمل کا ہے ' جنکی زندگی سر تا سر جہاد فی سبیل اللہ ' اور جنکا وجود یکسر خدمت حق ' و شیفتگی صدق ' و عشق دعوۃ ہے - جو اس عمل مقدس کیلیے کسی خاص صداے نفیر اور اعلان وقت کے منتظر نہیں رہتے - بلکہ ہر صبح جو انپر آتی ہے ' جہاد فی سبیل اللہ کی صبح ہوتی ہے ' اور ہر شام کی تاریکی جو انپر پھیلتی ہے ' وہ اسی راہ کی شام ہوتی ہے - انکی زندگی پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جو جہاد کے مرتبۂ علیا و فضیلۃ عظمی کے اجر و ثواب سے خالی ہو - کائنات ہستی کے ہر عمل کی طرح یہ عمل بھی تین عنصروں سے مرکب ہے - دل ' زبان ' اعضاؤ جوارح - سو انکا دل ہمیشہ عشق حق اور عزم مقصد کی آتش شوق میں پھنکتا رہتا ہے - انکی

زبان ہمیشہ اعلان حق ' و دعوۃ الی اللہ ' اور دفع و مقاومۃ کفر و ضلالت میں مشغول رہتی ہے - انکے ہاتھہ اور انکے تمام جوارح کبھی اس راہ کی سعی و محنت سے نہیں تھکتے - اسکے بعد جہاد کا کونسا کام رہگیا جو انھوں نے نہیں کیا ؟ اور کونسا مرتبہ رہگیا جو انھوں نے نہیں پایا ؟ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم !

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو ملگیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

جہاد کی اس حقیقت کو سامنے رکھکر غور کرو ' کہ انسانی اعمال کی کونسی بڑائی اور عظمت ہے جو اسکے دائرہ سے باہر رہگئی ؟ اور نوع انسانی کی ہدایت و سعادت کا کونسا عمل حق ہے جو اسکے بغیر انجام پا سکتا ہے ؟ پس یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اسکی اہمیت و فضیلت پر اسقدر زور دیا کہ ساری نیکیاں ساری عبادتیں اس سے پیچھے رہگئیں - سب کا حکم شاخوں کا ہوا - جڑ یہی عمل قرار پایا - اس سے بڑھکر اور کیا دلیل فضیلت ہو سکتی ہے کہ خود اللہ کے رسول نے فرمایا : " و الذی نفسی بیدہ ' لودت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل " (رواہ البخاری) خدا کی قسم ! اگر ممکن ہوتا تو میں یہ چاہتا کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں - پھر قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں - پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں - پھر قتل کیا جاؤں - تاکہ اسکی راہ میں جان دینے کی لذت و سعادت ایک ہی مرتبہ میں ختم نہ ہو جاے !

تمنت سلیمی ان نموت بحبہا
و اہون شی عندنا ما تمنت !

(احکام قطعیۂ دفاع)

غرضکہ " دفاع " اسلام کے ان بنیادی حکموں میں سے ہے ' جنکو ایک مسلمان مسلمان رہکر کبھی ترک نہیں کر سکتا - اگر ایک مسلمان کے دل میں رائی برابر بھی ایمان کی محبت باقی رہگئی ہے ' تو اسکی طاقت سے باہر ہے کہ اللہ کی یہ صداے حق سنے ' اور اسکا قلب غافل چونک نہ اٹھے :

یا ایہا الذین آمنوا ! مالکم اذا قیل لکم انفروا	مسلمانو ! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے " اللہ کی راہ میں نکل

فـــي سبـيـــل اللـــه ' اثا قلتـــم الـــى الارض ؟ ارضيتـــم بالحـــياة الـــدنيا مـــن الاخـــرة ؟ فمـا متاع الحـــياة الـــدنيا فی الاخرة الا قليـــل - [۹ : ۳۹]

کھڑے ہو" تو تمہارے قدموں میں حرکت نہیں ہوتي اور زمین پر ڈھیر ہوے جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرۃ چھوڑ کر صرف دنیا ہي کي زندگي پر قناعت کر لي ؟ اگر یہي بات ہے تو یاد رکھو ' جس زندگي پر ریجھ بیٹھے ہو' وہ تو آخرۃ کے مقابلہ میں بالکل ہي ہیچ ہے !

اسکے بعد فرمایا :

الا تنفروا ' یعذبکم عذاباً الیما و یستـــبدل قوما غیـــرکم ' ولا تضروہ شیئًا - و اللـــہ علی کـل شيء قـدیر ! (۹ : ۳۰)

یاد رکھو ! اگر تم نے حکم الہي سے سرتابي کي ' اور وقت کے آنے پر بھي راہ حق میں کمر بستہ نہوے' تو اللہ نہایت ہي سخت عذاب میں ڈالکر اسکي سزا دیگا ' اور تمہارے بدلے کسي دوسري قوم کو خدمت اسلام کیلیے کھڑا کردیگا - تم چھانت دیے جاؤگے - کلمۂ حق تمھارا محتاج نہیں ہے - تم ہي اپني زندگي و نجات کیلیے اسکے محتاج ہو !

اسلام اور مسلمانوں کي مخالفت ' اُنکي حکومتوں کے مٹانے' اور اُنکي آبادیوں اور شہروں کو آپسمیں بانٹ لینے کیلیے کفار ایک دوسرے کے ساتھي اور حامي ہیں :

و الـذیـن کفـروا بعضـــہم اولیـــاء بعـــض -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي تو وہ ایک دوسرے کے ساتھي اور مددگار ہیں -

مسلمانوں کي مخالفت میں خزانوں کے خزانے خرچ کر ڈالتے ہیں :

و الذین کفروا ینفقون اموالہم لیصـــدوا عن سبیـــل اللہ -

جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کي' تو وہ حق کي مخالفت میں اپنا مال خرچ کررہے ہیں -

پس مسلمانوں کي بھي سب سے بڑي اسلامي و ایماني خصلت یہ قرار پائي کہ :

و المومنون و المومنات بعضہم اولیـاء بعـــض - (۹ : ۷۲

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں باہم ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار ہیں !

اور اسي بنا پر مسلمانوں کا فرض ٹھہرا کہ اگر دنیا کے کسي ایک اسلامي حصہ پر غیر مسلم حملہ کریں اور وھاں کے مسلمان اُنکے مقابلہ کي کافي قوت نہ رکھتے ھوں' یا بالکل مغلوب و مقہور ھوگئے ھوں' تو تمام دوسرے حصص عالم کے مسلمانوں پر فرض ھے کہ انکي یاوري و اعانت کیلیے اُسي طرح اُٹھہ کھڑے ھوں - جس طرح خود اپني آبادیوں کي حفاظت کیلیے اُٹھتے - اور اپني جان و مال سے اُسي طرح مدد دیں ' جس طرح خود اپنے گھر بار کي حفاظت کیلیے مدد دیتے -

یہ نہ کوئي نیا مذھبي اجتہاد ھے' نہ کوئي پولیٹکل فتوی - تمام دنیا کے مسلمان فقہ و قوانین شریعت کي جو کتابیں صدیوں سے پڑھتے پڑھاتے آئے ھیں ' اور جو چھپي ھوئي بازاروں میں ھر جگہ ملتي ھیں ' اور جن پر خود ھندوستاني عدالتوں میں عمل کیا جا رھا ھے ' اُن سب میں یہ احکام موجود ھیں - اسلامي دینیات کا کوئي طالب علم ایسا نہیں ملیگا جو ان حکموں سے بے خبر ھو - اور پھر ان سب کے اوپر مسلمانوں کي کتاب اللہ ھے جو اپنے ھر پارہ اور ھر سورۃ کے اندر اس حکم کا اعلان اور اس قانون کي پکار تیرہ صدیوں سے بلند کررھي ھے - نوع انساني کي کامل بیس نسلیں گزر چکیں ' اور یہ احکام اپني یکساں ' غیر مبدل ' اٹل ' اور لا انتہا طاقت کے ساتھہ مسلمانوں کے دلوں پر حکمراني کررھے ھیں !

" جہاد " کي بہت سے قسموں میں سے ایک قسم " قتال " یعني لڑائي ھے - اور اُسکي بھي دو صورتیں ھیں - " ھجوم " اور " دفاع " - یعني افنسو (Offensive) اور ڈیفنسو (Defensive) در اصل ھجوم کي بنیاد بھي دفاع ھي ھے - یعنے جب تک دنیا میں عالمگیر صلح و امن اور عام اخوت قائم نہ ھو جاے ' ضروري ھوا کہ حریف و مفسد قوتوں سے ھمیشہ مقابلہ جاري رکھا جاے - اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو دشمن مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دینگے اور اسلام کي اشاعت اور اسکے مشن کي تبلیغ و تکمیل میں ھمیشہ مانع ھونگے -

فقہاء کي اصطلاح میں فرائض شرعیہ کي دو قسمیں ھیں - " کفایہ " اور " عین " - یہ وھي اعمال انساني کي قدرتي تقسیم ھے جسکو " جماعتي فرائض " اور " شخصي فرائض " کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ھے - " فرض

کفایه " سے مقصود وہ احکام هیں جو به حیثیت جماعت و اجتماع قوم پر فرض هیں - نه که به حیثیت فرد و انفراد - یعنے ایسے فرائض جو مسلمان جماعتوں اور آبادیوں کے ذمے عائد کردیے گئے هیں که اُنکا انتظام کردیں - پس انتظام هو جانا چاهیے - یه ضروري نهیں که هر فرد به ذات خاص اُس میں حصه لے - اگر ایک گروہ نے ایک وقت میں انجام دیدیا تو باقي مسلمانوں پر سے اُسوقت ساقط هوگیا - جیسے تجهیز و تکفین اموات اور نماز جنازہ - البته ایک مسلمان کیلیے عزیمة اسي میں هوگي که اداء فرض کفایه میں بهي شخصاً حصه لے -

دوسري قسم " اعیان " کي هے - یعنے وہ فرائض جنکي فرضیت جماعت پر نهیں بلکه فرداً فرداً هر مسلمان پر عائد هوتي هے - اور ایک کے کرنے سے دوسرا بري الذمه نهیں هو جاسکتا - جیسے پانچ وقت کي نماز' روزہ' زکواة' حج -

شرعاً قتال کي پهلي صورت (یعني هجوم و مقابله کا دائمي سلسله) فرض کفایه هے - ضروري نهیں که به یک وقت هر مسلمان اسمیں حصه لے - هر عهد میں مسلمانوں کي ایک جماعت ضرور ایسي هوني چاهیے جو یه فرض انجام دیتي رهے - اگر ایک جماعت انجام دے رهي هے تو کافي هے - جو مسلمان شریک هوگا' اُسکے لیے بڑا اجر هے - جو شریک نه هوگا' اسکے لیے کوئي گناہ نهیں - صاحب هدایه (جسکا انگریزي ترجمه بهي هو چکا هے اور هندوستاني عدالتوں میں محمڈن لا کي بنیادي کتاب هے) لکهتے هیں :

الجهاد فرض علی الکفایه - اذا قام فریق من الناس' سقط عن الباقین * فان لم یقم به أحد' أثم جمیع الناس بترکه - لان الوجوب علی الکل (کتاب السیر)

جهاد فرض کفایه هے - جب مسلمانوں کي کوئي ایک جماعت اسکے لیے کهڑي هوگئي' تو باقي مسلمانوں کیلیے ضروري نه رها - لیکن اگر کوئي گروہ اسکے لیے نه اُٹها' تو پهر تمام مسلمان جهاد ترک کردینے کي وجه سے گناهگار هونگے - کیونکه فرض پوري قوم پر هے -

سعدي چلپي حاشیهٔ عنایه میں اسکي شرح کرتے هوے لکهتے هیں :

اقول لاینبغي ان یفهم منه ان الوجوب علی جمیع اهل الارض کافة حتی یسقط عن اهل الهند بقیام اهل الروم ' اذ لا یندفع بقیامهم الشر عن الهنود المسلمین - و ان قوله تعالی قاتلوا الذین یلونکم من الکفار یدل علی ان الوجوب علی اهل کل قطر یقربون الکفار - (مجموعة فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

هدایه کي عبارت کا یه مطلب نه سمجھا جاے که اگر ایک ملک کے مسلمانوں نے یه فرض ادا کردیا تو دوسرے ملک کے مسلمانوں پر سے بھي ساقط هوگیا - مثلاً اگر روم کے ترکوں نے جہاد قائم رکھا تو هندوستان کے مسلمانوں پر سے ساقط هوگیا - کیونکه مقصود قیام جہاد سے یه هے که مسلمانوں پر سے دشمنوں کے حملوں اور شر کو دور کیا جاے - ظاهر هے که مسلمانان روم کے جہاد کرنے سے مسلمانان هند محفوظ نہیں هوجاسکتے - وہ تو جبھي هونگے جب خود اپنے ملک میں اسکا انتظام کریں - پس مطلب یه هے که هر ملک کے مسلمانوں پر فرض کفایه هے - اگر اس ملک کے تمام مسلمانوں میں سے ایک جماعت یه فرض انجام دیتي رهي ' تو وهاںکے بقیه مسلمانوں پر سے ساقط هوگیا - لیکن دوسرے ملکوں کے مسلمانوں پر فرضیت باقي رهي - قرآن میں هے : قاتلوا الذین یلونکم من الکفار - اس سے بھي یہي ثابت هوتا هے که اُن مسلمانوں پر جو دشمنوں سے قریب هوں ' قتال واجب هے - انتهی -

اور فتح الباري میں هے " هو فرض کفایة علی المشهور ' الا ان تدعو الحاجة الیه " اسکے بعد کہا " و ان جنس جہاد الکفار متعین علی کل مسلم ' إما بیده و إما بلسانه و إما بماله و إما بقلبه " [جلد ۶ : ۲۸] یعنی جہاد کي یه قسم فرض کفایه هے - باقي رها نفس جہاد ' تو وہ هر مسلمان پر فرض هے ' کسي کیلیے هاتھه سے ' کسي کیلیے مال سے ' کسي کیلیے دل سے -

یه صورت تو اُس قتال کي هے جسکي صورت حملة و هجوم کي هوگي ' اگرچه مقصد اسکا بھي دفاع هي هے - دوسري قسم " دفاع " هے - یعني جب کوئي غیر مسلم حکومت یا جماعت مسلمانوں کي آبادیوں اور حکومتوں پر حمله کا قصد کرے ' تو اُس حملة و تسلط کو هر طرح مقابله کرکے روکنا ' اور اسلامي ملکوں اور آبادیوں کو غیر مسلموں کي حکومت اور هر طرح کے قبضة و اثر سے محفوظ رکھنا -

یہ فرض کفایہ نہیں ہے ' بلکہ بالاتفاق مثل نماز روزہ کے ' ہر مسلمان پر فرض عین ہے - ایک گروہ کے دفاع کرنے سے باقي مسلمان بري الذمہ نہیں ہو جاسکتے - جسطرح ایک گروہ کے نماز پڑھ لینے سے باقي مسلمانوں کے ذمہ نماز ساقط نہیں ہو جاتي - اسي ہدایہ میں ہے - " الا ان یکون النفیر عاماً فحینیئذ یصیر من فروض الاعیان " نفیر " نفر " سے ہے - " نفر " کے معني ہیں تیزي کے ساتھ ایک جگہ سے دوسري جگہ دوڑ جانا - پس قوم کے ایسے بلاوے اور اجتماع پر جو لڑائي کیلیے ہو " نفیر " کا اطلاق ہوا - قران میں ہے - انفروا خفافا و ثقالا - اور الا تنفروا - مطلب یہ ہے کہ اگر حفظ و دفاع کي ضرورت سے عام اجتماع و قیام کا وقت آ گیا ' تو پھر جنگ کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - ابن ہمام اسکي شرح میں لکھتے ہیں :

ہذا اذا لم یکن النفیر عاماً ' فاذا کان النفیر عاماً بان ہجموا علیٰ بلدۃ من بلاد المسلمین ' فیصیر من فروض الاعیان سواء کان المستنفر عدلاً او فاسقاً - (فتح القدیر - ۴ : ۲۸۰)

فرض کفایہ کي صورت اسوقت تک ہے کہ عام نفیر کي حالت نہو - لیکن اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسي شہر پر غیر مسلموں نے حملہ کیا ' تو اسوقت جنگ کرنا ہر مسلمان فرد پر فرض عین ہو جائیگا - خواہ جنگ کیلیے دعوت دینے والا عادل ہو یا فاسق -

اور عنایہ میں ہے :

ثم الجہاد یصیر فرض عین عند النفیر العام علی من یقرب من العدو و ہو یقدر علیہ - (مجموعہ فتح القدیر - ۴ : ۲۸۱)

اور اگر نفیر عام کي حالت ہو ' تو پھر جہاد کرنا ان مسلمانوں پر فرض عین ہو جائیگا جو دشمن سے قریب ہوں اور اسپر قابو رکھتے ہوں -

اسي طرح سراجیہ ' در المختار ' شامي وغیرہ تمام کتب فقہ میں ہے " اذا جاء النفیر انما یصیر فرض عین علی من یقرب من العدو " اور " الجہاد فرض کفایۃ اذا لم یکن النفر عاماً ' فاذا اقام بہ البعض ' یسقط عن الباقین - فاذا صار النفیر عاماً ' فحینئذ یصیر من فروض الاعیان " الخ -

جملۂ و ہجوم کے دائمي جہاد میں (جب قتال فرض کفایہ ہے) بعض جماعتیں مستثنی ہیں - مثلاً عورتیں اور نوکر - عورتوں کیلیے

شوهر کي خدمت اور چاکر کیلیے آقا کي خدمت مقدم هے - لیکن اگر دفاع کي ضرورت پیش آگئي هو تو اسکي فرضیة ایسي همه گیر اور بالا تر هے که بچوں اور معذوروں کے سوا کوئي گروہ ' کوئي فرد ' مستثنی نهیں هوسکتا - بیوي بلا شوهر کي اجازت کے نکل کهڑي هو- غلام بلا آقا کے اذن کے مشغول جهاد هو جاے - هدایه میں هے :

فان هجم العدو علی بلد ' و جب علی جمیع الناس الدفع ' تخرج المرأة بغیر اذن زوجها و العبد بغیر اذن المولی - لانه صار فرض عین و ملک الیمین ورق النکاح لا یظهر في حق فروض الاعیان کما في الصلوة والصوم - بخلاف ما قبل النفیر ' لان بغیر هما مقنعا فلا ضرورة الی ابطال حق المولی والزوج (کتاب السیر)

لیکن اگر دشمنوں نے کسي شهر پر حمله کیا ' تو پهر تمام لوگوں پر دفاع فرض هوگیا - بیوي بلا شوهر کي اجازت کے اور غلام بلا آقا کے اذن کے دفاع میں حصه لینگے - اسلیے که اب جهاد فرض عین هوگیا ' اور جو فرائض ایسے هیں ' اُنپر مالکیت اور زوجیة کے حقوق موثر نهیں هوسکتے - جیسے نماز اور روزہ - اگر نماز کا وقت آگیا هے تو عورت پر نماز فرض هوگئي - شوهر کے اذن پر موقوف نهیں - البته نفیر سے پہلے یه صورت نه تهي - اُسوقت عورتوں اور غلاموں کي شرکت کے بغیر بهي یه فرض ادا هوسکتا تها - پس ضرورت نه تهي که شوهر اور آقا کے حقوق باطل کیے جائیں -

هم نے هدایه اور متداول کتب فقه کي عبارتیں سب سے پہلے اسلیے نقل کیں که ان کتابوں کے نام سے هندوستان کي سرکاري عدالتیں بهي آشنا هیں - اور هر انگریز قانون داں جانتا هے که محمدن لا کیلیے هندوستاني عدالتوں میں سب سے زیادہ معتبر اور بنیادي کتاب یهي هے - اسکا انگریزي ترجمه بهي هوچکا هے - پس بآساني دیکهه لیا جاسکتا هے که في الحقیقت اسلام کے احکام شرعي یهي هیں یا نهیں ؟ ورنه تمام کتب تفسیر و حدیث میں یه احکام موجود هیں - امام بخاري نے باب باندها هے " وجوب النفیر " یعنے جب حفظ ملت کي ضرورت پیش آ جاے

تو قتال کیلیے سب کا اُٹهه کهڑا هونا واجب هے - پهر آیۂ انفروا خفافاً و ثقالا اور ما لکم اذا قیل لکم انفروا الخ سے وجوب پر استدلال کیا هے - اسکے بعد حضرة ابن عباس کي روایت درج کي هے " لا هجرة بعد الفتح و لکن جهاد و نیة و اذا استنفرتم فاستنفروا " یعني وہ جو اوائل اسلام میں ایک

خاص طرح کي هجرة فرض هوئي تهي ' تو فتح مکه کے بعد اسکي ضرورت نہیں رهي - البته جہاد اور عزم جہاد قیامت تک باقي هے - تو جب جمع هونے کیلیے پکارے جاؤ ' جمع هو جاؤ اور جہاد کرو -

فتح الباري میں هے " الا ان تدعو الحاجة الیه کان ید هم العدو و یتعین علی من عینه الامام " - (جلد ٦ : ٢٨)

اور موطا امام مالک میں هے " اذا کان الکفار مستقرین ببلاد هم ' فالجهاد فرض کفایة' ان اقام به بعضهم سقط الحرج عن الباقین ' و اذا قصدوا بلادنا و استنفر الامام المسلمین ' وجب علی الاعیان " شاہ ولي الله اسکي شرح میں لکھتے هیں " نزدیک استنفار جہاد فرض علی الاعیان مي شود - استنفار را چوں منقح کنیم حاصل شود حالتی که مقتضای استنفار شده است از قصد کفار بلاد مارا ' و قیام حرب درمیان جیوش مسلمین و کافرین ' و عدم کفایه ازاں مسلماناں ' و انچه بداں ماند " (مسوی جلد ٢ - ١٢٩)

شاہ صاحب کے بیان سے یه بات بهي واضح هوگئي که نفیر کي صورت کیا هے ؟ تو یه ضرور نہیں که کوئي خاص شخص مسلمانوں کو یه کہکر پکارے که آؤ جہاد کرو - مقصود یه هے که ایسي حالت پیدا هو جاے جو مقتضاے نفیر هے - پس جب غیر مسلموں نے اسلامي ملکوں کا قصد کیا تو جہاد فرض هوگیا اور جب دشمنوں کي طاقت اُن ممالک کے مسلمانوں سے زیاده قوي هو اور انکے شکست کا خوف هو ' تو یکے بعد دیگرے تمام مسلمانان عالم پر فرض هو جائیگا - خواه کوئي پکارے یا نه پکارے - پکارنے والا نہیں هے تو یه مسلمانوں کي بدنظمي و بدحالي هے - انکا فرض هوگا که داعي کا انتظام کریں - یہي حال تمام فرائض کا هے - نماز کا جب وقت آجاے تو خواه موذن کي صداے " حي علی الصلاة " سنائي دے یا نه دے ' وقت کا آ جانا وجوب کیلیے کافي هے -

جب دفاع کا فرض عین هونا واضح هوگیا ' تو اب معلوم هونا چاهیے که اس فرض کي انجام دهي کیلیے شریعت نے ایک خاص ترتیب اختیار کي هے - عقل و حکمت کي بنا پر وهي اس معامله کي قدرتي اور صحیح ترتیب هوسکتي تهي - صورت اُسکي یه هے که جب غیر مسلموں نے کسي اسلامي حکومت اور آبادي کا قصد کیا ' تو اُس شہر کے تمام مسلمانوں پر به مجرد قصد اعداء ' دفاع فرض عین هوگیا - باقي رهے دیگر ممالک کے

مسلمان ، تو اگر زیر جنگ مقامات کے مسلمان دشمن کے مقابلہ کیلیے کافي قوت نہیں رکھتے - دشمن بہت زیادہ قوي ہے - یا رکھتے ہیں اور غفلت و تساهل کرنے لگے ہیں ، تو اُس حالت میں یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر بھي دفاع فرض عین ہو جائیگا - بالکل اسیطرح جیسے نماز اور روزہ - مگر صورت اُسکي یوں ہوگي کہ پہلے اُن مقامات سے قریب تر مقام کے مسلمانوں پر - پھر اُن سے قریب تر پر - پھر اُنسے قریب تر پر - حتی کہ مغرب و مشرق جنوب و شمال ، تمام اکناف عالم کے مسلمانوں پر فرض ہوجایگا - اُسوقت سارے فرائض ، سارے وظائف ، سارے کام ، ملتوي کردینے چاہیئیں - بمجرد اطلاع ہر مسلمان کو اپني تمام قوتوں اور تمام سامانوں کے ساتھہ وقف دفاع ملت و جہاد في سبیل اللہ ہو جانا چاہیے - اگر ایسا نہ کیا گیا تو سب اللہ کے حضور جوابدہ ہونگے - سب مبتلاے معصیت و فسق ہونگے - ایسي معصیت ، ایسا فسق ، ایسا عدوان ، ایسا نفاق ، جسکے بعد صرف کفر ہي کا درجہ ہے - اگر قیامت کا آنا حق ہے ، اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ہے ، تو مسلمانان عالم کے پاس اُسوقت کیا جواب ہوگا ، جب قیامت کے دن پوچھا جائیگا کہ تم کروروں کي تعداد میں زندہ و سلامت موجود تھے - تمہارے جسموں سے روح کھینچ نہیں لي گئي تھي - تمہاري قوتوں کو سلب نہیں کرلیا گیا تھا - تمہارے کان بہرے نہ تھے - نہ ہاتھہ کٹے ہوے اور پانؤں لنگڑے - پھر تمھیں کیا ہوگیا تھا کہ تمہارے سامنے تمہارے بھائیوں کي گردنوں پر دشمنوں کي تلواریں چل گئیں - وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ہوگئے - اسلام کي آبادیاں غیروں کے قبضۂ و تسلط سے پامال ہوگئیں - پر نہ تو تمہارے دلوں میں جنبش ہوئي ، نہ تمہارے قدموں میں حرکت - نہ تمہاري آنکھوں نے ایک آنسو بخشا ، نہ تمہارے خزانوں پر سے بخل و زر پرستي کے قفل ٹوٹے ؟ تم نے چین اور آرام کے بستروں پر لیٹ کر بربادي ملت اور پامالي اسلام کا یہ خونین تماشہ اسطرح دیکھا ، جیسے بے درد تماشائي سمندر کے کنارے کھڑے ہوکر ڈوبتے ہوے جہازوں اور بہتي ہوئي لاشوں کا نظارہ کرتے ہیں !

ارضیتم بالحیاۃ الدنیا من الاخرۃ ؟ فما حیاۃ الدنیا الا قلیل !

فتح القدیر میں ہے :

فیجب علی جمیع اهل تلک البلدۃ النفر ، وکذا من یقرب	اگر غیر مسلموں نے حملہ کیا تو پھر اُس شہر کے تمام باشندوں پر دفاع کیلیے

منهم ان لم يكن باهلها كفاية ' وكذا من يقرب ممن يقرب ان لم يكن بمن يقرب كفاية ' او تكاسلوا ' او عصوا ' و هكذا ' الى ان يجب على جميع اهل الاسلام شرقاً و غرباً - (جلد ۴ - صفحه - ۸۲۰)

اٹھه کھڑا ہونا فرض عین ہو جائیگا - اور اگر دشمن زیادہ طاقتور ہیں اور مقابلہ کیلیے وہاں کے مسلمان کافی نہیں ' تو جو مسلمان اُنسے قریب ہونگے ' انپر بھی فرض عین ہو جائیگا - اور اگر وہ بھی کافی نہیں ' یا انہوں نے سستی کی ' یا دانستہ انکار کیا ' تو پھر اُن لوگوں پر جو اُن سے قریب ہوں یہ فرض عائد ہوگا - اسی طرح یکے بعد دیگرے - حتی کہ تمام مسلمانوں پر مشرق میں ہوں یا مغرب میں ' دفاع کیلیے اٹھه کھڑا ہونا فرض ہوجایگا - انتہی -

ایسا ہی تمام کتب معتمدۂ فقه میں ہے - عبارتوں کے نقل و ترجمه میں طول ہوگا - ردالمحتار وغیرہ شروح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے " فامامن ورائهم ببعد من العدو ' فهو فرض كفاية عليهم حتى يسعهم تركه ' اذا لم يحتج اليهم بان عجز من كان يقرب من العدو عن المقاومة ' اولم يعجزوا عنها لكنهم تكاسلوا ' فانه يفترض على من يليه فرض كالصلوة و الصوم لا يسعهم تركه ' ثم وثم ' الى ان يفترض على جميع اهل الاسلام شرقاً و غرباً "

اور عنایه شرح هدایه میں ہے " ثم الجهاد يصير فرض عين عند النفير العام على من يقرب من العدو و هو يقدر عليه ' و اما من ورائهم فلا يكون فرضا عليهم الا اذا احتيج اليهم ' اما لعجز القريب و اما للتكاسل ' فحينئذ يفرض على من يليهم " الخ -

اور شرح موطا میں ہے " فان لم تقع الكفاية بمن نزل بهم ' يجب على من بعد منهم من المسلمين عونهم " (جلد ۲ - ۱۲۹)

البته یاد رہے که یه دفاع کی عام صورت ہے - لیکن دو حالتیں شرعاً ایسی بھی ہیں ' جن میں یکے بعدیگرے اس ترتیب وجوب اور الاقرب فالا قرب کی ضرورت باقی نہیں رہتی - تمام مسلمانان عالم کیلیے ایک وقت میں اور ایک ہی دفعه دفاع ضروری ہوجاتا ہے - پہلی حالت یه ہے که خلیفۂ وقت تمام مسلمانان عالم سے طالب اعانت ہو یا اُسکی بے بسی و بے چارگی کی ایسی حالت ہوجاے که بلا مسلمانان عالم کی مجموعی اعانت کے مخلصی ممکن نہو - دوسری صورت یه ہے که اسلام کے عین مرکزی مقام پر غیر مسلم

قابض هونا چاهیں جنکو همیشه غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھنا هر مسلمان کا فرض هے خواہ وہ دنیا کے کسی حصه میں هو - یعنی جزیرۂ عرب - تفصیل اسکی آگے آتی هے -

(جزیرۂ عرب و بلاد مقدسه)

کوئي قوم زندہ نہیں رهسکتي ' جب تک اسکا کوئي ارضي مرکز نه هو - کوئي تعلیم باقي نہیں رهسکتي ' جب تک اُسکي ایک زندہ و قائم درسگاہ نه هو - کوئي دریا جاري نہیں رهسکتا ' جب تک ایک محفوظ سر چشمه سے اُسکا لگاؤ نه هو -

نظام شمسي کا هر ستارہ روشني اور حرارت صرف اپنے مرکز شمسي هي سے حاصل کرتا هے - اُسي کي بالاتر جاذبیة هے جو یه پورا معلق کارخانه سنبھالے هوے هے ! الله الذي رفع السماوات بغیر عمد ترونها ' ثم استوی علی العرش ' و سخر الشمس و القمر ' کل یجري لاجل مسمی ! (۱۳ : ۲)

یهي قانون الهي هے جسپر اُسکي شریعت کے تمام جماعتي احکام مبني هیں - پس جس طرح اسلام نے امت کے بقا اور حق و هدایت کے قیام کیلیے هر طرح کے مرکز قرار دیے ' ضرور تھا که ایک ارضي مرکز بھي قیامت تک کیلیے قرار دیدیا جاتا - اُن بے شمار مصلحتوں اور حکمتوں کي بنا پر جنکي تشریح کا یه موقعه نہیں ' اسلام نے اس غرض سے سر زمین حجاز کو منتخب کیا - یهي ناف زمین دنیا کي آخري اور دائمي هدایت و سعادت کیلیے مرکزي سرچشمه اور روحاني درسگاہ قرار پائي - اور چونکه سر زمین حجاز جزیرۂ عرب میں واقع تھي ' وهي اسلام کا اولین موطن ' وهي اسکا سب سے پہلا سر چشمه تھا ' اسلیے ضرور تھا که اسلامي مرکز کے قریبي گرد و پیش کا بھي وهي حکم هوتا جو اصل مرکز کا - لہذا یه تمام سر زمین بھي که حجاز کي " وادي غیر ذي زرع " کو گھیرے هوے هے ' اسي حکم میں داخل هوگئي - ذلک تقدیر العزیز العلیم !

" مرکز ارضي " سے مقصود یه هے که اسلام کي دعوۃ ایک عالمگیر اور دنیا کي بین الملي دعوۃ تھي - وہ کسي خاص ملک اور قوم میں محدود نه تھي - مسلمانوں کي قومیت کے اجزاء تمام کرۂ ارضي میں بکھر جانے اور پھیل جانے والے تھے - پس ان بکھرے هوے اجزاء کو ایک دائمي متحدہ قومیت کي ترکیب میں قائم رکھنے کیلیے ضروري تھا که کوئي ایک مقام

یسا مخصوص کردیا جاتا ' جو ان تمام متفرق و منتشر اجزاء کیلیے اتحاد و انضمام کا مرکزي نقطه هوتا - سارے بکھرے هوے اجزاء وهاں پهنچکر سمٹ جاتے - تمام پهیلي هوئي شاخیں وهاں اکٹھي هوکر جڑ جاتیں - هر شاخ کو اُس جڑ سے زندگي ملتي ' هر نهر اُس سر چشمه سے سیراب هوتي - هر ستاره اُس سورج سے روشني اور گرمي لیتا - هر دوري اُس سے قرب پاتي - هر فصل کو اُس سے مواصلت ملتي - هر انتشار کو اُس سے اتحاد و یگانگي حاصل هوتي - وهي مقام تمام اُمت کي تعلیم و هدایت کیلیے ایک وسطي درسگاه کا کام دیتا - وهي تمام کرهٔ ارضي کي پهیلي هوئي کثرت کیلیے نقطهٔ وحدت هوتا - ساري دنیا ٹھنڈي پڑ جاتي ' پر اُسکا تنور کبھي نه بجھتا - ساري دنیا تاریک هو جاتي ' مگر اُسکي روشني کبھي نه بجھتي - اگر تمام دنیا اولاد آدم کے باهمي جنگ و جدل اور فتنهٔ و فساد سے خون ریزي کي دوزخ بن جاتي ' پھر بھي ایک گوشه ایسا هوتا جو همیشه امن و رحمت کا بهشت هوتا ' اور انساني فتنهٔ و فساد کي وهاں پر چھائیں بھي نه پڑ سکتي - اُسکا ایک ایک چپه مقدس ' اُسکا ایک ایک کونه خدا کے نام پر محترم ' اور اُسکا ایک ایک ذره اسکے جلال و قدوسیت کا جلوه گاه هوتا - خونریز اور سرکش انسان هر مقام کو اپنے ظلم و فساد کي نجاست سے آلوده کر سکتا ' پر اُسکي فضاء مقدس همیشه پاک و محفوظ رهتي ' اور جب زمین کے هر گوشے میں انساني سرکشي اپني مجرمانه خداوندي کا اعلان کرتي تو وه خدا کي سچي پادشاهت کا تخت گاه هوتي - دنیا پر کفر و شرک کے جماؤ اور اُتھان کا کیسا هي سخت اور برا وقت آجاتا ' مگر سچي توحید اور بے میل خدا پرستي کا وه ایک ایسا گھر هوتا ' جہاں خدا اور اُسکي صداقت کے سوا نه کسي خیال کي پهنچ هوتي ' نه کسي صدا کي گونج اُٹھه سکتي - وه انسان کي پهیلي هوئي نسل کیلیے ایک مشترک اور عالمگیر گھر هوتا که کٹ کٹ کر قومیں وهاں جڑتیں ' اور بکھر بکھر کے نسلیں وهاں سمٹتیں - پرند جس طرح اپنے آشیانوں کي طرف اڑتے هیں ' اور پروانوں کو تم نے دیکھا که روشني کي طرف دوڑتے ' ٹھیک اُسي طرح انسانوں کے گروه اور قوموں کے قافلے اُسکي طرف دوڑتے ' اور زمین کي خشکي و تري کي وه ساري راهیں جو اُس تک پهنچتیں ' همیشه مسافروں اور قافلوں سے بھري رهتیں - دنیا بھر کے زخمي دل وهاں پهنچتے اور شفا اور تندرستي کا مرهم پاتے ' اور بیقرار و مضطر روحوں کیلیے اُسکے آغوش گرم میں آرام و سکون کي ٹھنڈک هوتي -

گناہ کی کثافتوں سے آلودہ جسم جب وہاں لائے جاتے ' اور مصر وہمی و نا مرادی کی مایوسیوں سے گھائل دل جب چیختے اور تڑپتے ہوئے اسکی جانب دوڑتے ' تو اسکی پاک ہوا امید و مراد کی عطر بیزی سے مشکبار ہوجاتی ' اسکے پہاڑوں کی چوٹیاں خدا کی محبت و بخشش کے بادلوں میں چھپ جاتیں ' اور اسکی مقدس فضاء میں رحمت کے فرشتے غول در غول اُترکر اپنی معصوم مسکراہٹ اور اپنے پاک نغموں کے ساتھہ مغفرت و قبولیت کی بشارتیں بانٹتے!

شاخوں کی شادابی جڑ پر موقوف ہے - درختوں کی جڑ اگر سلامت ہے تو شاخوں اور پتوں کے مرجھا جانے سے باغ اجڑ نہیں سکتا - دس ٹہنیاں کاٹ دی جائیں گی ' تو بیس نئی نکل آئینگی - اسیطرح قوم کا مرکز اگر محفوظ ہے ' تو اسکے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کی بربادی سے قوم نہیں مٹ جا سکتی - سارے ٹکڑے مٹ جائیں ' مگر مرکز باقی ہے تو پھر نئی نئی شاخیں پھوٹینگی اور نئی نئی زندگیاں پھیلیں گی - پس جس طرح مسلمانوں کے اجتماعی دائرہ کیلیے خلیفۂ و امام کے وجود کو مرکز ٹھہرایا ' اُسی طرح اُنکی ارضی وسعت و انتشار کیلیے عبادتکدۂ ابراہیمی کا کعبۃ اللہ ' اسکی سر زمین حجاز ' اور اسکا ملک جزیرۂ عرب مرکز قرار پایا - یہی معنی ان آیات کریمہ کے ہیں کہ :

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس (۵ : ۱۰۰)	اللہ نے کعبہ کو کہ اسکا محترم گھر ہے ' لوگوں کے بقاؤ قیام کا باعث ٹھہرایا -

اور

و اذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا (۲ : ۱۲۵)	اور جب ایسا ہوا کہ ہم نے خانۂ کعبہ کو انسانوں کیلیے اجتماع کا مرکز اور امن کا گھر بنایا -

اور

من دخلہ کان امنـــا (۳ : ۹۷)	جو اسکے حدود کے اندر پہنچ گیا تو اسکے لیے پھر کسی طرح کا خوف اور ڈر نہیں -

اور یہی علت تھی تحویل قبلہ کی - نہ وہ جو لوگوں نے سمجھی :

و حیث ما کنتـــم فولوا وجوھکم شطرہ (۲ : ۱۵۰)	اور تم کہیں بھی ہو ' لیکن چاہیے کہ اپنا رخ اسی کی جانب رکھو!

کیونکہ جب یہی ارضی مرکز قرار پایا ' تو تمام افراد قوم کیلیے لازمی ہوا کہ جہاں کہیں بھی ہوں ' رخ آنکا اسی طرف رہے - دن میں پانچ مرتبہ اپنے قومی مرکز کے طرف متوجہ ہوتے رہیں - اور من جملہ بے شمار مصالح و حکم کے ' ایک قوی ترین حکمت فریضۂ حج میں یہی ہے کہ ساری اُمت ' تمام کرۂ ارضی ' اور تمام اقوام عالم کو ' حج فرض کرکے اس نقطۂ مرکز سے دائمی پیوستگی بخشدی :

و اذن فی النـاس بالحج یا توک رجـالا و علی کل ضـامر یاتین من کل فـج عمیق (۲۲ : ۲۸)	اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو - پھر ایسا ہوگا کہ ساری دنیا کو یہ گوشۂ برکت کھینچ بلائیگا - دور دور سے لوگوں کے پیادے اور سوار قافلے اور گروہ پہنچیں گے !

(احـکام شـرعیـــہ)

اس مرکز کے قیام و بقاء کیلیے سب سے پہلی بات یہ تھی کہ ہمیشہ کیلیے اسکو صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جب تک یہ خصوصیت قائم نہ کی جاتی ' امت کیلیے اس مرکزیت کے مطلوبہ مصالح حاصل نہیں ہوسکتے تھے -

---

چنانچہ اسی بنا پر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ انما المشـرکون نجس فـلا یقـــربو المسجد الحـــرام بعـد عامهـــم هـذا - مسجد حرام کے حدود صرف توحید کی پاکی کیلیے مخصوص هیں - اب آیندہ کوئی غیر مسلم اسکے قریب بھی نہ آنے پاے - یعنی نہ صـرف یہ کہ وہاں غیر مسلـم نـہ رهیں ' بلکہ کسی حـال میں داخـل بھی نہ هوں - جمهـور اهل اسـلام نے اتفاق کیا کہ مسجـد حـرام سے مقصـود صـرف احاطۂ کعبہ هی نہیں هے ' بلکہ تمـام سر زمین حرم هے - اور اسی طرح احادیث صحیحۂ و کثیـرہ سے جو حضرۃ علی ' سعد بن وقاص ' انس ' جابر ' ابو هریرہ ' عبد اللہ بن زید ' رافع بن خدیج ' سهـل بن حنیـف ' وغیرهم اجلۂ صحـابہ سے مـروی هیں ' ثابت هـوچکا هے کہ مدینـہ کی زمین بھی مثـل مکہ کے حرم هے اور عیر و ثور اسکے حدود هیں - " المدینـۃ حـرام ما بیـن عیـــر الی ثـور " اخـــرجہ الشیخان - اور روایت سعد کہ " انی احـــرم مـــا بیـن لابتی المـــدینـہ ان یقطـــع عضـــاهها

او يقتل صيدها " رواه مسلم - اور رويت انس متفق عليه كه " اللهم ان ابراهيم حرم مكه ' و اني احرم ما بين لا بتيها " (۱)

يه احكام تو خاص اس مركز كي نسبت تهے - باقي رها اسكا گرد و پيش ' يعني جزيرۂ عرب ' توگو اسكے ليے اسقدر اهتمام كي ضرورت نه تهي كه اسميں غير مسلم كا داخله تک روک ديا جاے ' تاهم اسكا خالص اسلامي ملک هونا ضروري تها - تاكه اسلامي مركز ارض كا گرد و پيش اور اسكا مولد و منشاء هميشه غيروں كے اثر سے يكقلم محفوظ رهے -

اسلام كا جب ظهور هوا تو علاوه مشركين عرب كے يهود و نصارا كي بهي ايک بڑي جماعت جزيرۂ عرب ميں آباد تهي - مدينه ميں يهوديوں كے متعدد قبيلے تهے - خيبر ميں انهي كي رياست تهي - يمن ميں نجران عرب عيسائيوں كا بڑا مركز تها - مدينه كي سرزمين خود آپكي زندگي هي ميں يهوديوں سے خالي هوگئي - آخري جماعت جو مدينه سے خارج كي گئي بنو قينقاع اور بنو حارثه كا گروه تها - امام مسلم نے ابن عمر كا قول نقل كيا هے " ان يهود بني النضير حاربوا رسول الله صلعم فاجلي بني النضير و اقر قريظه و من عليهم ' حتى حاربت قريظه فقتل رجالهم و قسم اولادهم و نسائهم بين المسلمين الا بعضهم لحقوا برسول الله فامنهم و اسلموا ' و اجلى يهود المدينة كلهم بني قينقاع و هم قوم عبد الله بن سلام و يهود بني حارثه وكل يهودى كان بالمدينه "

بخاري و مسلم ميں اس آخري اخراج كا واقعه بروايت حضرۃ ابو هريره مروي هے - آپ صحابه كو ساتهه ليكر يهوديوں كي تعليم گاه ميں تشريف ليگئے اور فرمايا " يا معشر اليهود اسلموا تسلموا " اسلام قبول كرو - نجات پاؤگے - پهر فرمايا " اعلموا ان الارض لله و رسوله و اني اريد ان اجليكم من هذه الارض فمن وجد منكم بماله شيئاً فليبعه ' و الا ' فاعلموا ان الارض لله و رسوله " ميں نے اراده كرليا هے كه تم كو اس ملک سے خارج كردوں - پس اپنا مال و متاع فروخت كرنا چاهو توكردو - ورنه جان ركهو كه اس ملک كي حكومت صرف الله اور اُسكے رسول هي كيليے هے -

(۱) زياده مفصل بحث رساله جامع الشواهد ميں لكهه چكا هوں - اس رساله كا اصل موضوع مسئله خلافت هے - يه تذكره ضمناً آگيا هے - پس اشارات پر اكتفا كيا گيا -

جب آپ دنیا سے تشریف لیگئے تو دو مقام ایسے رهگئے تھے جہاں سے یہود و نصارا کا اخراج نہ هوسکا تها - خیبر اور نجران - پس آپنے وصیت فرمائي کہ آیندہ جزیرۂ عرب صرف اسلام کیلیے مخصوص کردیا جاے - جو غیر مسلم اس ملک میں باقي رهگئے هیں ' خارج کردیے جائیں - امام بخاري نے باب باندها هے " اخراج الیهود من جزیرۃ العرب " اسمیں پهلي روایت یہود مدینہ کے اخراج کي لاے هیں جو اوپر گزر چکي - دوسري روایت حضرت ابن عباس کي هے کہ آنحضرۃ صلعم نے مرض الموت میں تین باتوں کي وصیت فرمائي تهي - ایک یہ تهي " اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب " حافظ ابن حجر لکهتے هیں " اقتصر علی ذکر الیهود لانهم یوحدون اللہ تعالی الا القلیل و مع ذلک امر باخراجهم ' فیکون اخراج غیرهم من الکفار بطریق اولی " (فتح الباري - ۶ : ۱۹۴) یعني امام بخاري نے عنوان باب میں صرف یہود کا ذکر کیا - اسمیں استدلال یہ هے کہ تمام غیر مسلم اقوام میں یہودي سب سے زیادہ توحید کے قائل هیں - انکو خارج کیا گیا تو دیگر مذاهب کے اخراج کا وجوب بدرجۂ اولی ثابت هوگیا - حضرۃ عمر کي روایت میں " یہود و نصاری " کا لفظ هے " لاخرجن الیهود و النصاری من جزیرۃ العرب حتی لا ادع الا مسلما " رواہ مسلم و احمد و الترمذي و صححہ - ابو عبیدہ بن جراح سے امام احمد نے روایت کیا هے " اخر ماتکلم بہ رسول اللہ صلعم اخرجوا یهود اهل الحجاز و اهل نجران من جزیرۃ العرب " حضرۃ عائشہ کي روایت میں اسکي علت بهي واضح کردي هے " آخر ما عهد رسول اللہ صلعم ان قال لا یترک بجزیرۃ العرب دینان " رواہ احمد - یعنی سب سے آخري وصیت رسول اللہ کي یہ تهي کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہ هوں - یعنے صرف اسلام کیلیے مخصوص هوجاے - امام مالک نے موطا میں عمر بن عبد العزیز اور ابن شهاب کے مراسیل نقل کیے هیں اور مصمودي و غیرهم نے باب باندها هے " اخراج الیهود والنصاری من جزیرۃ العرب " عمر ابن عبد العزیز کي روایت میں هے " کان من آخر تکلم بہ رسول اللہ صلعم انہ قال قاتل اللہ الیهود و النصاری ' اتخذوا قبور انبیائهم مساجد - لا یبقیان دینان بارض العرب " اور ابن شهاب کا لفظ هے " لا یجتمع دینان في جزیرۃ العرب " حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے آخر تکلم " قاتل اللہ الیهود و النصاری " جو نقل کیا هے ' تو حضرۃ عائشہ سے صحیحین وغیرها میں بطریق رفع بهي ثابت هے - حافظ نواوي نے گو امام بخاري کا اتباع کیا اور " اجلاء الیهود "

کا باب استدلالاً کافي سمجھا ' لیکن حافظ منذري نے تلخیص مسلم میں " اخراج الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب " کا الگ باب باندھکر جزیرۂ عرب والي روایتیں روایات اجلاء یہود سے الگ کردي ھیں - یہ وصیۃ نبوي علاوہ طرق بالا کے مسند امام احمد ' مسند حمیدي ' اور سنن بیہقي وغیرہ میں بھي مختلف طریقوں سے مروي ھے ' اور سب کا مضمون متحد اور باھمدگر اجمال و تبیین اور اعتضاد و تقویت کا حکم رکھتا ھے -

احکام شرعیہ دو قسم کے ھیں - ایک قسم اُن احکام کي ھے جنکا تعلق افراد کي اصلاح و تزکیہ سے ھوتا ھے - جیسے تمام اوامر و نواھي اور فرائض و واجبات - دوسرے وہ ھیں جنکا تعلق افراد سے نہیں بلکہ اُمت کے قومي اور اجتماعي فرائض اور ملکي سیاسیات سے ھوتا ھے - جیسے فتح ممالک و قوانین سیاسیۂ و ملکیہ - سنۃ الہي یوں واقع ھوی ھے کہ پہلي قسم کے احکام خود شارع کي زندگي ھي میں بتدریج تکمیل تک پہنچ جاتے ھیں ' اور وہ دنیا نہیں چھوڑتا مگر اُنکي تکمیل کا اعلان کرکے - لیکن دوسري قسم کیلیے ایسا ھونا ضروري نہیں - بسا احکام ایسے ھوتے ھیں جنکے نفاذ و وقوع کیلیے ایک خاص وقت مطلوب ھوتا ھے اور وہ شارع کے بعد بتدریج تکمیل و تنفیذ تک پہونچتے ھیں - پس اُنکي نسبت یا تو بطریق پیشین گوئي کے خبر دیدي جاتي ھے - یا اپنے جا نشینوں اور امت کو وصیت کردي جاتي ھے -

یہ معاملہ اسي دوسري قسم میں داخل تھا - پس ضرور نہ تھا کہ اسکا پورا پورا نفاذ خود آنحضرۃ صلعم کي حیات طیبہ ھي میں ھو جاتا - آپ نے یہود مدینہ کے اخراج سے نفاذ شروع کردیا - یہود خیبر سے ابتدا ھي میں شرط کرلي تھي کہ جب ضرورت ھوگي ' اس سر زمین سے خارج کردیے جاؤگے - پھر تکمیل کیلیے اپنے جا نشینوں کو وصیت فرمادي - چنانچہ حضرۃ عمر (رض) کے زمانے میں تکمیل کا وقت آ گیا - اور یہود خیبر نے طرح طرح کي شرارتیں اور نافرمانیاں کرکے خود ھي اسکا موقعہ بہم پہنچا دیا - پس حضرۃ عمر نے اس وصیت کی تحقیق کي ' اور جب پوري طرح تصدیق ھوگئي تو تمام صحابہ کو جمع کرکے اعلان کردیا - سب نے اتفاق کیا ' اور یہود خیبر و فدک خارج کردیے گئے - اسي طرح نجران سے عیسائیوں کا اخراج بھي عمل میں آیا - امام زھري نے ابن عتبہ سے اور امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کیا ھے " ما زال عمر حتی وجد الثبت عن رسول اللہ انہ قال لا یجتمع بجزیرۃ العرب دینان ' فقال من کان

له من اهل الكتابين عهد فليات به ' انفذ له ' والا فاني مجليكم ' فاجلا هم "
(اخرجه ابن ابي شيبه) امام بخاري نے یہود خیبر کے اخراج کا واقعہ
کتاب الشروط کے باب " اذا اشترط فی المزارعه اذا شئت اخرجتک " میں
درج کیا ہے' اور ترجمۂ باب میں استدلال ہے کہ یہود خیبر کا تقرر پہلے ہی سے
عارضی و مشروط تھا - بالاستقلال نہ تھا - حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرۃ
عمر کے اجلاء کردہ اہل کتاب کی تعداد چالیس ہزار منقول ہے - (۱)

پس صاحب شریعت کے قول و عمل ' آنکے آخرین لمحات حیات کی
وصیت ' حضرۃ عمر کے فحص و تصدیق ' تمام صحابہ کے اجماع و اتفاق سے
یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام نے ہمیشہ کیلیے جزیرۂ عرب کو صرف اسلامی
آبادی ہی کیلیے مخصوص کردیا ہے - الا یہ کہ کسی مصلحت سے خلیفۂ
وقت عارضی طور پر کسی گروہ کو داخل ہونے کی اجازت دیدے - اور ظاہر
ہے کہ جب غیر مسلموں کا قیام اور دو دینوں کا اجتماع وہاں شریعت کو
منظور نہیں ' تو غیر مسلم کی حکومت یا حاکمانہ نگرانی و بالا دستی کو
جائز رکھنا کب شرعاً مسلمانوں کیلیے جائز ہوسکتا ہے ؟

(جزیرۂ عرب کی تحدید)

باقی رہا یہ مسئلہ کہ جزیرۂ عرب سے مقصود کیا ہے ؟ تو یہ بالکل صاف
و واضح ہے - اسکے لیے کسی بحث و نظر کی ضرورت ہی نہیں - نص
حدیث میں " جزیرۂ عرب " کا لفظ وارد ہے - اور عقلاً و اصولاً ظاہر ہے کہ
جب تک کوئی سبب قوی موجود نہ ہو ' کسی لفظ کے منطوق اور عام
و متعارف مدلول سے انحراف جائز نہ ہوگا - اور نہ بلا مخصص کے قیاسا
تخصیص جائز - شارع نے " جزیرہ " کا لفظ کہا ' اور دنیا میں اسوقت سے
لیکر ابتک جزیرۂ عرب کا اطلاق ایک خاص ملک پر ہر انسان کر رہا اور جان

---

(۱) آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخری وصایا شمار کیے گئے تو
مختلف روایات میں سات کلمات ملے - آنکے راوی کہتے ہیں کہ یہ منجملہ
آخر ما تکلم بہ کے ہیں - پھر آن کے فقہ و اسرار پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ
فی الحقیقت وہی کلمات خاتم النبیین کی حیات طیبہ کے آخری ارشادات
ہوسکتے تھے - اس فصل کے لکھتے ہوے طبیعت بے اختیار اُس طرف مائل
ہوگئی اور رسالہ کی تحریر ملتوی کرکے انکی شرح لکھنی شروع کردی -
اور دو دن میں ختم ہوئی - فالحمد للہ علی ذلک -

رہا ہے - پس جو مطلب اسکا سمجھا جاتا تھا اور سمجھا جاتا ہے
وہي سمجھا جایگا - تمام مورخین و جغرافیه نگاران قدیم و جدید متفق ہیں
که عرب کو " جزیرہ " اسلیے کہا گیا که تین طرف سمندر اور ایک جانب
دریا کے پانی سے محصور ہے - یعني تین طرف بحر ہند ' خلیج فارس ' اور
بحر احمر و قلزم واقع ہیں ' اور ایک جانب دریاے دجله و فرات - فتح الباري
وغیرہ میں ہے " قال الخلیل سمیت جزیرۃ العرب ' لان بحر فارس و بحر
الحبشه و الفرات و الدجله احاطت بہا " (۶ : ۱۱۸) اور اصمعي کا قول ہے
" لاحاطۃ البحار بہا ' یعني بحرالہند و القلزم و بحر فارس و بحرالحبشه و دجلۃ "
(ایضا) اور نہایه میں امام زہري کا قول نقل کیا ہے " سمیت جزیرہ لان
بحر الفارس و بحر السودان احاط بجانبیہا ' و احاط بالجانب الشمالی دجلۃ
و الفرات " یہي قول ارباب لغۃ کا ہے - قاموس میں ہے " جزیرۃ العرب
ما احاط به بحر الہند و الشام ثم دجله والفرات " پروفیسر پطرس بستاني نے
(جو زمانۂ حال میں شام کا ایک مشہور مسیحي مصنف گزرا ہے اور جس
نے عربي میں انسائیکلو پیڈیا لکھني شروع کي تھي) محیط المحیط میں
جزیرہ عرب کي یہي تعریف کي ہے - حاصل سب کا یہي ہے که جزیرہ عرب
وہ سر زمین ہے جسکے تین جانب سمندر ہیں اور شمالي جانب دریاے
دجلۂ و فرات -

سب سے زیادہ مفصل جغرافیه یاقوت حموي نے معجم البلدان میں
دیا ہے جس سے زیادہ جامع و معتبر کتاب عربي میں جغرافیه و تقویم بلدان کي
کوئي نہیں - اور اسکو بروایت ابو المنذر حضرۃ ابن عباس سے نقل کیا ہے -
" قال انما سمیت بلاد العرب جزیرۃ لاحاطۃ الانہار و البحار ' و ذلک ان الفرات
اقبل من بلاد الروم ' فظہر بناحیۃ قنسرین ' ثم انحط علی أطراف الجزیرۃ
و سواد العراق ' حتی وقع في البحر في ناحیۃ البصرۃ و الابله ' و امتد الی
عبادان ' و اخذ البحر في ذلک الموضع مغربا منعطفاً ببلاد العرب " الخ -
خلاصه اس کا یه ہے که عرب اسلیے جزیرہ مشہور ہوا که سمندروں اور دریاؤں
سے وہ گھرا ہوا ہے - صورت اسکي یوں ہے که دریاے فرات بلاد روم سے شروع
ہوا اور قنسرین کے نواح میں عرب کي سرحد پر ظاہر ہوا - پھر عراق میں
ہوتا ہوا بصرہ کے پاس سمندر میں جا ملا - وہاں سے پھر سمندر نے عرب کو
گھیرا ' اور قطیف و ہجر کے کناروں سے ہوتا ہوا عمان اور شحر سے گزر گیا -
پھر حضر موت اور عدن ہوتا ہوا پچھم کي جانب یمن کے ساحلوں سے

جا ٹکرایا - حتی کہ جدہ نمودار ہوا جو مکۂ و حجاز کا ساحل ہے - پھر ساحل طور اور خلیج ایلہ پر جاکر سمندر کی شاخ ختم ہوگئی - پھر سرزمین مصر شروع ہوتی ہے ' اور قلزم نمودار ہوتا ہے اور اسکا سلسلہ بلاد فلسطین سے سواحل عسقلان ہوتا ہوا سرزمین صور و ساحل اردن تک بیروت پر پہنچتا ہے ' اور آخر میں پھر قنسرین تک منتہی ہوکر رہ جگہ آ جاتی ہے جہاں سے فرات نے عرب کا احاطہ شروع کیا تھا - پس اس طرح چاروں طرف پانی کا سلسلہ قائم ہے - بحر احمر اور قلزم کی درمیانی خشکی بھی پانی سے خالی نہیں - کیونکہ سوڈان سے دریاے نیل وہاں آ پہنچا ہے اور قلزم میں گرتا ہے - یہی جزیرہ ہے جس سے عرب کی سرزمین عبارت ہے اور یہی عرب اقوام کا مولد و منشاء ہے " انتہی ملخصاً - (جلد ۳ - ۱۰۰)

اس تفصیل سے بالکل واضح ہوگیا کہ جزیرۂ عرب کے حدود کیا ہیں ؟ عرب کا نقشہ اپنے سامنے رکھو اور اسپر مندرجۂ بالا تخطیط منطبق کرکے دیکھو - اوپر شمال ہے - دھنے مشرق اور بائیں مغرب - شمال میں دریاے فرات مغرب سے خم کھاتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور صحراے شام کے کنارے سے گزرتا ہوا دجلہ سے ملجاتا ہے - پھر دونوں ملکر خلیج فارس میں گرتے ہیں - فرات کے پیچھے دجلہ کا خط ہے اور اسی پر بغداد واقع ہے - خلیج فارس کے مشرق میں ایران ہے اور مغربی ساحل میں قطیف و احساء - پھر یہ خلیج تنگ ناے ہرمز سے نکلکر مسقط و عمان کے کناروں سے گزرتا ہے اور اسکے بعد ہی بحر عمان نمودار ہوجاتا ہے - اسکے بعد حضرموت کا ساحل دیکھوگے - پھر عدن آ گیا ' اور باب المندب سے جونہی آگے بڑھے ' بحر احمر شروع ہوگیا - چونکہ اسکا مغربی ساحل افریقہ و حبش سے متصل ہے ' اسلیے قدیم جغرافیہ میں اسکو بحر حبش بھی کہتے تھے - بحر احمر کے کنارے چلے یمن اور پھر جدہ ملیگا - اسکے بعد ساحل حجاز - حتی کہ سمندر کی شاخ پتلی ہوکر طور سینا تک منتہی ہوگی ' اور اسکے ساتھہ ہی خلیج عقبہ کی شاخ نظر آلیگی - اب مصر کی سرزمین شروع ہوگئی - نہر سوئیس کے بننے سے پہلے یہ خشکی کا ایک ٹکڑہ تھا جس نے بحر احمر کو بحر متوسط سے جدا کردیا تھا - اسلیے صاحب معجم نے یہاں دریاے نیل کا ذکر کیا ہے جو اسی درمیانی تختۂ خشک کے بائیں جانب دیکھہ رہے ہو - قاہرہ سے ہوتا ہوا اسکندریہ کے پاس سمندر سے جا ملا ہے - پس اگرچہ اُس زمانے میں یہ ٹکڑہ خشک تھا مگر سمندر کی جگہ دریاے نیل کا خط آبی موجود تھا -

اسکے بعد بحر متوسط ہے جسکے ابتدائي حصہ کو قدیم جغرافیہ نویس بحر مصر و شام سے تعبیر کرتے تھے - اسي پر بیروت واقع ہے اور ساحل سے اندرکي جانب دیکھوگے تو پھر وھي مقام سامنے ھوگا ' جہاں سے دریاے فرات نمودار ھوکر خلیج فارس کي جانب بڑھا تھا - پس ایک پورا مثلث نما ٹکرہ ہے جو اس تمام بحري احاطہ کے اندر واقع ہے - صرف خشکي کا ایک حصہ شمال میں فرات کے بائیں جانب نظر آتا ہے - یعنی شام - یہي مثلث ٹکرہ جزیرۂ عرب ہے - قدیم و جدید جغرافیہ نگار دونوں اسمیں متفق ھیں -

اس سے معلوم ھوا کہ عرب کے " جزیرہ " اور " جزیرہ نما " ھونے میں سب سے زیادہ اھم وجود دریاے دجلۂ و فرات کا ہے - کیونکہ اگر یہ عرب کے حدود سے کوئي متصل تعلق نہیں رکھتے ' تو پھر اسکي ایسی صورت ھي باقي نہیں رھتي جس پر جزیرہ کا اطلاق ھوسکے - شمال کي جانب بالکل خشک رھجاتي ہے - یہي وجہ ہے کہ جس کسي نے عرب کي تعریف کي ' احاطۂ بحر و نہر کا لفظ کہکر واضح کردیا کہ جانب شمال دجلہ تک پھیلا ھوا ہے - اور جنہوں نے مقامات کے نام لیکر حدود متعین کیے ' انہوں نے صاف کہدیا کہ شمالي حد دجلہ ہے - نہایہ ' معجم البلدان ' او ر فتح الباري میں اصمعي کا قول منقول ہے " من اقصی عدن ابین الی ریف العراق طولاً ' و من جدہ و ساحل البحر الي اطراف الشام عرضاً " کرماني نے کہا " ھی ما بین عدن الی ریف العراق طولا ' و من جدہ الی الشام عرضا " یہي قاموس میں ہے - ایسا ھي ابن کلبي سے مروي ہے - رفاعہ بک طہطاوي نے قدیم و جدید کتب سے اخذ کرکے عربي میں " تعریفات النافعہ لمرید الجغرافیہ " لکھی - اسمیں بھي یہي حدود ھیں - پس صاحب معجم کي تفصیل اور تمام اقوال سے ثابت ھوا کہ عرب طول میں عدن سے لیکر عراق کي ترائي تک ' اور عرض میں ساحل بحر احمر سے خلیج فارس تک پھیلا ھوا ہے - اسکي حد شمال میں دھني جانب دجلہ ہے ' اور بائیں جانب عرض کا خط کھینچیں تو شام - آجکل کے جغرافیوں میں بھي عرب کے حدود یہي بتلائے جاتے ھیں کہ پچھم میں بحر احمر ' جنوب میں بحر ھند ' پورب میں خلیج فارس ' اور دکھن میں ملک شام ہے -

اسي معجم البلدان میں عراق کي وجه تسمیه بیان کرتے هوے لکھا ھے " ای انہا اسفل ارض العرب " (جلد ۶ : ۱۳۳) یعني عراق اسلیے نام هوا که زمین عرب کا سب سے زیادہ نچلا حصہ ھے - اس سے بھي واضح هوگیا که عراق عرب میں داخل ھے - البته عراق کا وہ حصہ جو دجلہ کے پار واقع ھے ' اسمیں داخل نه هوگا -

هم یہاں عرب کا ایک نقشه تفسیر البیان کے مسودہ سے لیکر درج کرتے هیں - اس نقشه میں ظہور اسلام کے وقت جزیرۂ عرب کي حالت دکھلائي ھے - یہ نقشه دراصل یورپ کے بعض مشہور مستشرقین (اورنٹیلسٹ) نے قدیم نقشوں اور تعریفات سے مدد لیکر طیار کیا تھا جسکو سنہ ۱۸۵۰ میں پروفیسر فرڈیننڈ ویسٹن فیلڈ (Ferdinand Wustenfeld) نے لیڈن یونیورسٹي سے شائع کیا - جزیرۂ عرب کے تمام قدیم نقشوں میں یہ سب سے زیادہ صحیح اور مستند ھے - نقطوں کے خطوط سے تجارتي قافلوں کي وہ سڑکیں دکھلائي هیں جو چھٹي صدي عیسوي میں عرب کے اندروني مقامات سے سواحل تک جاتي تھیں -

(مسجد اقصی وارض مقدس)

مقامات مقدسۂ اسلامیه کے سلسله میں بیت المقدس اور اسکي سر زمین کا مسئله مسلمانوں کیلیے اس سے کم اهمیت نہیں رکھتا جسقدر حرم مکه اور حرم مدینـه - اسلام نے جن تین مقـــامات کے لیے به نیت طاعت و ثواب سفر کرنے کي اجازت دي ھے ' اُن میں جس طرح مکۂ و مدینه کا ذکر ھے ' اسي طرح بیت المقدس کا بھي ھے - مسلم و بخاري کي مشہور روایت میں ھے " لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد : المسجد الحرام ' و مسجدي هذا ' والمسجد الاقصی " یعنی به نیت زیارت و طاعت سفر کا قصد و اهتمام نہیں ھے مگر ان تین جگہوں کیلیے - مسجد حرام ' مسجد مدینه ' اور مسجد اقصی - اس سے معلوم هوا که تمام دنیا میں مسلمانوں کیلیے شرعاً یہي تین مقام سب سے زیادہ مقدس و محترم هیں - انھي کو یه خصوصیت حاصل ھے که انکي زیارت کیلیے نیت کرکے اپنے وطنوں سے نکلتے هیں ' سفر کي تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتے هیں ' اور یقین کرتے هیں که اسکے معاوضه میں اُنکے لیے بڑا هي اجر ھے - اسي بنـا پر جمہور ائمۂ اسلام کا مذهب ھے که مسجد اقصی کي زیارت

اخرجوا الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب (الحدیث)

قبرص
بحر متوسط
حلب
موصل
دمشق
طہران



ایڈریانوپل کی جامع مسجد

جو بقیہ یورپین ترکی میں اسلام کی آخری متاع عزت ہے ۔

كي اگر نذر ماني هو، تو اسكا ادا كرنا اسي طرح واجب هے، جس طرح زيارت مسجد نبوي و حج و عمره كا ادا كرنا - ليكن ان تين جگهوں كے علاوه كسي دوسري زيارتگاه كے سفر كيليے نذر ماني هو، تو اسكا ادا كرنا باتفاق ائمۂ واجب نه هوگا - اس سے اندازه كرليا جاسكتا هے كه بيت المقدس كي سرزمين مسلمانوں كے مذهبي احكام و اعتقاد ميں كيا درجه ركهتي هے؟ يهي وه مقدس سرزمين هے جسكا الله نے يهوديوں سے وعده كيا تها، اور بالآخر وعده پورا هوكر رها - ليكن وه اسكے اهل ثابت نه هوے، اور دنيا كي حكومت و عزت كے ساتهه يهاں كي پادشاهت بهي انسے جاتي رهي - پهر مسيحي دور شروع هوا - اسكے بعد مسلمان اسكے وارث هوے - قرآن حكيم نے مسلمانوں كو خصوصيت كے ساتهه اس وراثت كي بشارت دي تهي: و لقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر، ان الارض يرثها عبادي الصالحون - ان في هذا لبلاغاً لقوم عابدين - وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (۲۱ : ۱۰۵) حضرة ابن عباس وغيره سے مروي هے كه اس آيت ميں " الارض " سے مقصود بيت المقدس اور فلسطين هے - اسميں خبر دي گئي تهي كه اب اسكي پادشاهت مسلمانوں كے حصے ميں آئيگي - اسي ليے كہا: ان في هذا لبلاغاً الخ -

يهي وجه هے كه مسلمانوں نے هميشه اس سرزمين كي خدمت كو الله كي طرف سے ايک مخصوص عطيه و امانت سمجها، اور اسكي حفاظت كو حرمين كي طرح ساري دنيا كي حكومت و فرماں روائي سے بهي زياده عزيز ركها - يهي اعتقاد ديني تها جس نے مسيحي جهاد كي ان آٹهه لڑائيوں كو كامياب هونے نه ديا جن ميں تمام يورپ كي طاقت اكٹهي هوگئي تهي، حالانكه وه وقت مسلمانوں كي پولیٹكل طاقت كے عروج كا نهيں بلكه تنزل و انحطاط كا تها، اور تمام عالم اسلامي مختلف حكومتوں ميں متفرق هوچكا تها - اسوقت سے ليكر آجتک وهاں كي حكومت خليفۂ اسلام كے ماتحت رهي هے، اور خود يورپ نے مسيحي مذاهب كے امن و سكون كيليے اسے بهتر سمجها هے - پس اگر آج پهر ازمنۂ مظلمه (مڈل ايجز) كي تاريخ دهرائي جائيگي، اور اسلام كي جگه اسے مسيحيت يا يهوديت كے زير اثر لانے كي كوشش كي جائيگي، تو مسلمانوں كيليے نا ممكن هے كه گوارا كرسكيں - انكا فرض هوگا كه جب گذشته كروسيڈ كا ايک حصه دهرايا گيا هے، تو دوسرا حصه بهي ظهور ميں آجاے - وه مسلمانوں كي ديني زيارت گاه هے - وه انكا مقدس مقام هے - اسكي

مذہبي وابستگي اُنکے ايمان و مذهب کا جزء هے - اگر وهاں يهوديوں کا اقتدار بڑھايا جاتا هے ' يا کسي مسيحي حکومت کو نگراني و بالا دستي کے نام سے قائم کيا جاتا هے ' تو يه مسلمانوں کي جماعت اور آباديوں هي کو نهيں بلکه انکي شريعت کو چيلنج دينا هے ' اور مسلمانوں کو مجبور کر دينا هے که يا تو اسلام کي جانب سے اس چيلنج کو قبول کرليں ' يا اسکي اطاعت و حمايت سے دست بردار هو جائيں -

(خاتمۂ سخن و نتائج بحث)

گذشته مباحث و تفصيلات کا خلاصه حسب ذيل هے :

(۱) اسلام کا قانون شرعي يه هے که هر زمانے ميں مسلمانوں کا ايک خليفۂ و امام هونا چاهيے - " خليفۂ " سے مقصود ايسا خود مختار مسلمان پادشاه اور صاحب مملکت هے جو مسلمانوں اور اُنکي آباديوں کي حفاظت اور شريعت کے اجراء و نفاذ کي پوري قدرت رکھتا هو اور دشمنوں کے مقابلے کيليے پوري طرح طاقتور هو -

(۲) اُسکي اطاعت و اعانت هر مسلمان پر فرض هے - اور مثل اطاعت خدا و رسول کے هے - تاوقتيکه اُس سے کفر بواح (صريح) ظاهر نهو - جو مسلمان اسکي اطاعت سے باهر هوا ' وه اسلامي جماعت سے باهر هوگيا - جس مسلمان نے اُسکے مقابله ميں لڑائي کي - يا لڑنے والوں کي مدد کي ' اُس نے الله اور اسکے رسول کے مقابلے ميں تلوار کھينچي - وه جماعت اسلام سے باهر هوگيا اگرچه نماز پڑھتا هو ' روزه رکھتا هو ' اور اپنے تئيں مسلم سمجھتا هو -

(۳) ايک خليفه کي حکومت اگر جم چکي هے ' اور پھر کوئي مسلمان اُسکي اطاعت سے باهر هوا اور اپني حکومت کا دعوی کيا ' تو وه باغي هے - اسکو قتل کر دينا چاهيے -

(۴) صديوں سے اسلامي خلافت کا منصب سلاطين عثمانيه کو حاصل هے ' اور اسوقت از روے شرع تمام مسلمانان عالم کے خليفه و امام وهي هيں - پس اُنکي اطاعت و اعانت تمام مسلمانوں پر فرض هے - جو انکي اطاعت سے باهر هوا ' اس نے اسلام کا حلقه اپني گردن سے نکالديا ' اور اسلام کي جگه جاهلية مول لي - جس نے انکے مقابلے ميں لڑائي کي ' يا انکے دشمنوں کا ساتھ ديا ' اسنے خدا اور اسکے رسول سے لڑائي کي -

(۵) صرف خلیفۂ اسلام ھي کے لیے یہ حکم مخصوص نہیں ھے - جب کبھي مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں لڑائي ھو' توکسي مسلمان کیلیے شرعاً جائز نہیں کہ غیر مسلمان فوج کا ساتھي ھوکر مسلمانوں سے لڑے - یا انکي مدد کرے - اگر کریگا تو بحکم " من حمل علینا السلاح فلیس منا " اور نص قرانی من قتل مومناً متعمداً فجزاءہ جہنم خالدین فیھا وہ اسلامي جماعت سے خارج ھو جائیگا - اسکا ٹھکانا دوزخ ھے - البتہ خلیفۂ اسلام کے مقابل ھوکر لڑنے کا جرم سب سے زیادہ سنگین جرم ھے -

(۶) جب کسي اسلامي حکومت یا جماعت پر غیر مسلم حملہ کریں' یا حملہ کا قصد کریں' یا اُنکي آزادي و خود مختاري کو کسي دوسري طرح نقصان پہنچانا چاھیں' تو ھر ملک کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے اپنے بھائیوں کي مدد کرنا ' اور انپر حملہ کرنے والوں سے لڑنا ' فرض ھوجاتا ھے - علی الخصوص ایسي حالت میں جبکہ حملہ آور زیادہ طاقتور ھوں' اور انکے مقابلہ کي کافي طاقت اُن مسلمانوں یا وھاں کي اسلامي حکومت میں نہو - اس صورت میں جہاد کي فرضیۃ علی الکفایہ نہ ھوگي' بلکہ مثل نماز روزہ کے فرض عین -

(۷) اگر خلیفۂ اسلام کو دشمنوں کا ایسا طاقتور گروہ گھیر لے کہ انکا مقابلہ کرنا اسکي طاقت سے باھر ھو' اور بلا تمام مسلمانان عالم کي فوري مدد و نصرت کے اسلامي ممالک کي حفاظت نہ کرسکے ' تو اُس صورت میں تمام دنیا کے مسلمانوں کا بہ یک وقت فرض ھوگا کہ جس طرح بھي ممکن ھو' اسکي مدد کریں - اور اُسکے دشمنوں سے پیکار -

(۸) اسلام کا حکم شرعي ھے کہ جزیرۂ عرب کو غیر مسلم اثر سے محفوظ رکھا جاے ' جس میں عراق کا ایک حصہ اور بغداد داخل ھے ' پس اگر کوئي غیر مسلم حکومت اس پر قابض ھونا چاھے ' یا اُسکو خلیفۂ اسلام کي حکومت سے نکالکر اپنے زیر اثر لانا چاھے ' تو یہ محض ایک اسلامي ملک کے نکل جانے ھي کا مسئلہ نہ ھوگا ' بلکہ اُس سے بھي بڑھکر مسلمانوں کے لیے ایک مخصوص سنگین حالت پیدا کردیگا - یعني اسلام کي مرکزي سر زمین پر کفر کا اثر چھا رھا ھے - اس حالت میں تمام مسلمانان عالم کا اولین فرض ھوگا کہ اس قبضہ کو وھاں سے ھٹانے کیلیے اُٹھہ کھڑے ھوں ' اور اپني تمام قوتیں اسکے لیے وقف کردیں -

(۹) اسلام کے مقامات مقدسہ میں بیت المقدس اُسي طرح محترم ھے جس طرح حرمین شریفین - اسکے لیے لاکھوں مسلمان اپني جانوں کي قربانیاں' اور یورپ کے آٹھہ صلیبي جہادوں کا مقابلہ کرچکے ھیں - پس تمام مسلمانوں کا فرض ھے کہ اس مقام کو دوبارہ غیر مسلموں کے قبضہ میں جانے نہ دیں - علی الخصوص مسیحي حکومتوں کے قبضۂ و اقتدار میں - اور اگر ایسا ھو رہا ھے' تو اسکے خلاف دفاع کرنا صرف وھاں کي مسلمان آبادي ھي کا فرض نہ ھوگا - بلکہ بہ یک وقت و دفعہ تمام مسلمانان عالم کا -

(خلیفۃ المسلمین اور گورنمنٹ برطانیہ)

جبکہ اسلام کے اتل اور اپنے پیرؤں کیلیے دائمي احکام کا یہ حال ھے' تو یکایک (اگست ۱۹۱۴) کو عالمگیر جنگ عالم کا شرارہ وسط یورپ میں چمکا' اور دیکھتے ھي دیکھتے مغربي تمدن کا تمام آتشگیر مادۂ جنگ بھڑک اُٹھا: نار اللہ الموقدۃ التي تطلع علی الافئدہ ! اور تھوڑے ھي عرصہ کے بعد جنگ نے مسلمانان ھند کیلیے ایک ایسي نازک صورت اختیار کرلي' جو برطانیہ کي حکومت ھند کي پوري تاریخ میں آجتک کبھي پیش نہیں آئي تھي - یعنی خلیفۃ المسلمین کي فوجیں بھي میدان جنگ میں مشغول پیکار نظر آئیں' اور ترکي کے برخلاف برطانیہ نے اعلان جنگ کردیا -

اس اعلان جنگ کي اطلاع جب سرکاري طور پر ھندوستان میں مشتہر کي گئي' تو ساتھہ ھي حسب ذیل امور کا بھي اعلان کیا گیا تھا:

(۱) ترکي حکومت کے ساتھہ ھماري جنگ دفاعي ھے - نہ کہ حملہ آورانہ - ھم نے دو ماہ تک ھر طرح کا مخالفانہ اور جنگ جویانہ سلوک برداشت کیا' اور پوري کوشش کي کہ کسي طرح یہ جنگ ٹل جاے' لیکن ترکي گورنمنٹ نے برابر اپنے حملے جاري رکھے - اب مجبوراً ھم کو بھي اعلان جنگ کرنا پڑا ھے -

(۲) ھندوستان کے مسلمانوں کو پوري طرح بھروسہ رکھنا چاھیے کہ اس جنگ میں ھمارے یا ھمارے ساتھیوں کي جانب سے کوئي بات ایسي نہ ھوگي جو انکے مذھبي محسوسات کو صدمہ پہنچاے - اسلام کے تمام مقدس مقامات محفوظ رھینگے - انکے احترام کا پورا پورا لحاظ رکھا جائیگا - اسلام کے مقدس مقام خلافت کے خلاف کوئي کارروائي عمل میں نہ

آئیگي - هماري جنگ موجودہ ترکي وزارت سے ھے جو جرمني کے زیر اثر کام کر رھي ھے - نہ کہ خلیفۃ المسلمین سے - گورنمنٹ برطانیہ نہ صرف اپني جانب سے بلکہ اپنے تمام حلیفوں کي جانب سے اِن باتوں کي ذمہ داري لیتي ھے -

یہ خلاصہ اُس سرکاري اعلان کا ھے جو پہلي نومبر سنہ ۱۹۱۴ کو اعلان جنگ کي اطلاع کے ساتھہ ھي گورنمنٹ آف انڈیا نے شائع کیا تھا ' اور پھر تمام صوبوں میں سرکاري طور پر اسکي اشاعت کي گئي تھي - حتی کہ ھر کمشنري ' ھر ضلع ' ھر صدر مقام ' ھر شہر کے مسلمانوں کو جمع کرکے مقامي حکام نے اسکي نقلیں بانٹي تھیں اور زباني پڑھکر سنایا تھا - برٹش انڈیا کا کوئي مسلمان گھر ایسا نہیں ملیگا جو اس اعلان سے بے خبر چھوڑ دیا گیا ھو - بعد کو " نیر ایسٹ " وغیرہ اخبارات سے ھمیں معلوم ھوا کہ مصر و سوڈان میں بھي بجنسہ یہي اعلان شائع کیا گیا ھے -

اس اعلان کے بعد بھي ھمیشہ ذمہ دار حکام ھند و انگلستان کي زبان سے یہ دونوں باتیں بار بار ظاھر ھوتي رھیں - اگر کسي اظہار و بیان کي مضبوطي میں اعلان کے تکرار اور اشاعت کي کثرت و وسعت کو دخل ھے ' تو بلا خوف رد کہا جاسکتا ھے کہ یہ دونوں باتیں جسقدر وسعت کے ساتھہ اور جس طرح بار بار زمانۂ جنگ میں کہي گئي ھیں ' اس سے زیادہ کسي انساني بیان کے اعلان اور کسي انساني وعدہ کے تکرار کي کوئي صورت دنیا میں نہیں ھوسکتي -

یہ کہنا ضروري نہیں کہ اسوقت میدان جنگ کا کیا حال تھا ؟ برٹش گورنمنٹ کو اپني زندگي کیلیے لاکھوں سپاھیوں اور توپوں کي جسقدر ضرورت تھي ' اس سے کہیں زیادہ اس اعلان اور اسکي کامیابي کي ضرورت تھي - اگر اسوقت ھندوستان کے مسلمانوں میں ذرا بھي بے چیني پیدا ھوجاتي ' تو نہیں معلوم جنگ کي تاریخ کیسا پلٹا کھاتي ' اور آج نتائج کا حال کیا ھوتا ؟

اس اعلان کا نتیجہ وھي نکلا جو مطلوب تھا - یعني مسلمانان ھند پر صورت حال بالکل مشتبہ ھوگئي - علماء اس دھوکے میں پڑگئے کہ جب ترکوں نے انگلستان دولِ متحدہ پر حملہ کیا ھے ' تو شرعاً صورت دفاع کي نہیں ھے بلکہ حملۂ

و ھجوم کی ھے' اور اسلیئے اسکی شرکت فرض کفایہ کا حکم رکھتي ھے - نہ کہ فرض عین کا - پس شرعاً ضروری نہیں کہ مسلمانان ھند بھي اسمیں حصہ لیں - عام مسلمانوں پر یہ اثر پڑا کہ برٹش گورنمنٹ صرف اپنا بچاؤ کررھي ھے - اسکا مقصود اسلامی ممالک پر قبضۂ و تصرف کرنا یا خلیفۂ اسلام کي حکومت کو نقصان پہنچانا نہیں ھے - نیز اسلام کے مقدس مقامات یعنی جزیرۂ عرب اور بیت المقدس وغیرہ ھر حال میں محفوظ رھینگے - ان تمام باتونکا نہ صرف انگلستان کي جانب سے وعدہ کیا جاتا ھے' بلکہ تمام حلیف حکومتوں کي جانب سے بھي -

نہایت افسوس و روسیاھي کے ساتھہ اقرار کرنا پڑتا ھے کہ مسلمانوں کا نہ یہ مذھبي فیصلہ صحیح تھا - نہ وعدوں اور اعلانوں پر اعتماد - انہوں نے اپني سیزدہ صد سالہ تاریخ حیات میں شاید ھي کوئي ایسی قومي و مذھبي غلطي کي ھوگي' جیسي اس موقعہ پر کي' اور جسکے نتائج کي پہلي قسط آج آنکے سامنے ھے - فما کان اللہ لیظلمھم و لکن کانوا انفسھم یظلمون !

تھوڑي دیر کیلیے اس سے قطع نظر کرلو کہ احکام شرع کي بنا پر یہ راے کہانتک صحیح تھي ؟ صرف اس پہلو سے دیکھو کہ جن وعدوں پر بھروسہ کیا گیا' اُنکا کیا حال تھا ؟ پرانے وقتوں کي طرح موجودہ زمانے کي سوسائٹي بھي اشخاص کیلیے ضروري سمجھتي ھے کہ ایفاے عہد میں اپنے تئیں شریف ثابت کریں' لیکن بیسویں صدي کي تہذیب میں حکومتوں کیلیے شریف ھونا کوئي ضروري وصف نہیں ھے' اور اگر طاقت موجود ھے تو پھر اخلاقي صداقت کے مطالبہ کا وھم و گمان بھي نہیں کرنا چاھیے - جب وعدوں کا ایفا اور عہد و پیمان کي پابندي کمزور حکومتوں کے ساتھہ ضروري نہیں سمجھي جاتي' تو پھر محکوم و بے سروسامان رعایا کے ساتھہ کیوں ضروري سمجھي جاے' جو اپني وفاداري میں کتے کي طرح قابل تعریف مگر بے زباني میں اُسي کي طرح بے بس بھي ھو ؟

انگلستان کي حکومت نے نپولین کے عہد سے لیکر آجتک اپنے وعدوں کو جس طرح پورا کیا ھے' انکي عبرۃ انگیز سرگذشت صفحات تاریخ پر ثبت ھے -

برطانی وعدوں کے اعتماد اور آنکے ایفاء کی اخلاقی نمائش کا یہ پہلا ہی موقعہ نہیں ہے - ۱۵ - جولائی سنہ ۱۸۱۵ع کو جب نپولین نے بلرافان نامی انگریزی جہاز پر قدم رکھا تھا تو اُس نے بھی انگلستان کے وعدوں پر اعتماد ہی کیا تھا - بے اعتمادی نہیں کی تھی - لیکن خود اُسی کے لفظوں میں " انگلستان نے ہاتھہ بڑھاکر اپنا مہمان بنانے کیلیے بلایا ' اور جب وہ آ گیا تو اسکا خاتمہ کردیا " سینٹ هلینا کی سنگلاخ چٹانیں آجتک سمندر کے طوفانوں کے اندر انگریزی مواعید کی اخلاقی قدر وقیمت کا اعلان کر رہی ہیں !

۴ - اگست سنہ ۱۸۱۵ کو جنگ واٹرلو کے بعد جب شہر پیرس متحدہ افواج کے حوالے کیا گیا ' اور اس عہد نامہ کو فرانسیسیوں نے عہد نامہ سمجھا جس پر انگلستان کے نامور هیرو ڈیوک آف ویلنگٹن کے دستخط تھے ' تو یقیناً انھوں نے بھی انگلستان پر اعتماد ہی کیا تھا - لیکن قبضہ کے بعد جو نتیجہ نکلا ' اس پر تاریخ کا اٹل فیصلہ صادر ہوچکا ہے ' اور خود انگریز مورخوں کی زبانی آسکا افسانہ سن لیا جاسکتا ہے -

خود ہندوستان کے گذشتہ سو سالوں کی تاریخ ہی اسکے لیے کافی ہے - دوسرے ملکوں کی سرگذشتوں کی طرف نظر آٹھانے کی ضرورت نہیں -

تا ہم مسلمانوں نے بھروسہ کیا - اور جنگ کے نتائج کی طرف سے مطمئن ہوگئے - آنکا روپیہ' آنکی جانیں ' آنکے ملک کی تمام قوتیں ' بے دریغ خرچ کی گئیں - دنیا کی آخری اسلامی حکومت و خلافت کے خاتمہ میں آنکی ہر چیز نے پورا پورا کام دیا - یہانتک کہ برٹش گورنمنٹ اپنی تاریخ حیات کے سب سے بڑے مہلک وقت سے بچ گئی' اور وہ فتح مندی مکمل ہوگئی جسکا پہلا نتیجہ اسلامی خلافت کی بربادی و تباہی ہے -

اثناے جنگ ہی میں اس اعتماد کے تمام نتائج ظاہر ہوگئے تھے - بغداد پر انگریزی فوج قابض ہوگئی تھی جو جزیرۂ عرب کی مقدس سر زمین میں داخل ہے - عین حدود حرم مکہ کے اندر سازشیں کرکے بغاوت کرائی گئی اور اسکی وجہ سے جسقدر توہین اس مقدس مقام کی ہونی تھی وہ ہوکر رہی- پھر بھی مسلمانان ہند اپنے اعتماد سے دست بردار نہ ہوے اور اس انتظار میں رہے کہ یہ جنگ کی عارضی حالتیں ہیں - صلح کے بعد ہی برطانی اعلان و مواعید کی مقدس صداقت تمام عالم پر آشکارا ہوجائیگی -

(موجودہ و آیندہ حالت اور احکام شرعیہ)

بحث کے اس تکرہ کو ہم دانستہ حذف کردیتے ہیں کہ جنگ کے بعد ان وعدوں اور اعلانات کا کیا نتیجہ نکلا؟ نہ ہم اُن پیہم اعلانات کا یہاں ذکر کرینگے جنکا سلسلہ برابر اثناے جنگ میں جاری رہا - مثلاً وزیر اعظم کی تقریر ٥ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ - کیونکہ یہ تمام باتیں دنیا کے سامنے ہیں - اور سورج کی روشنی جن چیزوں کو دکھلادے، انکے لیے بحث و نظر کی روشنی سے مدد لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

همکو یہاں صرف ایک بات کا فیصلہ کرنا ہے - اسکے علاوہ اب نہ کوئی بات ہمارے لیے سوچنے سمجھنے کی باقی رہی ہے - نہ گورنمنٹ کیلیے - وہ صرف موجودہ و آیندہ حالت کا سوال ہے -

احکام شرعیہ اوپر گذر چکے ہیں - پس اگر موجودہ حالت میں تبدیلی نہ ہوئی اور صلح کے نام سے اسلامی خلافت کے خلاف رہی جنگ عمل میں لائی گئی جسکا اظہار ہو رہا ہے، تو نتائج حسب ذیل ہونگے :

(۱) جس وقت خلیفۃ المسلمین نے جنگ میں شرکت کی ہے تو برٹش گورنمنٹ نے اعلان کیا تھا کہ حملہ اُنکی جانب سے ہے - انگلستان و حلفاء کی جانب سے نہیں ہے - لیکن اب موجودہ حالت بالکل اسکے برعکس ہے - یعنی خلیفۃ المسلمین کسی غیر مسلم ملک و حکومت پر حملہ آور نہیں ہیں بلکہ غیر مسلم حکومتیں مسلمان آبادیوں اور خلیفۂ اسلام کی حکومت پر قابض ہو رہی ہیں، اور خلیفۃ المسلمین پر حملہ آور ہیں - پس اگر اس حالت میں تبدیلی نہ ہوئی اور عارضی صلح کے بعد بھی یہی حال رہا، تو مسلمانوں کیلیے قطعاً صورت دفاع اور نفیر عام کی پیدا ہو جائیگی جب جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے - حملۂ و ہجوم کی صورت نہ ہوگی کہ فرض علی الکفایہ ہو - لہذا ہندوستان کے ہر مسلمان کا یہ شرعی فرض ہوگا کہ خلیفۃ المسلمین، اور اُن تمام اسلامی آبادیوں کی اعانت کیلیے اُٹھہ کھڑا ہو، جہاں سے اسلامی حکومت ہٹائی جا رہی ہے -

(۲) یہ حقیقت پہلے سے آشکارا تھی، مگر چار سال کی جنگ اور اسکے نتائج نے آخری درجۂ یقین تک ظاہر کردی کہ نہ تو خلیفۃ المسلمین کی موجودہ طاقت غیر مسلم حریفوں کے مقابلے کیلیے کافی ہے - نہ موجودہ

اسلامي ممالک کے مسلمانوں کي - يعني وہ شکست کھاچکے هيں اور بعض مقامات کے مسلمانوں کي درماندگي و تباهي غايت درجۂ هلاکت تک پهنچ چکي هے - جيسے ولايت سمرنا وغيرہ کے مسلمان - پس اس بنا پر بهي مسلمانان هند کا فرض شرعي هوگا که انکي مدد کيليے اُٹهه کهڑے هوں - کيونکه اگر ايک مقام کے مسلمان دشمن کے مقابلے کي طاقت نہيں رکهتے تو ديگر ممالک کے مسلمانوں پر دفاع ميں شريک هونا فرض هوجاتا هے -

(۳) جن بلاد اسلاميه پر غير مسلم دخل و تصرف کرنا چاهتے هيں ' يا کرچکے هيں گو آخری اعلانات ابهي نہيں کيے گئے - مثلاً ايڈريانوپل ' تهريس ' ايشياے کوچک ' سمرنا ' عراق ' فلسطين ' انکے قرب و جوار ميں مسلمانوں کي کوئي ايسي جماعت موجود نہيں جو دشمنوں کے دفاع ميں مددگار هوسکے ' اور اسکي اعانت کي وجه سے مسلمانان هند بري الذمه هو جائيں - پس اس بنا پر بهي ساري شرعي ذمه داري مسلمانان هند کے ذمے عائد هوتي هے ' جنکي تعداد دنيا کي تمام اسلامي آباديوں سے زيادہ ' اور جو بهت سي باتوں ميں دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے بهتر حالت رکهتے هيں -

(۴) عراق کا تمام خطه درياے دجله تک جزيرۂ عرب ميں داخل هے - پس اگر انگريزي قبضه وهاں قائم رها ' يا کسي طرح کا بهي انگريزي اقتدار حکم برداری اور نگراني کے نام سے حاصل کيا گيا ' تو يه صريح جزيرۂ عرب پر غير مسلم اقتدار کا مسئله هوگا ' اور از روے شرع مسلمانان هند کا فرض هوگا که اس اقتدار کے دور کرنے کيليے حريف کا مقابله کريں -

(۵) بيت المقدس اسلام کے مقامات مقدسه ميں داخل هے - اگر اسپر غير مسلم اقتدار قائم رکها جائيگا ' تو تمام دنيا کے مسلمانوں کي طرح هندوستاني مسلمانوں کا بهي فرض هوگا که دفاع کيليے مستعد هو جائيں -

(۶) غرضکه هندوستان کے مسلمانوں پر ايک وفادار برٹش شهري کي زندگي بسر کرنا شرعاً ناجائز هوجائيگا - اور يه فرائض کي سب سے بڑي کشمکش هوگي جسميں کوئي انساني جماعت مبتلا هوسکتي هے - هندوستان برٹش گورنمنٹ کے ماتحت هے اور مسلمان اسوقت تک ايک وفادار شهري جماعت کي زندگي بسر کرتے آئے هيں - ليکن ان حالات کا لازمي نتيجه يه نکليگا که اُنکے مذهبي فرائض هندوستان کے قانوني فرائض سے ٹکرا جائينگے - يعني بمجرد ان حالات کے برٹش گورنمنٹ کي حيثيت از روے شرع يه

هوجائیگي که وه " اسلام اور مسلمانوں کي حمله آور دشمن هے " اور اسلیے اُس سلوک کي مستحق جو از روے شرع مسلمانون کو حمله آور حریف کے ساتهه کرنا چاهیے " جب ایسا هوا ' تو مسلمان مجبور هونگے که دو راهوں میں سے کسي ایک کو اختیار کرلیں - یا برتش گورنمنت کا ساتهه دیں ' یا اسلام کا - یه ناممکن هو جائیگا که دونوں تعلق ایک وقت میں جمع کیے جاسکیں -

کیا چهه کرور سے زائد انسانوں کو اس کشمکش میں مبتلا کردینا کوئي عاقبت اندیشانه فعل هوسکتا هے ؟ فرصت کي آخري گهڑیاں گزر رهي هیں - اگر عارضي فتح مندي کا گهمنڈ مهلت دے ' تو گورنمنت اس سوال پر غور کرلے -

اگر انگلستان کے وزرا (نپولین کے لفظوں میں) وعدہ اسلیے نہیں کیا کرتے که وفا کیا جاے ' تو کم ازکم اُس ایک وعدہ کو تو اس اخلاقي کلیه سے مستثنی کردیں جسکو هندوستان میں برتش گورنمنت کا بنیادي اصول حکومت سمجها جاتا هے - یعنی آغاز حکومت سے لیکر آجتک اس وعدہ کا قولاً و فعلاً اعلان که کسي جماعت کے مذهبي معاملات میں مداخلت نه کي جائیگي اور هر جماعت اپنے مذهبي احکام کي بجا آوري میں آزاد هے - اسي وعدہ کا نتیجه هے که هندوستان میں هر قوم کي طرح مسلمان بهي روز مرہ اپنے مذهبی فرائض انجام دے رهے هیں - انکي مسجدیں قائم هیں - پانچ وقت اذان کي صدائیں بلند هوتی هیں - کوئي حاکم مسلمانوں سے یه نہیں کہتا که نماز نه پڑهو -

لیکن اگر برتش گورنمنت خلیفة المسلمین کے خلاف اپنے موجودہ طرز عمل پر قائم رهي ' اسکے جهاز اسلامي حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کردینے کیلیے سمندروں میں دوڑتے رهے ' اُسکي فوجیں عراق کي سرزمین پر قابض رهیں جو مقدس جزیرۂ عرب میں داخل هے ' اور ساتهه هي اس کي بهي متوقع رهي که هندوستان کے بد بخت مسلمان اسکے وفادار رهیں ' تو اسکے صرف یهي معني هوسکتے هیں که وہ مسلمانوں کو انکے مذهب کے چهوٹے چهوٹے حکموں میں آزادي دینے کیلیے طیار هے ' لیکن جو احکام اسلام کے بنیادي عقائد هیں اور اُن بڑے حکموں میں داخل جن کے ترک کردینے سے مسلمان مسلمان نہیں رهتا ' اُنکے لیے چاهتي هے که مسلمان حق و آزادی کا نام بهي زبان پر نه لائیں اور برطانیه کي وفاداری کي خاطر اپنے اسلام سے باغي هو جائیں !

وہ مسلمانوں کو آزادی دیگي کہ نماز پڑھیں جو مذہبي احکام میں شاخ کا حکم رکھتي ھے' لیکن عین اُسي وقت خلیفۃ المسلمین کي حکومت کو صرف قسطنطنیہ میں محدود کردینے اور تمام بچي بچائي ترکي مملکت کا خاتمہ کردینے کیلیے اپنے جنگي جہازوں کو بھي با سفورس بھیجیگي' اور اسطرح اسلامي خلافت و امامت کا خاتمہ ھو جائیگا جو مسلمانوں کے مذہبي احکام میں شاخ کا نہیں بلکہ بنیاد اور جڑ کا حکم رکھتي ھے ؟

وہ نماز کے پڑھنے میں مداخلت نہیں کریگي جسکے نہ پڑھنے سے مسلمان گناھگار ھوجاتا ھے ' لیکن خلیفۃ المسلمین کو اُنکي حکومت و مملکت سے محروم کردیگي جنکي مدد نہ کرنے سے ایک مسلمان گناھگار ھي نہیں بلکہ اسلامي جماعت سے باہر ھو جاتا ھے ؟

وہ مسلمانوں کو حج کے سفر سے نہیں روکتي کیونکہ انکا مذہبي عمل ھے ' لیکن وہ خلیفۃ المسلمین کو اپني بحري و بري فوجي طاقت سے محصور کرکے مجبور کریگي کہ اسلامي مملکتوں کو غیر مسلموں کے حوالہ کردیں ' اور اسوقت مسلمان دفاع کیلیے اٹھینگے تو کہیگي کہ یہ بغاوت ھے - پھر کیا وہ مسلمانوں کا مذہبي عمل نہ ھوگا ؟ اور کیسا مذہبي عمل ؟ ایسا عمل کہ شرعاً ہزاروں حج سے بڑھکر ' اور حج اسکے لیے چھوڑدیا جاسکتا ھے ' لیکن حج کي خاطر وہ نہیں چھوڑا جاسکتا -

مسلمان اُن مسجدوں اور اُنکے اندر کي نمازوں کو لیکر ھندوستان میں کیا کرینگے جنکي اجازت دیدینے پر برٹش گورنمنٹ کي آزادي کو ناز ھے ' جبکہ شریعت کے وہ احکام اُنکے سامنے آ جائینگے جنکي تعمیل ہزار نمازوں سے بڑھکر اور ہزار روزوں سے زیادہ اشد و اھم ھے ' اور جنکي نافرماني کے بعد نہ تو اُنکي نمازیں ھي اُنکے لیے سود مند رھینگي - نہ اُنکے روزے ھي اُن کو نجات دلا سکینگے ؟

(ترک موالات)

اس صورت میں مسلمانوں پر ترک و اختیار' دونوں طرح کے احکام شرعاً عائد ھونگے - " ترک " سے مقصود یہ ھے کہ بہت سي باتیں جو اسوقت کر رھے ھیں ' ترک کر دیني پڑینگي - " اختیار " سے مقصود یہ ھے کہ بہت سي باتیں جو اسوقت نہیں کر رھے ' کرني پڑینگي -

اس سلسله میں سب سے پہلي چیز وہ ھے جسکو شریعت نے " ترک موالات " سے تعبیر کیا ھے - یعني جو غیر مسلم مسلمانوں کے حریف و دشمن اور حمله آور فریق کا حکم رکھتے ھوں ' اُنسے کوئي تعلق ایسا نه رکھنا جو محبت ' خدمت ' اور اعانت کا تعلق ھو - اگر کوئي مسلمان ایسا تعلق رکھیگا ' تو اُسکا شمار بھي شریعت کے نزدیک اُنھي غیر مسلموں میں ھوگا - مسلمانوں میں نه ھوگا -

قرآن حکیم نے اس بارے میں ایک اصولي تقسیم کردي ھے - تمام غیر مسلم اقوام و افراد کو دو قسموں میں بانٹ دیا ھے - ایک قسم اُن غیر مسلموں کي ھے جو نه تو مسلمانوں سے لڑتے ھیں - نه انپر حمله آور ھیں ' نه اُنکي آبادیوں پر قابض ھونا چاھتے ھیں - دوسري قسم اُن غیر مسلموں کي ھے جو یه ساري باتیں کر رھے ھیں - یعني لڑتے ھیں ' حمله آور ھیں ' اسلامي ممالک پر قبضه کرنا چاھتے ھیں -

اسلام کا حکم یه ھے که پہلي قسم کے غیر مسلموں کے ساتھه مسلمانوں کو نیکي و محبت اور ھر طرح کے احسان و خیر خواھي کا سلوک کرنا چاھیے - اسلام اس سے ھرگز مانع نہیں - عالمگیر محبت اسکي دعوة حق کا اصل الاصول ھے - البته دوسري قسم کے غیر مسلموں کے ساتھه وہ اجازت نہیں دیتا که اس طرح کا کوئي علاقه بھي مسلمان رکھیں - اگر رکھینگے تو اُنکا شمار بھي الله اور اسکي شریعت کے دشمنوں میں ھوگا - ایک مسلمان کے سارے گناھوں سے شریعت درگزر کرلے سکتي ھے ' لیکن اگر وہ اُن غیر مسلموں سے محبت کرتا ھے ' یا کسي طرح کا واسطه رکھتا ھے ' تو یه گناہ نہیں ھے - نفاق ھے - اور منافق مومن نہیں ھے -

---

قران نے یه تقسیم سورۂ ممتحنه میں کردي ھے : لا ینھا کم الله عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین و لم یخرجو کم من دیارکم ' ان تبرو ھم و تقسطوا الیھم ' ان الله یحب المقسطین - انما ینھا کم الله عن الذین قاتلو کم فی الدین و اخرجو کم عن دیارکم و ظاھرو اعلی اخراجکم ' ان تولو ھم ' و من یتولہم فاولٰئک ھم الظلمون - [٦٠ : ١٠]

اور اسی سورۃ کے اوائل میں فرمایا : یا ایھا الذین آمنوا ! لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ' تلقون الیھم بالمودہ وقد کفروا بما جاءکم من الحق ؟ الخ مسلمانو ! جو غیر مسلم تمہارے اور تمہارے خدا کے دشمن ہیں ' اُنکو اپنا دوست نہ بناؤ - اور سورۂ مائدہ میں ہے : لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء ' بعضھم اولیاء بعض - و من یتولھم منکم فانہ منکم (۵ : ۵۴) اُن یہود و نصاری کو جو مسلمانوں کی دشمنی اور نقصان رسانی میں سرگرم ہوں ' اپنا دوست نہ بناؤ - اور جو مسلمان بنائیگا ' خدا کے حضور اسکا شمار بھی اُنہی میں ہوگا - اس سے بھی زیادہ واضح فرمایا : لا یتخذا المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین (۳ : ۲۸) اور لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین (۴ : ۱۴۳) یعنی جبکہ غیر مسلموں اور مسلمانوں میں باہم جنگ ہو ' تو مسلمانوں کو نہیں چاہیے کہ اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر اُن کے دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں - " من دون المومنین " جہاں جہاں آیا ہے ' اس نے واضح کردیا ہے کہ مقصود ہر قسم کے غیر مسلموں سے ترک موالات نہیں ہے ' بلکہ ایک خاص قسم اور ایک خاص حالت - اسی طرح سورہ عمران میں ہے : لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا - ودوا ما عنتم ' قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی فی صدورھم اکبر (۳ : ۱۱۸)

(واقعۂ حاطب بن ابی بلتعہ)

سورۂ ممتحنہ کے شان نزول کا واقعہ اس بارے میں مسلمانوں کیلیے بڑا ہی عبرت انگیز ہے - بخاری و مسلم میں حضرت علی سے مروی ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ مہاجرین صحابہ اور شرکاء بدر میں سے تھے - آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائی کا قصد کیا تو انہوں نے کسی بری نیت سے نہیں ' صرف اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے ایک خط لکھکر مکہ میں اطلاع دیدینی چاہی - وحی الہی سے آنحضرت اسپر مطلع ہوگئے اور راستے ہی میں سے خط پکڑوا منگوایا - جب حاطب سے پوچھا گیا تو انہوں نے معذرت کی اور کہا " ما فعلت ھذا کفرا و لا ارتدادا " حضرۃ عمر نے چاہا کہ انہیں قتل کردیں اور کہا " انہ منافق - قد خان اللہ و رسولہ " یہ منافق ہے - اس نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھہ خیانت کی ! اسپر سورۂ ممتحنہ کا نزول ہوا :

اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑی ہی عبرت ہے - حاطب بن ابی بلتعہ مہاجرین و بدریین میں سے تھے - انہوں نے صرف اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے خیال سے خط لکھا تھا - لیکن اسپر بھی اللہ کی جانب سے یہ عتاب نازل ہوا ' اور حضرۃ عمر قتل کردینے کیلیے اٹھے کہ یہ منافق ہے - غور کرنا چاہیے کہ جب باوجود علاقۂ قرابت ' مخالف و محارب فریق کے ساتھہ اتنا تعلق بھی گوارا نہیں کیا گیا ' تو پھر اُن مسلمانوں کا شرعاً کیا حکم ہونا چاہیے جو باوجود برٹش گورنمنٹ کے محارب فریق ہونے کے ' ہر طرح کی محبت و موالات اور اعانت و نصرت کے تعلقات اُسکے ساتھہ رکھتے ہیں - اور جنکا ابتک یہ حال ہے کہ اُسکے درباروں کے دیے ہوے بے سود خطابوں تک کو اپنے دین و ایمان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں ؟ علی الخصوص اُن مدعیان علم و تقدس کا حال قابل تماشا ہے جنکو اُنکی بارگاہوں سے " شمس العلماء " کے خطابات ملے ہیں ' اور جو اپنے تئیں اسلام کی دینی ریاست کا اولین حقدار اور مسلمانوں کی مذہبی پیشوائی کا سب سے زیادہ مستحق ظاہر کرتے ہیں - یا سبحان اللہ ! مسلمانوں پر اُنکی قومی بدبختی کا اس سے بڑھکر اور کون سا وقت آ سکتا ہے ؟ جن لوگوں کو اسلام اور اسکی کتاب قطعاً منافق قرار دے رہی ہو ' اور جو اللہ کے نزدیک اسکے بھی حقدار نہیں کہ مسلمانوں کی صف میں جگہ پائیں ' اُنکو مسلمانوں کی دینی ریاست و پیشوائی کا دعوی ہے ' وہ مسلمانوں کی بڑی بڑی درسگاہوں کے مالک ہیں جہاں صبح شام انہی کتابوں کا درس دیا جاتا ہے جن میں یہ تمام احکام درج ہیں ' اور پھر اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بہت سے مسلمان ہیں جو انکی پیشوائی کو جان و دل سے مان رہے ہیں ' اور اُنکے آگے عقیدت و ارادت کا سر جھکا کر اللہ اور اُسکے رسول سے گردن موڑ رہے ہیں !

مدار روزگار سفلہ پرور را تماشا کن !

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ' أیبتغون عندھم العزۃ ؟ فان العزۃ للہ جمیعا ! (۴ : ۱۳۸)	جو مسلمان ' مسلمانوں کو چھوڑ کر انکے مخالف غیر مسلموں کو اپنا دوست بنا رہے ہیں ' تو کیا وہ چاہتے ہیں کہ اُنکی بارگاہوں سے عزت حاصل کریں ؟ اگر عزت ہی کی طلب ہے تو یاد رکھیں کہ اصلی

اور سچی عزت دینے والے وہ نہیں ہیں - ہر طرح کی عزتیں اللہ ہی کیلیے ہیں ' اور ایک مسلمان کو ملسکتی ہیں تو اسی کی چوکھٹ سے -

سورۂ نساء میں یہ تمام خصلتیں منافقوں کی قرار دی ہیں - اُنکا حال یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں اسلام و کفر' دونوں سے ساز باز رکھنا چاہتے ہیں - یعنی وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی رہیں' اور اسلام کے مخالفوں سے بھی رسم و راہ جاری رہے - مذبذبین بین ذالک - لا الی ھا ولاء' ولا الی ھا ولاء (۴ : ۱۴۳) تو ایسے لوگوں کی نسبت فرمایا: یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین - اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا ؟ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار (۴ : ۱۴۳)

اسلام تو ایک مسلمان کیلیے اسکو بھی جائز نہیں رکھتا کہ اگر اسکے ماں باپ ' بھائی بہن ' مسلمانوں سے لڑ رہے ہوں ' تو اُنسے بھی کسی طرح کا واسطہ رکھے : لا تتخذوا اباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولہم منکم فاولٰئک ھم الظالمون [۹ ; ۲۳] اور جو مسلمان ایسے وقتوں میں محارب غیر مسلموں سے محبت و اعانت کا تعلق رکھیں' خواہ وہ اُنکے ماں باپ ہی کیوں نہوں' انکے مومن ہونے کی صاف صاف نفی کررہا ہے : لا تجد قوما یومنون باللہ و الیوم الاخر' یوادون من حاد اللہ ورسولہ و لو کانوا ابائہم (۵۸ : ۲۲) مہاجرین صحابہ نے اس حکم کی تصویر بنکر دنیا کو دکھلادیا کہ ایمان کے معنی کیا ہیں ؟

پس اب فیصلہ کرلو کہ اُن لوگوں کا حکم کیا ہونا چاہیے جو ایسے وقتوں میں بھی محارب غیر مسلموں کے دیے ہوے خطابوں سے پیار کرینگے ' اُن کے دیے ہوے تمغوں کو (جن میں سے اکثر اسلام فروشی ہی کے صلے میں ملے ہیں) اپنے سینوں پر جگہ دینگے ' اُنکی بارگاہوں میں جاکر اطاعت و تعبد کا سر جھکائینگے ' اور آہ ' ان سب سے بھی بڑھکر وہ ' جو اُنکی راہوں میں غلاموں کی طرح بچھینگے ' اُنکے حکموں پر کتوں کی طرح لوٹینگے ' اُنکی خدمت و چاکری کے عشق میں اپنے دین و ایمان کے ایک ایک ذرے تک کو نثار کردینگے ؟ فیا للہ و للمسلمین ! من ھذہ الفاقرۃ التی ھی اعظم فواقر الدین ' و الرزیۃ التی ما رزی بمثلہا سبیل المومنین !

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد

ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

(گورنمنٹ کیلیے اصلی سوال)

گورنمنٹ صرف اپنے فوائد و اغراض کو سامنے رکھکر غور کرلے کہ هندوستان کے کروروں انسانوں کو جو دنیا اور زندگی کی ساری چیزوں سے زیادہ اپنے مذهب کو محبوب رکھتے هوں ' ایک ایسی اٹل اور لاعلاج کشمکش میں ڈالدینا بہتر هوگا جسمیں ایک طرف انکے مذهبی احکام هوں ' دوسری طرف برتش گورنمنٹ ؟ اور دونوں باتیں اس طرح آپس میں لڑ جائیں کہ کسی طرح بھی جمع نہ هو سکیں ؟ اگر انسان کے هاتھ اشارے کرکے طوفانوں اور بجلیوں کو بلاسکتے هیں ' تو یقیناً برتش گورنمنٹ اسوقت اس آدمی کی طرح سمندر کے کنارے کھڑی ہے جو اپنے هاتھوں کو هلا هلاکر طوفانوں کو دعوت دے رها هو -

فی الحقیقت یہ نہ تو کوئی اُلجھاؤ ہے نہ کوئی مشکل مسئلہ - بالکل صاف اور سیدهی سی بات ہے - بشرطیکہ حاکمانہ غرور اور طاقت کے نشہ میں چند لمحوں کیلیے عقل و انصاف کی گنجائش نکالی جاسکے - مسلمانوں کا مطالبہ شرعی احکام کا مطالبہ ہے - اسلام کے احکام کوئی راز نہیں هیں جن تک گورنمنٹ کی رسائی ممکن نہو - چھپی هوئی کتابوں میں مرتب هیں اور مدرسوں کے اندر شب و روز زیر درس و تدریس رهتے هیں - پس گورنمنٹ کو چاهیے کہ صرف اس بات کی جانچ کرلے کہ واقعی اسلام کے شرعی احکام یہی هیں یا نہیں ؟ اگر ثابت هو جاے کہ ایسا هی ہے تو پھر صرف دو هی راهیں گورنمنٹ کے سامنے هونی چاهئیں - یا مسلمانوں کیلیے اُنکے مذهب کو چھوڑ دے ' اور کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے انکے مذهب میں مداخلت هو اور وہ اپنے مذهبی احکام کی بنا پر برتش گورنمنٹ کے خلاف هو جانے پر مجبور هو جائیں - یا اعلان کردے کہ اسکو مسلمانوں کے مذهبی احکام کی کوئی پروا نہیں ہے ' نہ اس پالیسی پر قائم ہے کہ انکے مذهب میں مداخلت نہو - اسکو صرف زیادہ سے زیادہ زمین چاهیے ' زیادہ سے زیادہ حکومت چاهیے ' موصل کے تیل کے چشمے چاهئیں ' عراق کی زرخیز زمین کی دولت چاهیے ' اور اسلامی خلافت کا خاتمہ ' تاکہ دنیا میں اسکا مشرقی حریف باقی نہ رہے - اگر ایسا کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے مذهبی احکام باطل هوتے هیں تو هوں - اگر انپر طرح طرح کے اشد فرائض عائد هو جاتے هیں تو هوا کریں - اُنکو هر حال میں برتش گورنمنٹ کا وفادار غلام بنا رهنا چاهیے ' اگرچہ اسکی خاطر اپنے مذهب سے بھی دست بردار هو جانا پڑے -

اسکے بعد مسلمانوں کیلیے بھي نہایت آسان هو جائیگا که اپنا وقت بے سود شور و فغاں میں ضائع نه کریں ' اور برٹش گورنمنٹ اور اسلام ' ان دونوں میں سے کوئي ایک بات اپنے لیے پسند کرلیں -

فصل

(راہ عمــــل)

لیکن همارے لیے اصلي سوال اب یه نہیں رها ھے که گورنمنٹ کو کیا کرنا تھا ؟ صرف یه ھے که همیں کیا کرنا چاهیے ؟

اس بارے میں راہ عمل مسلمانوں کیلیے همیشه سے ایک هي رهي ھے ' اور همیشه کي طرح اب بهي ایک هي ھے - میں نے همیشه مسلمانوں کو اسي کي طرف بلایا ھے ' اور جب کبهي میري زبان بلانے کیلیے کهلیگي تو صرف اسي کیلیے کهلیگي - یعني هندوستان کے مسلمان اپني جماعتي زندگي کي اس معصیت سے باز آجائیں جسمیں ایک عرصه سے مبتلا هیں ' اور جسکي وجه سے فوز و فلاح کے تمام دروازے انپر بند هوگئے هیں -

" جماعتي زندگي کي معصیت " سے مقصود یه ھے که ان میں ایک " جماعت " بذکر رهنے کا شرعي نظام مفقود هوگیا ھے - وہ بالکل اس گلے کي طرح هیں جسکا انبوہ جنگل کي جهاڑیوں میں منتشر هوکر گم هوگیا هو - وہ بسا اوقات یکجا اکٹھے هوکر اپني جماعتي قوت کي نمایش کرنا چاهتے هیں - کمیٹیاں بناتے هیں - کانفرنسیں منعقد کرتے هیں - لیکن یه تمام اجتماعي نمائشیں شریعت کی نظروں میں " بھیڑ " اور " انبوہ " کا حکم رکھتي هیں - " جماعت " کا حکم نہیں رکھتیں - " بھیڑ " اور " جماعت " میں فرق ھے - پہلي چیز بازاروں میں نظر آجاتي ھے جب کوئي تماشه هو رها هو - دوسری چیز جمعه کے دن مسجدوں میں دیکھي جا سکتي ھے جب هزاروں انسانوں کي منظم و مرتب صفیں ایک مقصد ' ایک جهت ' ایک حالت ' اور ایک هي کے پیچھے مجتمع هوتي هیں -

شریعت نے مسلمانوں کیلیے جہاں انفرادي زندگي کے اعمال مقرر کردیے هیں ' وهاں انکے لیے ایک اجتماعي نظام بهي قرار دیدیا ھے - وہ

کہتي ھے کہ زندگي اجتماع کا نام ھے - افراد و اشخاص کوئي شے نہیں - جب کوئي قوم اس نظام کو ترک کردیتي ھے تو گو اسکے افراد فرداً فرداً کتنے ھي شخصي اعمال و طاعات میں سرگرم ھوں، لیکن یہ سرگرمیاں اس بارے میں کچھہ سود مند نہیں ھوسکتیں، اور قوم جماعتي معصیت میں مبتلا ھوجاتي ھے - قران و سنۃ نے بتلایا ھے کہ شخصي زندگي کے معاصي کسي قوم کو یکایک برباد نہیں کردیتے - اشخاص کي معصیت کا زھر آھستہ آھستہ کام کرتا ھے - لیکن جماعتي زندگي کي معصیت کا تخم (یعني نظام جماعتي کا نہونا) ایسا تخم ھلاکت ھے جو فوراً بربادي کا پھل لاتا ھے اور پوري قوم تباہ ھو جاتي ھے -

شخصي اعمال کي اصلاح و درستگي بھي نظام اجتماعي کے قیام پر موقوف ھے - مسلمانان ھند جماعتي زندگي کي معصیت میں مبتلا ھیں - اور جب جماعتي معصیت سب پر چھا گئي ھے تو افراد کي اصلاح کیونکر ھوسکتي ھے ؟

کتاب و سنۃ نے جماعتي زندگي کے تین رکن بتلائے ھیں :

تمام لوگ کسي ایک صاحب علم و عمل مسلمان پر جمع ھوجائیں -

وہ جو کچھہ تعلیم دے، ایمان و صداقت کے ساتھہ قبول کریں -

قرآن و سنت کے ماتحت اسکے جو کچھہ احکام ھوں، اُنکي بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں -

سب کي زبانیں گونگي ھوں - صرف اسي کي زبان گویا ھو - سب کے دماغ بیکار ھوجائیں - صرف اُسي کا دماغ کار فرما ھو - لوگوں کے پاس نہ زبان ھو نہ دماغ - صرف دل ھو جو قبول کرے، صرف ھاتھہ پاؤں ھوں جو عمل کریں !

اگر ایسا نہیں ھے، تو ایک بھیڑ ھے، ایک انبوہ ھے، جانوروں کا ایک جنگل ھے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ھے، مگر نہ تو " جماعت " ھے نہ " امت " - نہ " قوم " نہ " اجتماع " - اینٹیں ھیں مگر دیوار نہیں - کنکر ھیں مگر پہاڑ نہیں - قطرے ھیں مگر دریا نہیں - کڑیاں ھیں جو ٹکڑے ٹکڑے کردي جاسکتي ھیں، مگر زنجیر نہیں ھے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کرلے سکتي ھے -

یہ وقت فصل کاٹنے کا تھا ' نہ کہ دانہ ڈالنے کا - لیکن مسلمانوں نے اپنے جد و جہد کی تمام گذشتہ زندگی گمگشتگی و بے حاصلی میں ضائع کردی - حتی کہ سچ مچ وہ وقت آگیا جسکی تباهیوں کا تخیل پیدا کرکے کبھی ڈرانے والے ڈرایا کرتے تھے : فقد جاء اشراطها - فانی لهم اذجا ئتهم ذکراهم ؟ (۴۷ : ۲۱) اب بھی اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور غم ہونا چاهیے تو اسی کا - سچے کام کے کرنے میں کتنی ہی دیر ہوجاے ' مگر جب کبھی کیا جاے ' سچائی ہے - اسکے لیے نہ تو کوئی وقت نا موافق ہے نہ کوئی جگہ مخالف - اسکے کرنے میں جسقدر دیر کی جائیگی ' معصیت اور هلاکی ہے - لیکن جب کبھی بھی کردیا جاے ' سچائی اور نیکی ہے ' اور اسکا ثمرہ زندگی اور کامرانی - تمهاری سب سے بڑی گمراهی یہ ہے کہ خاص خاص وقتوں میں خاص خاص کاموں کا نام سن پاتے ہو ' اور پھر چیخنے چلانے لگتے ہو ' اور جسطرح اونگھتا ہوا آدمی ایک مرتبہ چونک اُٹھتا ہے ' یکایک اعتقاد اور عمل ' دونوں تمہیں یاد آ جاتے ہیں - حالانکہ نہ تو خاص خاص وقتوں ہی میں تمهاری مصیبت وجود میں آتی ہے - نہ کامیابی کی راہ کسی خاص کام کے پڑجانے پر موقوف ہے - تمهاری مصیبت دائمی ' تمهارا ماتم همیشگی کا ' تمهارا روگ تمهاری هڈیوں کے اندر سمایا هوا اور چوبیس گھنٹے تمهارے ساتھ ہے - اور ٹھیک اُسی کیطرح تمهاری کامیابی و خوشحالی بھی هر وقت تمهارے سایے کے ساتھہ ساتھہ دوڑ رهی ہے - تم وقت پر سامنے آ جانے والی چیزوں کی فکر نہ کرو ' بلکہ اپنا همیشہ کا معاملہ ایک مرتبہ درست کرلو - جبتک دل و جگر کا علاج نہوگا ' روز نئے نئے روگ لگتے رہینگے - خلافت کا مسئلہ کل سے سامنے آیا ہے ' مگر تمهاری بربادی کا مسئلہ کل هی سے نہیں شروع ہوا - پس نادانو ! تمهارا اصلی کام کوئی خاص مسئلہ اور کوئی خاص تحریک نہیں ہے - همیشہ سے اور همیشہ کیلیے صرف یہی ہے کہ " هندوستان کے مسلمانوں کو مسلمان بننا چاهیے ' اور قوم و فرد ' دونوں اعتبارون سے ٹھیک ٹھیک اسلامی زندگی اختیار کرلینی چاهیے " اس ایک کام کے انجام دینے پر سارے کام خود بخود انجام پا جائینگے صرف نظر بندوں کے استقبال میں گرد و خاک نہ اڑاتے رهو - غفلت کے بندو ! اپنے ایمان کے سراغ میں نکلو کہ اس نے کیوں تم کو همیشے کیلیے چھوڑ دیا ہے ؟

درازي شب و بيــداري من اين همه هست
ز بخت من خبــر آريد تا كجـــا خفتست

اسي مسئلۂ خلافت كو ديكهو! شرعي اور سياسي دونوں پهلوؤں سے كسقدر اهم اور نازك معامله هے؟ اگر آج مسلمانوں ميں آنكے ائمۂ و مشاهير موجود هوتے، تو انميں سے بهي هر شخص زبان نه كهولتا، كسي ايك صاحب نظر و عمل كے احكام پر سب كاربند هو جاتے - ليكن اسكے مقابله ميں آج تمهارا كيا حال هو رها هے؟ كميٹيوں اور تجويزوں كي عادت برسوں سے پڑي هوئي هے - اسي فيدنچي سے اس پهاڑ كو بهي كترنا چاهتے هو - هر زبان تجويزيں پيش كر رهي هے - هر قلم امام و مجتهد كي طرح احكام نافذ كر رها هے - كوئي كچهه كهتا هے - كوئي كچهه كهتا هے - كوئي دهنے بلاتا هے - كوئي بائيں - كيا اس طوائف الملوكي اور ذهني اناركي كے ساتهه جو عالم فكر و نظر كا ايك پورا پورا غدر هے، يه مهم سر هوسكتي هے؟

شرعي پهلو سے مسئله كا يه حال، كه ايك صاحب نظر و اجتهاد دماغ كي ضرورت هے جسكا قلب كتاب و سنة كے معارف و غوامض سے معمور هو - وه اصول شرعيه كو مسلمانان هند كي موجوده حالت پر، انكے توطن هند كي حديث العهد نوعيت پر، ايك ايك لمحه كے اندر متغير هو جانے والے حوادث جنگ و صلح پر، ٹهيك ٹهيك منطبق كرے، اور پهر تمام مصالح و مقاصد شرعيۂ و مليه كے تحفظ و توازن كے بعد فتوي شرع صادر كرتا رهے - نه هر عالم اسكا اهل هے - نه هر مدرسه نشين اس كا اسرار شناس -

سياسي پهلو سے ديكها جاے تو جو كام فوجوں اور حكومتوں كي طاقت سے انجام پاسكتا هے، اسكو تم صرف اپني جماعتي قوت كے استعمال سے حاصل كرنا چاهتے هو - پهر كسقدر نامرادي هے كه وه قوت بهي ناپيد هے؟

بلاشبه لوگوں ميں احساس اور طلب كي كمي نهيں - نه جوش و سرگرمي كي كمي هے، اور يه بڑي هي قيمتي چيز هے - ليكن اگر صحيح راه عمل اختيار نه كي گئي تو يهي بات سب سے زياده مضر بهي هو جاسكتي هے - جذبات كي مثال استيم كي سي هے - بغير استيم كے كچهه نهيں هوسكتا، ليكن وه بهي بغير مشين اور سائق (ڈرايور) كے كچهه نهيں كرسكتي - مشين اسكي طاقت كو ترتيب ديتي، اور ڈرايور اس سے كام ليتا هے - اگر يه دونوں باتيں

نہیں ہیں ' تو اس سے زیادہ کوئی خطرناک اور مہلک چیز بھی نہیں ہوسکتی - کاش وہ نہ ہوتی - وہ ٹرین کو منزل مقصود پر پہنچاتی ہے ' مگر انجنوں کو ٹکرا کر ہزاروں انسانوں کو ہلاک بھی کردیتی ہے !

" جذبات " اُسی وقت کام دیسکتے ہیں ' جب انکو مرتب کرنے اور انپر حکم و قضاء کیلیے " ادراک " اور " دماغ " بھی موجود ہو - و ذلک من عمل النبوة ' و لکن لا یعقلها الا العالمون -

بہر حال اسوقت ' اور ہمیشہ سے ' اور ہمیشہ کیلیے ' " راہ عمل " یہی ہے کہ مسلمان سب سے پہلے اسلام کی جماعتی زندگی اختیار کرلیں - اسی پر مسئلۂ خلافت اسلامی کے بھی تمام مہمات و اعمال موقوف ہیں -

(آل انڈیا خلافت کمیٹی اور فراہمی زر اعانة)

تمام مسلمانوں کو اُن ہمدردان ملت کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے آل انڈیا خلافت کمیٹی کی بنیاد ڈالی اور تمام ملک میں اسکی شاخوں کے قیام کا سرو سامان کیا - اس کمیٹی کا قیام وقت کا صحیح اور مفید کام ہے بشرطیکہ پوری مستعدی کے ساتھہ ایک کثیر و طاقتور فنڈ کی فراہمی میں مسلمان اسکا ساتھہ دیں - ہر حال میں پہلی اور ناگزیر منزل مال کی پیش آتی ہے - روپیہ کی ایک بڑی مقدار بجاے خود کام اور طاقت ہے -

خلافت کمیٹی کو تبلیغ و اشاعت کا وسیلہ اور فنڈ کی فراہمی کا نظام سمجھنا چاہیے ' اور اسکا کام پوری مستعدی اور سرگرمی سے جاری رہنا چاہیے - ہندوستان کا کوئی گوشہ ' کوئی آبادی ' کوئی گاؤں ' خلافت کمیٹی سے خالی نہ رہے - نہ کوئی مسلمان ایسا باقی رہے جو ہندوستان میں بستا ہو اور خلافت فنڈ کیلیے اس سے چندہ نہ مانگا گیا ہو -

تم نے غور سے سنا یا نہیں ؟ میں نے کیا کہا ؟ میں نے کہا " چندہ نہ مانگا گیا ہو " - یہ نہیں کہا کہ " چندہ دیا ہو " - یعنی اگر تم ہزار طرح کی فکروں اور نئی نئی تجویزوں اور سوالوں سے بالکل خالی الذہن ہوکر مہینے دو مہینے کے اندر صرف یہی دو کام انجام دیدو - ایک زمین کا - دوسرا انسانوں کا - زمین کا یہ کہ کوئی گوشہ خلافة کمیٹی کے وجود سے خالی نہ رہے - انسانوں کا یہ کہ کسی مسلمان فرد کے کان طلب اعانت کے سوال سے نا آشنا نہ رہجائیں ' تو یاد رکھو کہ بجاے خود یہ ایک بڑا سے بڑا کام ہوگا جو تم ہندوستان میں انجام دیسکتے ہو -

جو لوگ ایثار و قربانی کی بڑی بڑی مہموں کا دعوا کیا کرتے هیں ' انکو سب سے پہلے مالی قربانی کی ابتدائی اور سہل ترین منزل سے گزر جانا چاهیے - اگر وہ روپیه بهی نہیں دیسکتے اور اسکی فراهمی کی زحمت بهی انسے جهیلی نہیں جا سکتی ' تو پهر خواہ کتنے هی بڑی بڑی اور پرجوش آمادگیوں کا اظہار کریں ' نه عقل اُنکی تصدیق کریگی ' نه شرع قبول کریگی -

لیکن خلافت کمیٹی کا کام مسلمانوں کو نظام جماعتی و شرعی کے قیام سے مستغنی نہیں کر دیسکتا - خلافت کمیٹی روپیه جمع کریگی - ایجی ٹیشن جاری رکهیگی - تبلیغ و اشاعت کریگی - لیکن نه تو وہ قوم کو سنبهال سکتی هے ' نه کمیٹیوں سے " جماعت " پیدا هوسکتی هے ' نه شرعی نظام کی قائم مقامی هو سکتی هے - وہ خود احکام شرعیه کے علم کیلیے ' اپنے قیام و تکمیل کیلیے ' دفع تفرقۂ و انتشار کیلیے ' اور روح اجتماع و قوام کے نفوذ کیلیے ایک بالا تر قوت حاکمۂ و نافذہ کی محتاج هے - اور اگر وہ نہیں هے تو پهر اسکی هستی بهی قائم نہیں رهسکتی -

نظام شرعی یه نہیں هے که هر شخص فرداً فرداً سونچتا رهے که مسئلۂ خلافت کیلیے کیا کرنا چاهیے ؟ اور اخبارون میں آرٹیکل لکهے جائیں که عملی راہ کیا هونی چاهیے ؟ اور نه هر شخص یا چند آدمیوں کی گڑهی هوئی کمیٹی کو یه حق هے که لوگوں کو کسی راہ کی طرف دعوت دینا شروع کردے - یه کام صرف ایک صاحب نظر و اجتہاد کا هے جسکو قوم نے بالاتفاق تسلیم کر لیا هو - وہ وقت اور حالت پر اصول شریعت کو منطبق کریگا - ایک ایک جزئیۂ حوادث و واقعات پر پوری کار دانی و نکته شناسی کے ساتهه نظر ڈالیگا ' اُمت و شرع کے اصولی مصالح و فوائد اسکے سامنے هونگے - کسی ایک گوشے هی میں ایسا مستغرق نه هو جائیگا که باقی تمام گوشوں سے بے پروا هو جاے :

حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء !

سب سے بڑهکر یه که اعمال مہمۂ اُمت کی راہ میں منہاج نبوت پر اسکا قدم استوار هوگا ' اور ان ساری باتوں کے علم و بصیرة کے بعد هر وقت ' هر تغیر' هر حالت کے لیے احکام شرعیه کا استنباط کریگا

(اتبعون ٬ اهدكم سبيل الرشاد)

عزيزان ملت ! اس طول طويل صحبت ميں جسقدر باتيں ميں نے تم سے كهي هيں٬ اُن ميں كوئي بات بهي ايسي نهيں هے جو ميري زبان پر نئي هو - بلكه يه تمام وهي باتيں هيں جو پچهلے دس سالوں سے برابر كهتا رها هوں ٬ اور اگر الهلال و البلاغ كي پيهم صدائيں تمهارے حافظه ميں فراموش نهيں هوگئي هيں ٬ تو تم اسكي تصديق كرسكتے هو - تمهارے رهبروں اور پيشواؤں كي رائيں اور صدائيں كتني هي مضطرب و متزلزل رهي هوں ٬ ليكن ميري طرف ديكهو ! ميں ايك انسان تم ميں موجود هوں جو دس سال سے صرف ايك هي صداے دعوة بلند كررها ٬ اور صرف ايك هي بات كي جانب تڑپ تڑپ كر بلا رها اور لوٹ لوٹ كر پكار رها هے - و لكن لا تحبون الناصحين (۷ : ۲۸) مگر افسوس كه تم حقيقي اور سچي بات كهنے والوں كو پسند نهيں كرتے - تم نمائش كے پجاري ٬ شور و هنگامه كے بندے٬ اور وقتي جذبات و انفجار هيجان كي مخلوق هو - تم ميں نه امتياز هے نه نظر - نه تم جانتے هو نه پهچانتے هو - تم جسقدر تيز دوڑ كر آتے هو٬ اُتني هي تيزي كے ساتهه فرار بهي كر جاتے هو - تمهاري اطاعت جسقدر سهل هے اور تمهاري ارادت جتني سستي ٬ اُتناهي تمهاري انحراف آسان هے ٬ اور اُسي نسبت سے تمهاري مخالفت بهي ارزان هے - پس نه تو تمهاري تحسين كي كوئي قيمت ٬ نه تمهارى توهين كا كوئى وزن - نه تمهارے پاس دماغ هے نه دل - وساوس هيں جنكو تم افكار سمجهتے هو - خطرات هيں جنكو تم عزائم كهتے هو - خدارا بتلاؤ ! ميں تمهارے ساتهه كيا كروں ؟ كيا يه سچ نهيں هے كه آج جن باتوں كيليے تم رو رهے هو٬ يه وهي باتيں هيں جو ايك زمانے ميں ميري زبان سے فرياد كا اضطراب اور طلب كي چيخ بنكر نكلتي تهيں ٬ مگر تمهارے سينے كے اندر پتهر كا ايك ٹكره هے ٬ اس سے ٹكرا ٹكرا كر واپس آ جاتي تهيں ٬ اور تم يكقلم انكار و اعراض ميں غرق تهے ؟

تم نے هميشه اعراض كيا - تم نے اعراض هي نهيں كيا ٬ بلكه جعلوا اصابعهم في آذانهم ٬ و استغشوا ثيابهم ٬ و اصروا ٬ و استكبروا استكبارا [۷۱ : ۷] كي ساري سنتيں غفلت و انكاركي تازه كرديں - ميں نے تم ميں سے هر گروه كو ٹٹولا - ميں نے دلوں اور روحوں كا ايك ايك گوشه

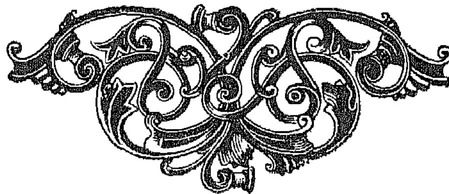
چھان مارا - جب کبھي کوئي بھيڑ ديکھي ' فرياد کي - جب کبھي انسانوں کو ديکھا اپني طرف بلايا - ليکن فلم يزد هم دعائي الا فرارا [۷۱ : ۶] بہت کم روحيں ايسي نکليں جنکو حقيقت کا فہم ہو ' اور بہت کم دل ايسے ملے جو طلب و عشق سے معمور ہوں - يہانتک کہ ميں تمہاري آباديوں سے الگ ہوکر رانچي کے گوشۂ قيد و بند ميں چلا گيا ' اور خدا ھي بہتر جانتا ہے کہ وہاں بھي ميري صبحيں اور ميري شاميں کن فکروں اور کاموں ميں بسر ہوتي رہيں - اب ميں پھر تم ميں واپس آ گيا ہوں - ليکن تمہاري بھيڑوں اور غولوں ميں سچي جستجو کا چہرہ اسي طرح مفقود ہے ' جيسا کہ هميشه سے مفقود رہا ہے - ابتک حقيقت شناسي کي کوئي گيرائي تم ميں نظر نہيں آتي - تم مجھے بلاتے ہو کہ استقبال سے بھرے ہوے ريلوے اسٹيشنوں پر اتارو ' اور ايسے پرجوش انسانوں کے نعرے سناؤ جنکے ہاتھوں ميں فتح مند فوجوں کي طرح جھنڈياں ہوں ' اور پھر اتنے انسان ميري گاڑي کے چاروں طرف اکٹھے کردو کہ انکے هجوم ميں دو چار آدميوں کا خون ہو جاے ' مگر آہ ! ميں تمہاري ان بھيڑوں کو ليکر کيا کروں جب تمہارے دلوں ميں سناٹا چھايا ہوا ہے ' اور تمہارے اس جوش استقبال سے مجھے کيا خوشي ہو جب تمہاري روحيں موت کي افسردگي سے مرجھائي ہوئي ہيں - افسوس ! تم ميں کوئي نہيں جو ميري زبان سمجھتا ہو - تم ميں کوئي نہيں جو ميرا شناسا ہو - ميں سچ سچ کہتا ہوں کہ تمہارے اس پورے ملک ميں ايک بے يار و آشنا غريب الوطن ہوں :

من بهر جمعيتے نالاں شدم * جفت خوشحالاں و بد حالاں شدم
هر کسے از ظن خود شد يار من * وز درون من نه جست اسرار من
سر من از نالۂ من دور نيست * ليک کس را گوش آن منظور نيست

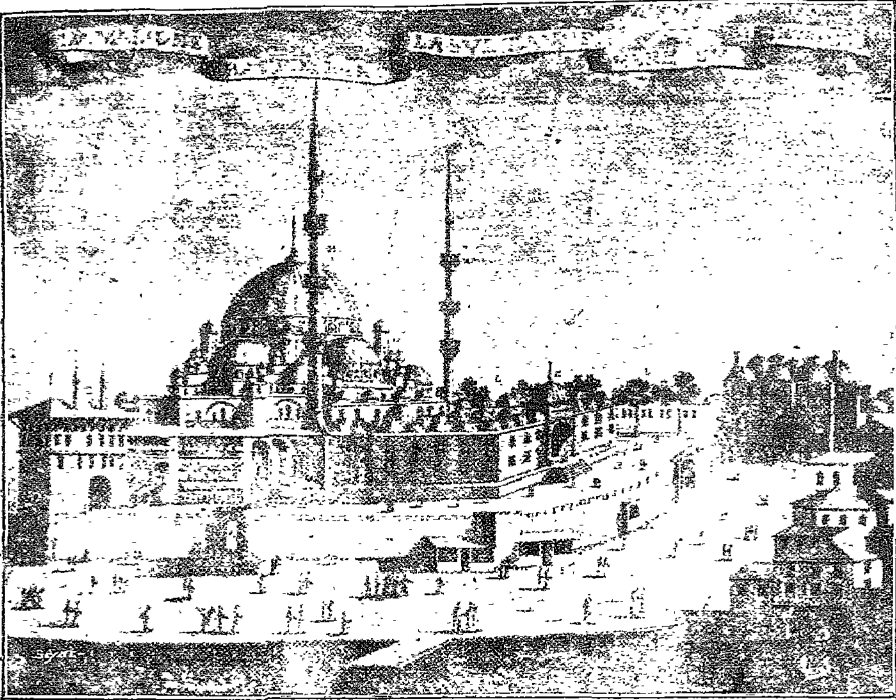
ميري راہوں ميں نہ کبھي تبديلي ہوئي نہ ميرے سفر ميں کبھي يمين و يسار کا تذبذب پيش آيا ہے - تبديلياں فکروں ميں ہوسکتي ہيں ' قياسوں ميں ہوسکتي ہيں ' پوليٹکل حکمت عمليوں ميں ہوسکتي ہيں ' انساني تقليد اسکا سر چشمہ ہے ' اور انسانوں اور قوموں کا اتباع اسکا منبع ' ليکن ان عقائد ميں کبھي تبديلي نہيں ہوسکتي جو وحي و تنزيل کي اٹل اور دائمي ہدايتوں سے ماخوذ ہوں - الحمد لله کہ ميں جو کچھ کہتا اور کرتا رہا ' وہ ميرے عقائد و معلومات تھے ' تمہارے بڑوں کي طرح آراء

و مظنونات نه تھے - و ان الظن لا یغني من الحق شیئا (۵۳ : ۳) اُسوقت تم میں سے اکثروں نے اعراض کیا ' بہتوں نے استہزاء کیا ' کتنوں ھي نے کہدیا که یه ایک طرح کي مذھبي بغاوت اور ما فوق الفطرۃ دعوؤں کا اعلان ھے : یرید ان یتفضل علینا - بعضوں نے تو فیصله ھي کردیا که یه صرف فصاحت و بلاغت کي ساحري اور ادیبانه افسونگري ھے : اکتتبھا فھي تملي علیه بکرۃ و اصیلا (۲۵ : ۷) لیکن دیکھو ! بالاخر رفته رفته سب نے اپني جگھیں چھوڑدیں - سب اُسي راہ پر چل پڑے - بہتوں نے دانسته ' اور بہتوں نے نا دانسته ' مگر راہ سب نے وھي اختیار کي - آج تم سب اُسي " ما فوق الفطرۃ دعوؤں " اور " ساحرانه فصاحت طرازیوں " کو اپنا اصل الاصول بنائے ھوے ھو ' اور " قیام شریعت " اور " تقدیم و اتباع مذھب " کے ناموں سے اسے موسوم کرتے ھو -

پس جبکه یه تجربۂ و مشاھدہ تمھارے سامنے ھے ' تو آج میں اعلان کرتا ھوں که دوسرے تجربه کا وقت آگیا - راہ عمل کیلیے تمھارا رخ وہ ھے جسکي طرف دوڑ رھے ھو - اور میري راہ وہ ھے جسکي طرف پچھلے صفحوں میں بلا چکا ھوں - تم بارش کے وجود سے انکار تو نہیں کیا کرتے ' مگر منتظر رھتے ھو که پاني برسنے لگ جاے تو اقرار کریں ' لیکن میں ھواؤں میں پاني کي بو سونگھه لینے کا خوگر ھوں ' اور صرف بادلوں ھي کو دیکھه لینا میرے علم کیلیے کافي ھے - پس اگر پچھلا تجربه کافي ھے تو اس سے عبرت پکڑو ' اور اگر ابھي اَور انتظار کرنا چاھتے ھو تو انتظار کر دیکھو - فستذکرون ما اقول لکم ' وافوض امري الی الله - ان الله بصیر بالعباد (۴۰ : ۴۷)

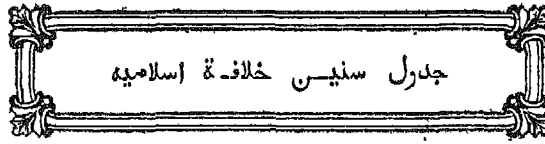


ایڈریا نوپل کی جامع سلیم کا بیرونی منظر



نام نہاد مجلس صلح فیصلہ کرنا چاہتی ہے کہ ولایت ایڈریا نوپل کو
قسطنطنیہ سے الگ کردیا جاے

ضمیمه



عدد	خلفاء		سنه هجري	سنه مسیحي
۱	ابوبکر الصدیق	(رض)	۱۱	۶۳۲
۲	عمر بن الخطاب	(رض)	۱۳	۶۳۴
۳	عثمان بن عفان	(رض)	۲۳	۶۴۴
۴	علي بن ابي طالب	(رض)	۳۵	۶۵۲
	سلسلة بنو امیة			
۵	معاویه بن ابي سفیان		۴۱	۶۶۱
۶	یزید بن معاویه		۶۰	۶۸۰
۷	معاویه بن یزید		۶۴	۶۸۳
۸	مروان بن الحکم		۶۴	۶۸۳
۹	عبد الملک بن مروان		۶۵	۶۸۴
۱۰	الولید بن عبد الملک		۸۶	۷۰۵
۱۱	سلیمان بن عبد الملک		۹۶	۷۱۴
۱۲	عمر بن عبد العزیز		۹۹	۷۱۷
۱۳	یزید بن عبد الملک		۱۰۱	۷۱۹
۱۴	هشام بن عبد الملک		۱۰۵	۷۲۳
۱۵	الولید بن یزید بن عبد الملک		۱۲۵	۷۴۲
۱۶	یزید بن الولید		۱۲۶	۷۴۳
۱۷	ابراهیم بن الولید		۱۲۶	۷۴۳
۱۸	مروان بن محمد بن مروان		۱۲۷	۷۴۴
	سلسلهٔ عباسیه			
۱۹	ابو العباس سفاح		۱۳۲	۷۴۹
۲۰	ابو جعفر منصور		۱۳۷	۷۵۴
۲۱	المهدي بن منصور		۱۵۸	۷۷۴

٢٢	الهادي بن المهدي	١٦٩	٧٨٥
٢٣	هارون الرشيد بن المهدي	١٧٠	٧٨٦
٢٤	محمد الامين بن هارون	١٩٣	٨٠٨
٢٥	المأمون بن هارون	١٩٨	٨١٣
٢٦	المعتصم بن هارون	٢١٨	٨٣٣
٢٧	الواثق بن المعتصم	٢٢٧	٨٤٢
٢٨	المتوكل على الله بن المعتصم	٢٣٢	٨٤٧
٢٩	المستنصر بالله بن المتوكل	٢٤٧	٨٦١
٣٠	المستعين بالله بن المعتصم	٢٤٨	٨٦٢
٣١	المعتز بالله بن المتوكل	٢٥٢	٨٦٦
٣٢	المهتدي بالله بن الواثق	٢٥٥	٨٦٩
٣٣	المعتمد بالله بن المتوكل	٢٥٦	٨٧٠
٣٤	المعتضد بالله بن الموفق	٢٧٩	٨٩٢
٣٥	المقتدر بالله بن الموفق	٢٩٥	٩٠٨
٣٦	الراضي بالله بن المقتدر	٣٢٢	٩٣٣
٣٧	المقتفي بالله بن المقتدر	٣٢٩	٩٤٠
٣٨	المستكفي بالله بن المقتفي	٣٣٣	٩٤٤
٣٩	المطيع بالله بن المقتدر	٣٤٣	٩٤٦
٤٠	الطائع لله بن المطيع	٣٦٣	٩٧٤
٤١	القادر بالله بن المقتدر	٣٨١	٩٩١
٤٢	القائم بامر الله بن القادر	٤٣٢	١٠٣١
٤٣	المقتدي بالله بن القائم	٤٦٧	١٠٧٥
٤٤	المستظهر بالله بن المقتدي	٤٨٧	١٠٩٤
٤٥	المسترشد بالله بن المستظهر	٥١٢	١١١٨
٤٦	الراشد بن المسترشد	٥٢٩	١١٣٥
٤٧	المقتفي بن المستظهر	٥٣٠	١١٣٦
٤٨	المستنجد بالله بن المقتفي	٥٥٥	١١٦٠
٤٩	المستضئي بنور الله بن المستنجد	٥٦٦	١١٧٠
٥٠	الناصر لدين الله بن المستضئي	٥٧٥	١١٨٠
٥١	الظاهر بالله بن الناصر	٦٢٢	١٢٢٥

۵۲	المستنصر بالله بن الظاهر	۶۲۳	۱۲۲۳
۵۳	المستعصم بالله بن المستنصر	۶۴۰	۱۲۴۳

عباسیۂ مصر

۵۴	المستنصر با لله	۶۵۹	۱۲۵۸
۵۵	الحاکم بامر الله	۶۶۱	۱۲۶۲
۵۶	المستکفي با لله	۷۰۱	۱۳۰۱
۵۷	الواثق با لله	۷۴۰	۱۳۳۹
۵۸	الحاکم بامر الله	۷۴۲	۱۳۴۱
۵۹	المعتضد با لله	۷۵۳	۱۳۵۲
۶۰	المتوکل علی الله	۷۶۳	۱۳۶۱
۶۱	الواثق با لله	۷۸۵	۱۳۸۳
۶۲	المستعین با لله	۸۰۸	۱۴۰۱
۶۳	المعتضد با لله	۸۱۵	۱۴۱۲
۶۴	المستکفي با لله	۸۴۰	۱۴۴۱
۶۵	القائم بامر الله	۸۵۴	۱۴۵۰
۶۶	المستنجد با لله	۸۵۹	۱۴۵۴
۶۷	المتوکل علی الله	۸۸۴	۱۴۷۹
۶۸	المستمسک با لله	۹۰۳	۱۴۹۷
۶۹	المتوکل علی الله	۹۱۲	۱۵۰۶

سلسلۂ عثمانیہ

۷۰	سلیم خاں اول	۹۲۳	۱۵۱۷
۷۱	سلیمان اول	۹۲۶	۱۵۲۰
۷۲	سلیم ثاني	۹۷۴	۱۵۶۶
۷۳	مراد ثالث	۹۵۲	۱۵۷۴
۷۴	محمد ثالث	۱۰۰۴	۱۵۹۶
۷۵	احمد اول	۱۰۱۲	۱۶۰۴
۷۶	مصطفی اول	۱۰۲۷	۱۶۱۸
۷۷	عثمان ثاني	۱۰۲۷	۱۶۱۸

۷۸	مراد رابع	۱۰۳۲	۱۶۲۳
۷۹	ابراهیم اول	۱۰۴۹	۱۶۴۰
۸۰	محمد رابع	۱۰۵۳	۱۶۷۴
۸۱	سلیمان ثانی	۱۰۹۹	۱۶۸۷
۸۲	احمد ثانی	۱۱۰۲	۱۶۹۱
۸۳	مصطفی ثانی	۱۱۰۶	۱۶۹۵
۸۴	احمد ثالث	۱۱۱۵	۱۷۰۳
۸۵	محمود اول	۱۱۴۲	۱۷۳۰
۸۶	عثمان ثالث	۱۱۲۸	۱۷۵۴
۸۷	مصطفی ثالث	۱۱۷۱	۱۷۵۷
۸۸	عبد المجید اول	۱۱۸۷	۱۷۷۳
۸۹	سلیم ثالث	۱۲۰۳	۱۷۸۹
۹۰	مصطفی رابع	۱۲۲۲	۱۸۰۷
۹۱	محمود ثانی	۱۲۲۳	۱۸۰۸
۹۲	عبد المجید	۱۲۵۵	۱۸۳۹
۹۳	عبد العزیز	۱۲۷۷	۱۸۶۱
۹۴	مراد خامس	۱۲۹۳	۱۸۷۶
۹۵	عبد الحمید ثانی	۱۲۹۳	۱۸۷۶
۹۶	محمد خامس		
۹۷	امیر المومنین السلطان محمد خاں سادس - خلد الله ملکه و شوکته -		

تصحیح

صفحه ۶۹ - سطر ۲۷ - میں ہے که حافظ عسقلانی اور قاضی عینی نے آٹھویں صدی میں بخاری کی شرحیں لکھیں - اسکو یوں پڑھنا چاہیے : " آٹھویں صدی یا نویں صدی کے اوائل میں "

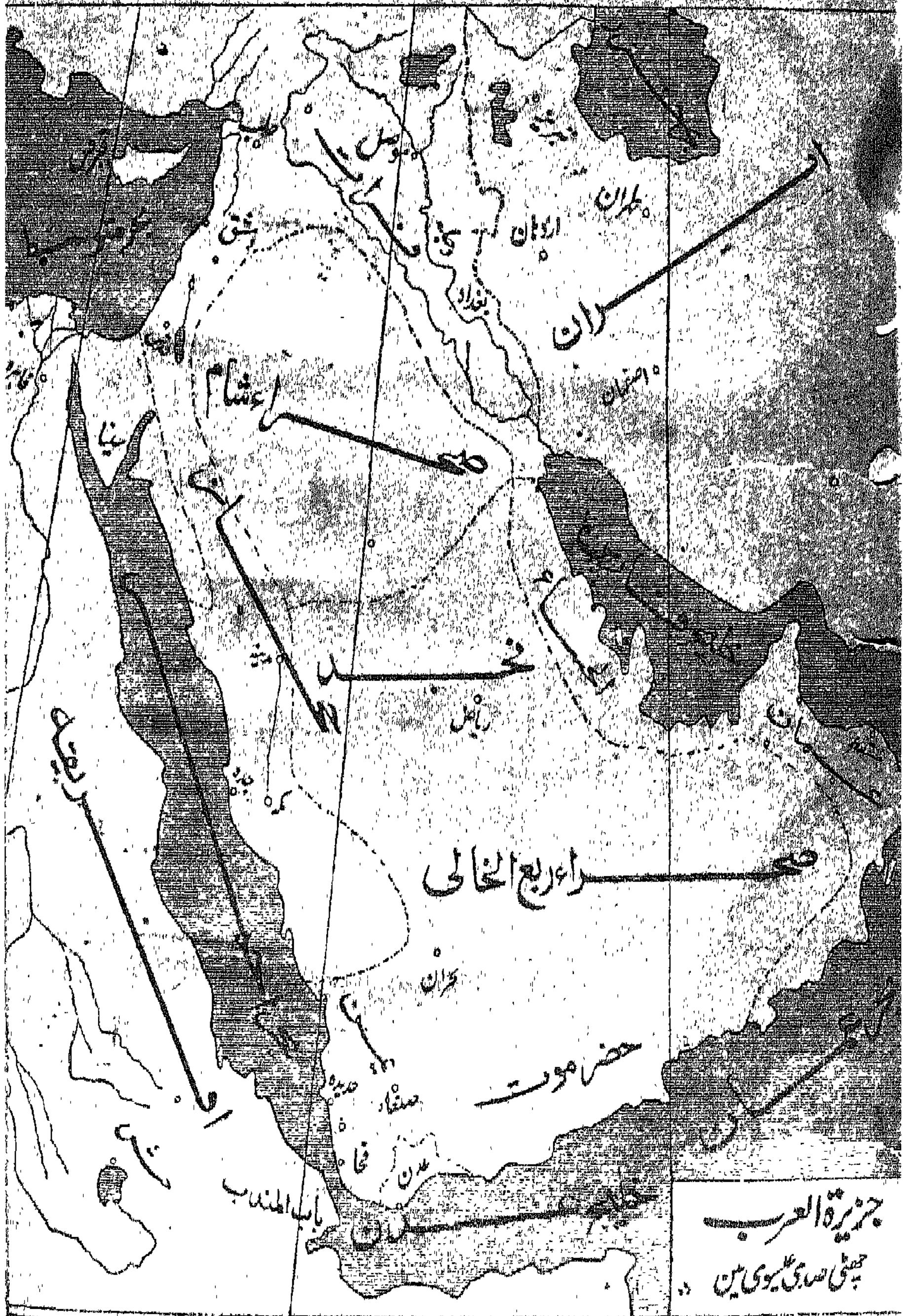
صفحه ۸۰ - سطر ۲۰ - میں ہے " هندوستان میں شہنشاہ اکبر کا زمانه تھا " یه صحیح نہیں ہے - یوں پڑھنا چاہیے " بابر کی قسمت آزمائیوں کا زمانه تھا "

صفحه ۵۳ سطر ۱۵ کے آخری لفظ " تمہاری " کے بجائے " تمہارا " پڑھیے -

یه رساله بالکل قلم برداشته لکھا گیا ہے - تحریر و طباعة دونوں کا سلسله ساتھه ساتھه جاری رہا - نظر ثانی و مراجعت کتب کا بالکل موقعه نه تھا - اسلیے اکبر کے زمانه کی تعیین میں غلطی ہوگئی -

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ، هُوَ
اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ
مِنْ حَرَجٍ ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ، هُوَ
سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ ، وَ
تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ، فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ، وَاعْتَصِمُوْا
بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ
نِعْمَ النَّصِيْرُ ! (۲۲ : ۷۸)

اخرجوا الیهود والنصاری من جزیرة العرب (الحدیث)



البلاغ پریس نمبر ۴۵ رپن لین ۔ کلکتہ